کرشن چندر

دُوسری برف باری سے پہلے

ناول



Scanned with CamScanner

دُوسری بَرف باری سے پہلے

Scanned with CamScanner



کرشن چندر

- میری یادوں کے چنار (سوانحی ناول)
- غدار (ناول)
- شکست (ناول)
- جب کھیت جاگے (ناول)
- دوسری برف باری سے پہلے (ناول)
- ایک عورت ہزار دیوانے (ناول)
- گلشن گلشن ڈھونڈا تجھ کو (ناول)
- آئینے اکیلے ہیں (ناول)
- آسمان روشن ہے (ناول)
- ایک گدھے کی سرگزشت (ناول)
- گدھے کی واپسی (ناول)
- باون پتے (ناول)
- سڑک واپس جاتی ہے (ناول)
- زرگاؤں کی رانی (ناول)
- چاندی کا گھاؤ (ناول)
- ہانگ کانگ کی حسینہ (ناول)
- ہم وحشی ہیں (افسانے)
- شکست کے بعد (افسانے)
- نظارے (افسانے)
- اَن داتا (افسانے)
- آدھے گھنٹے کا خدا (افسانے)
- پودے (رپورتاژ)
- چڑیوں کی الف لیلہ (بچوں کا ادب)
- الٹا درخت (بچوں کا ادب)

Scanned with CamScanner

دُوسری برف باری سے پہلے

ناول

کرشن چندر

بُک کارنر
جہلم، پاکستان

Scanned with CamScanner

Dosri Baraf Bari Say Pehle
by Krishan Chander
Jhelum: Book Corner, 2020
272p.
1. Novel - Urdu Literature
ISBN: 978-969-662-294-9

1967ء۔ پہلی مرتبہ بمبئی سے ماہنامہ 'شاعر' کرشن چندر نمبر، جلد 38، شمارہ 3-4 میں 'تازہ و غیر مطبوعہ' کی سُرخی کے ساتھ شائع ہوا
اپریل 1995ء۔ پاکستان میں پہلی مرتبہ جہلم سے 'بک کارنر' نے نستعلیق کتابت کروا کے شائع کیا۔
جنوری 2020ء۔ جہلم سے 'بک کارنر' نے نستعلیق کمپوزنگ کروا کر دوبارہ جدید ایڈیشن شائع کیا۔

© بک کارنر

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ ناشر کی پیشگی اجازت کے بغیر کسی بھی وضع یا جلد میں کلّی یا جزوی، منتخب یا مکرر اشاعت یا بہ صورت فوٹو کاپی، ریکارڈنگ، الیکٹرانک، مکینیکل یا ویب سائٹ پر اَپ لوڈنگ کے لیے استعمال نہ کیا جائے۔

مہتمم اعلیٰ: شاہد حمید

ناشرین: گگن شاہد * اَمر شاہد

تعداد: ایک ہزار

کتاب: دوسری برف باری سے پہلے (ناول)

ناول نگار: کرشن چندر

لفظ خواں: شاہد حمید

سرورق مصور: ابو اِمامہ

تزئین و زیبائش: اُم ہادیہ

کمپوزنگ و صفحہ سازی: محمد راشد حسین

کتابت: نُوری نستعلیق، علوی نستعلیق

مطبع: زاہد بشیر پرنٹرز، لاہور

ناشر: بک کارنر

ویب سائٹ: www.bookcorner.com.pk

Scanned with CamScanner

عرضِ ناشر

''دوسری برف باری سے پہلے'' اُردو کے لاکھوں شائقین کی طرح میرا بھی پسندیدہ ناول ہے۔ یہ جہاں پست انسانی جذبات، حرص، ہوس، لالچ، جاہ پسندی اور انتقام کی داستان ہے وہاں اعلیٰ ترین انسانی اوصاف انس، پیار، محبت، ہمدردی اور انسان دوستی کا مرقع بھی ہے۔ انسانی فطرت کے انتہائی قریب جس میں ایک ایک لفظ سچائی کی زبان میں پیش کیا گیا ہے۔

ناول میں مختلف طبقاتی پس منظر سے تعلق رکھنے والی دو عورتوں کا کردار بیان کیا گیا ہے جو ایک جیسی جاہ پسندی، لالچ اور حرص و ہوس کا شکار ہیں۔ ہر قیمت پر آگے بڑھنے کی ہوس کے لیے وہ اپنی عصمتوں کو بھینٹ چڑھانے سے بھی دریغ نہیں کرتیں۔ ان میں سے ایک خانہ بدوش اور ان پڑھ عورت درشنا ہے جس نے اپنی آنکھوں میں محل دو محلوں کے خواب سجا رکھے ہیں۔ اپنے خوابوں کی تعبیر کے

Scanned with CamScanner

لیے اپنی محبت اور اپنے محبوب خاوند کی زندگی کو بھی داؤ پر لگا دیتی ہے۔ جب خاوند (ٹھاکر سنگھ) کو اپنی زندگی کے لالے پڑ جاتے ہیں تو یہ جفا پیشہ راضی خوشی راجے کے محل میں جا براجمان ہوتی ہے۔

دوسری اعلیٰ تعلیم یافتہ اور بڑے خاندان کی عورت ہے، جس کا نام عظیمہ ہے۔ اس کا خاوند ایک اعلیٰ افسر ہے۔ عظیمہ کی خواہش ہے کہ اس کا خاوند صوبے کا پہلا ہندوستانی چیف کمشنر بنے۔ اس کے لیے یہ اپنے جسم کو سیڑھی کے طور پر استعمال کر کے صوبے کے گورنر سے اپنے خاوند کے لیے یہ عہدہ حاصل کر لیتی ہے۔ ایک دن خاوند اِن کو ہمبستری کی حالت میں دیکھ کر گولی مار دیتا ہے۔

زندگی کیا کیا امتحان لیتی ہے۔ کس کس طرح سے سفلی خواہشات انسانوں کو قتل کرواتی آئی ہیں۔ عورت ترقی کرنا چاہتی ہے، بعض اوقات ترقی کرنے کے لیے اپنے خاوند کے سینے پر پاؤں رکھ کر ترقی کا زینہ چڑھ جاتی ہے۔

کرشن چندر لکھتا ہے:

> ''اولوالعزم عورتیں جو زندگی میں آگے بڑھنا چاہتی ہیں اپنی جنس سے وہی کام لیتی ہیں، جو مرد اپنی عقل سے لیتے ہیں۔ عورت اپنی جنس سے ایک ہتھیار کا کام لیتی ہے، جو کام ان پڑھ درشنا نے کیا، وہی کام پڑھی لکھی عظیمہ کر گزری۔''

کرشن چندر نے ان دونوں عورتوں کی جاہ پسندی، حرص و ہوس کو اس

Scanned with CamScanner

چابک دستی اور ہُنر مندی سے بیان کیا ہے کہ محسوس ہوتا ہے جیسے یہ سبھی کچھ ہمارے سامنے ہی وقوع پذیر ہو رہا ہے۔

ان دونوں بے وفا عورتوں کے خاوند (ٹھاکر سنگھ اور گورگانی)، جو اَب سماج کے راندۂ درگاہ اور قانون کو مطلوب ہیں، بھاگ کر جنگل میں پناہ لیتے ہیں اور حسنِ اتفاق سے وہاں آپس میں مل جاتے ہیں۔ پھر بڑی ہمت، حوصلے کے ساتھ جنگلی جانوروں، پہاڑوں، برف زاروں، بارشوں اور آب شاروں کے درمیان زندگی کے دن بسر کرنے لگتے ہیں۔

سودا سلف لانے کے ایک سفر کے دوران ان کو ایک تنہا لاوارث بچی مل جاتی ہے۔ گورگانی اس کی بیٹیوں کی طرح پرورش کرتا ہے۔ یہ اس ناول کا تیسرا نسوانی کردار ہے اور اس کا نام دیپالی ہے۔ دیپالی فطرت کی آغوش میں ایک خودرو جنگلی پودے کی طرح بڑھنے لگتی ہے لیکن اسے اپنی جسمانی تبدیلیوں اور فطری تقاضوں کی کوئی خبر نہیں ہوتی۔

دوسری برف باری سے پہلے کے ایام شروع ہوتے ہی شکاری ٹھاکر سنگھ اپنے جسم و جاں میں ایک تڑپ ایک پکار کو محسوس کرتا ہے۔ اس کے جسمانی فطری تقاضے اسے سونے نہیں دیتے اور سرما کی طویل راتوں میں تنہائی، ذہنی کرب اور کشمکش کا شکار ہو جاتا ہے لیکن خود پر جبر کرتا ہے، خود کو اذیت دیتا ہے اور صبر کرتا ہے۔ جب کہ دیپالی کو بھی پہلی بار تنہائی میں یہ فطری جسمانی اور جبلی تقاضے اپنی طرف بلاتے ہیں اور راتوں کو چین نہیں لینے دیتے، وہ بار بار بستر سے اٹھ کر بیٹھ

Scanned with CamScanner

جاتی ہے۔ پیاس سے اس کا گلا خشک ہو جاتا ہے۔ آخر ایک رات وہ اپنی جسمانی پکار سے ہار کر مجبور ہو جاتی ہے اور پھر.....

یہ ناول اسی جذباتی کشمکش، ذہنی کرب اور مناظر فطرت کی تصویر کشی ہے جس کو بڑی فنی مہارت اور کمال دسترس کے ساتھ کرشن چندر نے صفحۂ قرطاس پر منتقل کیا ہے۔

کرشن چندر کا حقیقت پسندانہ بے باک قلم کیا کیا کرشمے دکھاتا ہے۔ معاشرے کے کون کون سے چھپے گوشے عریاں کر کے پڑھنے والوں کے روبرو پیش کرتا ہے۔ یہ ایک ناول ہی نہیں لاکھوں محروم انسانوں کا نوحہ بھی ہے۔ معاشرے کے کچلے ہوئے انسانوں کی سسکتی ہوئی چیخ و پکار بھی ہے۔

میرا یہ دعویٰ ہے کہ زندگی کے وسیع کینوس پر ایسی انوکھی تحریر آپ نے اس سے قبل نہ پڑھی ہوگی۔ دلی جذبات و کیفیات کے تانے بانے سے بُنے گئے کرشن چندر کے اس ناول کو آپ شروع کر کے ایک ہی نشست میں ختم کیے بغیر نہ رہ سکیں گے۔ آزمائش شرط ہے!!

شاہد حمید

جہلم

ستمبر 2020ء

Scanned with CamScanner

باجور پور کے راجہ نرسنگھ راج نے ایک گہری نظر اپنے سامنے کھڑے ہوئے نوجوان پر ڈالی۔ لمبا تڑنگا اور دبلا پتلا، کسی بھوکے بھیڑیے کی طرح چوکنا، بڑی بڑی ہڈیاں اور کھلے کھلے ہاتھ پاؤں۔ کُل ملا کے وہ ایک ایسے نوجوان کا تاثر پیش کرتا تھا جس کے جسم میں ہڈیاں ہی ہڈیاں ہوں اور ان پر کھینچ کھینچ کر کھال اور گوشت منڈھا گیا ہو۔ اس کے رخساروں میں گہرے گڑھے تھے اور ان گڑھوں کی وجہ سے رخساروں اور جبڑوں کی ہڈیاں نمایاں ہوگئی تھیں۔ ماتھا آگے کو اُبھرا ہوا اور گہرے گھنے ابرو تھے۔ آنکھیں چھوٹی اور عقابی؛ تیز نگاہ رکھنے والی اور بے حد چمکیلی، خاموشی سے اس کے سامنے کھڑا ہوا یہ نوجوان اپنے جسم میں چھپی ہوئی ایک ایسی طاقت کا احساس دلاتا تھا جو خود اپنے آپ سے آشنا نہ ہو.....!

''ٹھاکر سنگھ!'' راجہ نرسنگھ راج نے ذرا اونچی آواز میں پکارا۔

''جی مہاراج!''

Scanned with CamScanner

ٹھاکر سنگھ گہری آواز میں غرایا اور ذرا تن کر کھڑا ہو گیا۔ رائفل اس کے ہاتھ میں تھی کارتوس کی پیٹی سینے پر۔

''ساونت سنگھ نے تمہیں کام بتا دیا ہے؟''

''بتا دیا ہے۔''

''کر سکو گے؟''

ٹھاکر سنگھ نے گہرے یقین کے ساتھ آہستہ سے سر ہلا دیا۔

نرسنگھ راج نے اپنی مونچھوں کو بَل دیا، گہری نظر سے پھر اس کی طرف دیکھا۔ بولے:

''تین پشتوں سے تمہارا خاندان ہمارے راجیہ کے سب سے اچھے اور وفادار شکاریوں کی فہرست میں آتا ہے۔ شکار کی ہر مشکل مہم میں تم ہمارے ساتھ رہے ہو ہم تم پر یقین اور بھروسہ کر کے تمہیں یہ کام سونپتے ہیں مگر ڈرتے بھی ہیں کیوں کہ تم نوجوان اور ناتجربہ کار ہو۔ اگر تمہارے دل میں کسی طرح کی جھجک یا ڈر ہو.....!''

''غوں!'' ٹھاکر سنگھ غصے سے غُرّایا۔

ایک لمحہ کے لیے راجہ نرسنگھ راج کو اس اکھڑ، اَن پڑھ نوجوان کے جسم میں فولادی سرنگوں کی طرح چُھپی ہوئی خاموش گہری طاقت سے ڈر محسوس ہوا۔ دوسرے لمحے میں وہ اپنی حکومت کی طاقت کو یاد کر کے سنبھل گیا۔

مسکرا کر بولا: ''اگر تمہارا باپ زندہ ہوتا تو ہم یہ کام اسے سونپتے مگر

Scanned with CamScanner

چونکہ وہ زندہ نہیں ہے اس لیے یہ کام اس کے بیٹے کو دیا جاتا ہے۔''

ٹھاکر سنگھ اٹینشن ہو گیا۔

''جاؤ داروغہ جی سے آرڈر لے لو، ڈسمس!''

راجہ نرسنگھ راج نے اسے ہاتھ کے اشارے سے جانے کا حکم دے دیا۔

ٹھاکر سنگھ اپنے مالک کو سلیوٹ مار کر اپنے قدموں پر گھوم گیا اور دروازے سے باہر نکل کر ساتھ والے کمرے میں چک اٹھا کر داخل ہو گیا۔

داروغہ ساونت سنگھ، ٹھاکر سنگھ کو دیکھ کر اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے کمرے میں دُہری کھڑکیاں اور دُہرے دروازے تھے۔ اس نے سب کھڑکیاں اور دروازے اپنے ہاتھ سے بند کیے۔ میز کے دائیں طرف دیوار سے لگی لوہے کی الماری کھولی، اس میں سے پانچ سو کے نوٹوں کی ایک گڈی نکالی، اسے ٹھاکر سنگھ کے ہاتھ میں دے کر الماری سے دوسری گڈی نکالی۔ یہ بھی پانچ سو کی تھی۔ دونوں گڈیاں ٹھاکر سنگھ کے حوالے کر کے بولا:

''گِن لو!''

ٹھاکر سنگھ نے گنے بغیر انہیں بڑے اور لمبے گرم شکاری کوٹ کی گہری جیب میں ڈال لیا۔

داروغہ ساونت سنگھ اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔ داروغہ ساٹھ کے پیٹے میں تھا گوشت نے جیسے ہڈیوں کا ساتھ چھوڑ دیا ہو، ایسے ہی اس کا سارا جسم پھیلا اور پھولا سا دکھائی دیتا تھا مگر اس کے جسم کو دیکھ کر یہ بھی اندازہ ہوتا تھا کہ داروغہ

Scanned with CamScanner

ساونت سنگھ جوانی میں بہت مضبوط اور تگڑا رہا ہو گا۔ اس کی آنکھوں کے نیچے گہرے سیاہ حلقے تھے جو کثرت شراب نوشی کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ اس کی آنکھوں کی ہول ناک چمک اور حریص ہونٹوں کی کمینی مسکراہٹ اس کے تعیش پسند کردار کی تعدّی آمیز فطرت کی چغلی کھاتی تھی ٹھاکر سنگھ کو روپیہ دے کر وہ ایک گہری گھیرے دار، تھرتھراتی، کپکپاتی سی کھوکھلی ہنسی ہنسا جیسے اس کی ہنسی میں خزاں رسیدہ پتوں کی آہٹ ہو۔ ٹھاکر سنگھ کو اس کی ہنسی پسند نہیں آئی، اس نے اپنے سیدھے راست باز لہجے میں پوچھا:

''کیوں ہنستے ہو داروغہ جی؟''

''کیونکہ تم بے وقوف ہو!''

''میں کیونکر بے وقوف ہوں؟''

''کیونکہ تم نے اتنے بڑے کام کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے جس میں تمہاری جان بھی جا سکتی ہے۔''

''شکاری جنگل میں ہر روز اپنی جان کو خطرے میں ڈالتا ہے۔''

یہاں تمہارا مقابلہ کسی جنگلی جانور سے نہیں ہے کنور بیرؔیندر سنگھ سے ہے؛ جو ہانسوارہ راجیہ کا داماد ہونے جا رہا ہے اگر تم اس کو اپنی گولی کا نشانہ بنانے میں ناکام رہے تو وہ تمہیں گولی سے اڑا دے گا۔''

میرا نشانہ کبھی خطا نہیں کرتا ٹھاکر سنگھ نے کامل دل جمعی سے جواب دیا۔

اگر تم پکڑے گئے تو بھی تمہیں وہ گولی مار دیں گے۔ یاد رکھو تم ہانسوارہ

Scanned with CamScanner

راجیہ کے علاقے میں ہو گے نرسنگھ راجیہ کے علاقے میں نہیں۔ ہمارے مہاراج تمہیں کسی طرح نہیں بچا سکیں گے۔

''وہ مجھے زندہ نہیں پکڑ سکیں گے داروغہ جی۔'' ٹھاکر سنگھ نے پر امید لہجے میں جواب دیا۔''

مگر یہ تو صرف ایک ہزار آپ نے مجھے دیے ہیں باقی کے دو ہزار کہاں ہیں؟ اس رقم میں سے پانچ سو تو میں لوں گا۔

پانچ سو آپ لیں گے؟ ٹھاکر سنگھ نے پوچھا۔

''ہاں ساونت سنگھ نے بے باک نگاہوں سے ٹھاکر سنگھ کی طرف دیکھا۔

ٹھاکر سنگھ نے چند لمحوں کے بعد اپنی نگاہیں نیچی کر لیں وہ داروغہ جی کی طاقت سے واقف تھا اس لیے اس نے کہا: ٹھیک ہے پانچ سو آپ کے ہوئے مگر باقی کے پندرہ؟

''وہ تم جب کام ختم کر کے آؤ گے تو مجھ سے لے لینا۔''

ٹھیک ہے! ٹھاکر سنگھ نے کہا اور جیب سے پانچ سو کی دونوں گڈیاں نکالیں اور انہیں داروغہ جی کی طرف پھینکتے ہوئے کہا:

''یہ رقم درشنا کو دے دینا۔''

داروغہ کی نظر میں درشنا کی کامنی، من موہنی صورت گھوم گئی۔ ہر وقت مسکراتی ہوئی، چنچل سبھاؤ والی شریر درشنا، چمیلی کا سا بدن لیے ہوئے، آنکھوں میں کٹیلی نظریں چھپائے۔ بکھر بکھر پڑنے والے بدن کو اس طرح چُرائے چُرائے

Scanned with CamScanner

چلتی تھی کہ ہر قدم پر ہزار فتنے جاگتے تھے اور جدھر سے وہ گزر جاتی مُشک نافہ کی سی مہک چھوڑ جاتی۔

خود ٹھاکر سنگھ اس کے بدن کی خوشبو سے حیرت زدہ تھا۔ درشنا نے اسے بتایا تھا کہ اس کی ماں نے اس کی پیدائش کے بعد سات سال تک مشک نافہ میں سات دوسری خوشبوئیں اور تیل ڈال کر اس کے سارے جسم پر ہر روز مالش کی تھی، جس سے اس کے بدن میں یہ خوشبو بھر گئی تھی..... مگر اس قدر احساس کو جگانے والی یہ خوشبو تھی کہ درشنا جدھر سے گزر جاتی تھی ٹھنڈی آہوں کا ایک غبار سا اپنے پیچھے چھوڑ جاتی تھی۔ داروغہ ساونت سنگھ نے اسے ہولی کے دن راج محل میں دیکھا تھا اور جب اسے دیکھا تھا تو پھر چند لمحوں کے لیے اس کو کچھ یاد نہ رہا تھا۔ وہ اُس خوشبو میں، اُن آنکھوں میں، اُس کی ہنسی میں، اس کے مہکتے بدن کی نرم گرم گدراہٹ کو ہاتھ لگانے کے لیے بے قرار ہو گیا تھا۔ پھر اس نے نرسنگھ راج کی نگاہیں اپنے اوپر پڑتی ہوئی محسوس کیں تو وہ جلدی سے سر ہلا کے، اور کسی تازہ دم سحر سے گویا اپنے آپ کو جھٹک کے رخ پھیر کے دوسری طرف دیکھنے لگ گیا تھا۔ محض یہ دکھانے کے لیے کہ درشنا کو اس نے محض ایک اچٹتی نگاہ سے دیکھا تھا اس کی نگاہ میں ملکیت کی ہوس نہ تھی وہ تو محض ایک خالی خولی عام نگاہ تھی، جو درشنا کے آنکھوں کے سامنے آجانے پر پڑ گئی تھی۔

چند لمحوں کے لیے درشنا کا کندنی بدن ساونت سنگھ کی آنکھوں میں چمکا۔ اس نے دو تین بار پانچ سو کی اس گڈی کو ہوا میں اچھالتے ہوئے عام بے ضرر

Scanned with CamScanner

سیدھے سادے لہجے میں پوچھا:

''تم جانے سے پہلے اپنی بیوی سے نہیں ملو گے؟''

''نہیں.....!''

''کیوں؟''

''وہ مجھے منع کر دے گی۔''

''اسے بتانا کیا ضروری ہے؟''

''ضروری تو نہیں ہے مگر وہ معلوم کر لے گی۔ میں اس سے کوئی بات نہیں چھپا سکتا۔''

داروغہ چپ ہو گیا.....!

ٹھاکر سنگھ بھی کچھ دیر چپ رہا۔ لگتا تھا جیسے جو کچھ وہ اب کہنا چاہتا ہے، اسے کہنے میں خاصی دقت محسوس ہو رہی ہے۔ دو تین بار گردن سے باہر نکلا ہوا اس کا حلقوم اوپر نیچے گھوما، دو تین بار اس کے جبڑے خاموشی سے چلے۔ اس کی زبان ہونٹوں پر آئی۔ اک عجب بے بسی سے ان ہونٹوں کو چاٹ کر اندر چلی گئی، اس کی آنکھوں میں اک عجب مجبور سی چاہت بھری نگاہ آئی وہ رک رک کر بولا:

''یہ پانچ سو میری گھر والی..... کو دے دینا..... اور..... اور..... اس کا خیال رکھنا.....!''

اتنا کہا اور داروغہ کے جواب کا انتظار کیے بغیر وہ بے آواز قدموں سے باہر نکل گیا۔

Scanned with CamScanner

اگر وہ ایک لمحہ اور ٹھہر جاتا تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے.....! درشنا کے لیے اس کی چاہت اک عجیب تکلیف دہ چاہت تھی، کوئی ٹھنڈی، میٹھی دھیمی، مدہم، رچی بسی، پرسکون، آرام دہ چاہت نہ تھی۔ وہ اپنے جنگل کو جانتا اور پہچانتا تھا۔ بچپن ہی سے وہ اپنے باپ کے ساتھ جنگل میں پلا اور بڑھا تھا۔ وہ ہواؤں کا رخ، جانوروں کی بُو، پرندوں کی بولی اور پگڈنڈیوں کے ہر نشان سے واقف تھا مگر وہ جنگل جو عورت کے دل میں ہوتا ہے، اُس سے وہ قطعی ناواقف تھا۔ یہاں ہر قدم اس کے تلوؤں میں کانٹے چبھتے تھے اور گھاؤ پڑتے تھے۔ چلتے چلتے پگڈنڈی ختم ہو جاتی اور ایک اونچی چٹان آ جاتی جسے وہ کسی طرح پھلانگ نہیں سکتا تھا۔ مڑ کر دوسری طرف پلٹتا تو جنگل اتنا گھنا اور سنسان کہ اسے کوئی راستہ دکھائی نہ دیتا اور جب وہ یکا یک راستہ پانے کی امید چھوڑ دیتا، تو اک قہقہے کے ساتھ جنگل اور چٹانیں اور گھنے پیڑ غائب ہو جاتے مشک نافہ کی بو چاروں طرف پھیل جاتی اور وہ اپنے آپ کو ایک چمکیلی آنکھوں والی جھرنوں بھری ہنستی ہوئی وادی میں پاتا۔ درشنا کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔

اس نے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر سوچا، درشنا اُس سے کتنی مختلف ہے۔ درشنا کو باجُور پور کی گلیاں پسند ہیں اور بازاروں میں بکنے والے چمکیلے کپڑے اور راجہ صاحب کا رنگ محل جہاں وہ ہولی کے دن گئی تھی۔ دوسرے شکاریوں کی بیویوں کی طرح وہ ہر روز سینما دیکھنا چاہتی ہے اور اپنے گھر میں ریڈیو رکھنا چاہتی ہے۔ اب وہ ان پانچ سو روپوں سے ایک ریڈیو خرید سکے گی، چمکیلے کپڑے خرید

Scanned with CamScanner

سکے گی اور اپنی ہمسائیوں کو جلا سکے گی۔

درشنا کو لوگوں کو جلانے میں بڑا مزہ آتا ہے۔ وہ خود اسے بھی کتنا جلاتی اور تپاتی ہے۔ درشنا بہت مشکل عورت ہے اس سے پیار کرنا ضرور مشکل ہے مگر پیار نہ کرنا بالکل ناممکن ہے۔

ٹھاکر سنگھ کو شہر بالکل پسند نہیں تھا۔ جب تک اس نے شادی نہیں کی تھی، وہ اپنے باپ کے ساتھ نرسنگھ راج کے سرکاری جنگلوں اور رکھوں ہی میں رہا تھا۔ اس کا باپ گجراج سنگھ ایک نامور شکاری تھا اور راجہ نرسنگھ راج کے باپ کا چہیتا تھا۔ جنگل سے گہری اٹوٹ محبت کا ناطہ ٹھاکر سنگھ کو اپنے باپ سے ورثے میں ملا تھا۔ ٹھاکر سنگھ کی ماں اس کے بچپن ہی میں مر گئی تھی اور گجراج سنگھ نے دوسری شادی نہیں کی تھی۔ ٹھاکر سنگھ اپنے باپ کے ساتھ جنگلوں میں رہ کر جوان ہوا تھا۔ سال میں تین چار ماہ مشکل سے وہ شہر میں رہتا، سات آٹھ مہینے اپنے باپ کے ساتھ جنگلوں میں گزارتا تھا۔ کبھی کبھی جب اس کا باپ رکھوں کا گارڈ مقرر کر دیا جاتا تو کئی کئی سال وہ شہر یا قصبے کی صورت نہیں دیکھتا تھا، اپنے باپ کی طرح اسے جنگل پسند بھی تھا۔ شادی کے بعد جب اسے شہر میں رہنا پڑا تو بھی اس کا دل اندر ہی اندر جنگل کے لیے بے چین ہو اٹھتا۔ اس کی زندگی کے بہترین لمحے وہ ہوتے تھے جب اسے راجہ صاحب اپنے ساتھ شکار پر لے جاتے، یا دو چار مہینے کے لیے اس کی ڈیوٹی کسی رکھ کے ڈاک بنگلے میں گارڈ کے طور پر لگا دیتے۔ جنگل میں آ کر ٹھاکر سنگھ کو ایسا لگتا جیسے وہ گھر میں آ گیا ہو مگر شہر میں رہ کر وہ ہمیشہ کچھ اکھڑا

Scanned with CamScanner

اکھڑا سا اور غیر محفوظ محسوس کرتا۔ وہ جنگل کے ہر راستے سے واقف تھا مگر شہر کی گلیوں کے پُر پیچ راستوں میں اکثر کھو جاتا۔ وہ جانوروں کی بولی بالکل ٹھیک سمجھ لیتا تھا مگر انسانوں کی بولی میں جو تہوں کے اندر مطلب اور معنی کی دوسری تہیں ہوتی ہیں ان سے وہ بہت ڈرتا تھا۔ اس کا نشانہ بے خطا تھا مگر زبان رک رک کر چلتی تھی، لفظ آسانی سے زبان پر نہ آتے تھے۔ درشنا کی بات چیت سے اسے معلوم ہوتا رہتا کہ الفاظ بھی اکثر رائفل کی گولی کا سا اثر رکھتے ہیں مگر لفظوں کی چاند ماری میں وہ بالکل اناڑی تھا۔ اس نوسیکھیے کی طرح جسے ہاتھ میں بندوق پکڑنا تک نہ آئے..... اور جب وہ شہر کے مرد اور عورتوں کو بولتے دیکھتا تو اس کی آنکھوں میں تعریف کی وہی کیفیت ہوتی جب وہ راجہ نرسنگھ راج کو گھوڑا دوڑاتے ہوئے اپنے نیزے کی انی پر میدان میں گڑی ہوئی بانس کی پھچّی اُڑا کر لے جاتے ہوئے دیکھتا تھا۔

کچھ لوگ نیزے باز ہوتے ہیں،

کچھ لوگ نہیں ہوتے،

کچھ لوگ بول سکتے ہیں،

کچھ لوگ نہیں بول سکتے اور بس بات یہیں پر ختم ہو جاتی ہے۔

Scanned with CamScanner

کنور بیریندر سنگھ تیس برس کا تھا چھوٹا، گٹھا ہوا، سانولا بہت سفید دانت جب ہنستا تھا تو بجلی سی کوند جاتی تھی۔ آنکھیں تیزی سے اِدھر اُدھر حرکت کرتی تھیں۔ مسکراہٹ بڑی ظالمانہ تھی۔ آواز تیکھی، پتلی اور درشت، اسے دیکھ کر ایک منہ زور پہاڑی ندی کا خیال آتا تھا جو بے حد شوریدہ سر ہوتی ہے مگر گہری نہیں۔

ایک دفعہ کنور بیریندر سنگھ اور راجہ نرسنگھ راج ہانسواڑہ کے جنگلوں میں کالی ہوڑہ کی گھاٹی پر چیتوں کے شکار پر گئے ہوئے تھے۔ ٹھاکر سنگھ کے لیے یہ پہلا شکار تھا۔ یوں تو وہ اپنے باپ کے ہمراہ سیکڑوں بار شکار میں شامل ہو چکا تھا لیکن ایک شکاری کی حیثیت سے نہیں بلکہ شکاری کے بیٹے کی حیثیت سے۔ ایک شکاری کی حیثیت سے یہ اس کا پہلا موقع تھا۔ یہ اس کا پہلا موقع تھا اس کا باپ بھی اس کے ہم راہ تھا اور بار بار فخر اور غرور کے ملے جلے جذبات سے اپنے نوجوان بیٹے کی طرف دیکھتا تھا جسے راجہ نرسنگھ راج نے آج سے دو ماہ قبل باقاعدہ ایک

Scanned with CamScanner

شکاری کی حیثیت سے اپنی ملازمت میں لے لیا تھا تنخواہ تیس روپے۔

جب راجہ جی شکار پر جاتے تھے تو دو روپے روز کا بھتّہ الگ ملتا تھا اور دو وقت کا کھانا الگ ملتا تھا۔ سال میں تین جوڑے خاکی وردی کے ملتے تھے اور ایک رائفل اور کارتوس مفت۔

بڑی سخت زندگی تھی مگر صدیوں سے ٹھاکر سنگھ کے خاندان کو اور کوئی زندگی یاد بھی نہیں تھی۔ وہ لوگ خاندانی شکاری تھے اور صدیوں سے نرسنگھ راجیہ کی ملازمت میں تھے، کوئی اور دنیا انہیں معلوم بھی نہیں تھی۔ اس اونچی پہاڑی ہمالیائی ریاست میں باہر کی دنیا کا گزر بھی کم تھا۔

صدیوں پہلے ایک مغل صوبیدار آیا تھا اور اپنا حق لے کر چلا گیا تھا۔ سال کے سال اس کا نمائندہ آتا تھا اور اپنا خراج لے کر چلا جاتا تھا۔ پھر انگریز آئے مگر وہ سب لوگ اوپر ہی اوپر کہیں آتے تھے اور نیچے کی تہوں کو چھیڑے بغیر واپس چلے جاتے تھے، اگر کوئی گول مال ہوتا بھی ہوگا تو اوپر کہیں پر ہوتا ہوگا۔ نیچے زندگی اتنی سخت گیر تھی ضروریات زندگی اتنی کم کہ ہڈیوں پر مزید گوشت رہ نہیں گیا تھا اور جو تھا اس سے کم نہیں کیا جا سکتا تھا مگر یہ بات نرسنگھ راجیہ کے راجہ کو معلوم ہو تو ہو ٹھاکر سنگھ کو یہ بات بھی معلوم نہیں تھی۔

سیتا گڑھ کے ڈاک بنگلہ کی طرف جاتے ہوئے ٹھاکر سنگھ نے اپنے پہلے شکار کو یاد کیا، آج اس شکار کو یاد کرنے کی اہمیت بھی تھی۔ دن بھر وہ گراہ کے جنگلوں میں اس خونخوار چیتے کو ڈھونڈتے رہے تھے جس نے گزشتہ ڈیڑھ سال

Scanned with CamScanner

سے اس علاقے میں دہشت پھیلا رکھی تھی مگر چیتا ان کے ہاتھ نہیں آتا تھا۔ وہ اتنے زبردست ہانکے کے باوجود ان کے جال سے نکل گیا یا گراہ کے جنگل میں موجود نہیں تھا۔ جب سورج غروب ہونے میں ایک گھنٹہ رہ گیا تو کنور بیریندر سنگھ اور راجہ نرسنگھ نے کیتلی کے ڈاک بنگلے کی طرف کوچ کیا۔

وہ برچی ندی کو پار کر کے گھیرہ ڈھکی پر چڑھ رہے تھے راجہ صاحب اور کنور صاحب دونوں جانکی بائی اور بدر بائی کی مختلف صفات حمیدہ پر بحث کر رہے تھے۔ بدر بائی راجہ صاحب کی نئی منظور نظر تھی اور جانکی بائی کنور صاحب کی اور وہ دونوں اس وقت کیتلی کے ڈاک بنگلے میں ان کا انتظار کر رہی تھیں۔ یہ دونوں راجپوت سردار اپنی اپنی منظور نظر کی خفتہ اور نیم خفتہ خوبیوں اور خامیوں پر بڑی گرم جوشی سے بحث کر رہے تھے کہ اتنے میں تمبر کے ایک خاردار درخت کے پیچھے کھڑی لال ٹینا جھاڑیوں کی ایک لمبی باڑھ میں اسے چتلے پھولوں سے بھری ایک چھڑی سی حرکت کرتی دکھائی دی اور پیشتر اس کے کہ اس کی موجودگی کا احساس کر کے کنور بیریندر سنگھ یا راجہ نرسنگھ راج اپنی رائفل اٹھاتے نوجوان ٹھاکر سنگھ نے شست باندھ کر بجلی کی سی تیزی سے فائر کیا۔

ایک خوفناک دھاڑ، چتلی چھڑی ایک محراب دار چھلانگ لگا کر ہوا میں اُچھلی اور پھر کنور بیریندر سنگھ اور راجہ نرسنگھ راج کے قدموں میں ڈھیر ہو گئی۔

یہ وہی منحوس چیتا تھا جس نے علاقے میں ڈیڑھ سال سے اودھم مچا رکھا تھا۔ کنور بیریندر سنگھ ابھی اپنی رائفل کو آدھا ہی اوپر لے گیا تھا کہ ٹھاکر سنگھ کا فائر

Scanned with CamScanner

سن کر اس نے اپنی رائفل نیچی کر لی۔ غصے بھری نظروں سے اس نے ٹھاکر سنگھ کی طرف دیکھا اور پیشتر اس کے کہ ٹھاکر سنگھ سمجھ سکتا کہ کیا ہو رہا ہے وہ اپنے ایک ملازم سے گھوڑے کی چابک چھین کر ٹھاکر سنگھ پر برس پڑا اور چابک مار مار کر اسے لہولہان کر دیا۔

گجراج سنگھ اپنے بیٹے کو چابک کھاتا ہوا دیکھتا رہا مگر خاموش رہا کیوں کہ غلطی اس کے بیٹے کی تھی۔ رائفل اٹھانے کا پہلا حق، نشانہ باندھنے کا پہلا حق، فائر کرنے کا پہلا حق راجہ یا کنور صاحب کو ہے، وہ چُوک جائیں تو دوسروں کو پہنچتا ہے۔

نوجوان ٹھاکر سنگھ نے اپنے فطری جوش سے متاثر ہو کر یا خطرے کو اس قدر قریب دیکھ کر گولی چلائی تھی۔ دوسرے شکاریوں کا بھی کہنا تھا کہ اگر ٹھاکر سنگھ گولی نہ چلاتا تو راجہ صاحب یا کنور صاحب میں سے کوئی نہ کوئی زخمی ہو سکتا تھا یا مر سکتا تھا کیوں کہ وہی دونوں لال ٹینا کی کیسری باڑھ کے اس قدر قریب تھے مگر کوئی اپنی رائے کا برملا اظہار کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ وہ سب کنور بیریندر سنگھ کی شعلہ مزاجی اور ظالمانہ خصائل سے واقف تھے اور چابک کھانے کے لیے تیار نہ تھے۔

کچھ لوگ حکومت کرتے ہیں.....!

اور کچھ لوگ حکومت سہتے ہیں.....!

زندگی کا یہ دستور ازل سے چلا آیا ہے اور اس میں تبدیلی نہیں ہو سکتی!

Scanned with CamScanner

تم راجپوت پیدا ہوئے مگر راجہ نہیں اس لیے ذات میں راجہ کے برابر ہونے کے باوجود تم محض ایک شکاری ہو تمہیں اپنی حیثیت کو پہچاننا ہوگا.....!

کیتلی کے ڈاک بنگلے کے باہر اپنی چھولداری میں بڈھا گجراج سنگھ اپنے بیٹے ٹھاکر سنگھ کے زخموں پر پیاز اور ہلدی لگاتے ہوئے اسے سمجھا رہا تھا۔

ٹھاکر سنگھ کی آنکھوں سے غصے کے آنسو تھمتے نہیں تھے۔ وہ انہیں بار بار پونچھتا وہ پھر آنکھوں میں بھر آتے اور وہ بار بار غرا غرا کر اٹھنے کی کوشش کرتا اور بڈھا گجراج اسے اپنی بانہوں میں بھر لیتا۔

''میں اسے کتے کی طرح گولی مار دوں گا۔''

''نہیں بیٹے.....نہیں بیٹے..... ایسا سوچو بھی مت.....تمہیں اپنی جوانی کو سدھانا ہوگا جیسے ہم کبھی کبھی جنگلی چیتے کو پکڑ کر سدھا لیتے ہیں۔تم نرسنگھ راجپیہ کے سب سے بڑے سب سے وفادار سب سے سدھے ہوئے شکاری چیتے بن جاؤ۔ راجہ جی تم پر فخر کریں بس میں یہی چاہتا ہوں اگر تمہارے دل میں کوئی دوسرے خیال آتے ہیں تو انہیں ایسے کچل دو جیسے بھری فصل کو اجاڑنے والے سوروں کو ہم لاٹھی مار مار کر کھیتوں سے باہر نکال دیتے ہیں ایسے ہی لاٹھی مار مار کر ان سب خیالوں کو کچل دو.....!''

''میں جان لے لوں گا کنور کی''

''نہیں بیٹے.....نہیں.....''

پھر میں کیا کروں؟

Scanned with CamScanner

''تم صبح ان کے پاؤں چھوؤ گے اور معافی مانگو گے۔''

اتنا کہہ کر گجراج سنگھ خود رونے لگا؛ کہیں بہت گہرے اندر میں جا کر اس نے ہر چابک کی تپش کو محسوس کیا تھا۔ وہ اپنے بیٹے کے آنسو پونچھ رہا تھا اور بیٹا باپ کے آنسو پونچھ رہا تھا۔ وہ مرد تھے مگر غلام تھے، وہ بیدار تھے مگر مچھلی کی طرح جال میں پھنسے ہوئے تھے۔ ان کا نشانہ کبھی خطا نہ کرتا تھا مگر وہ ایک چابک سے ڈرتے تھے۔ چھولداری سے باہر ہوا زور سے کراہ رہی تھی، تاریک جنگل میں وحشی جانور غرا رہے تھے اور کیتلی کے ڈاک بنگلے کے اندر راجہ نرسنگھ راج اور کنور بیریندر سنگھ جانکی بائی اور بدر بائی کے ساتھ داد عیش دینے میں مصروف تھے۔

Scanned with CamScanner

ٹھاکر سنگھ کا خُون بہت صحت مند تھا چند دنوں ہی میں وہ اچھا ہو گیا مگر دل کا گھاؤ پوری طرح سے بھرا نہ تھا۔ کبھی کبھی اکیلے میں سوچ سوچ کر اس کا خون کھولنے لگتا؛ اسے اپنے آپ پر قابو پانے میں سخت تکلیف ہوتی۔ اس کا باپ گجراج سنگھ اس پر کڑی نگاہ نہ رکھتا تو جانے ٹھاکر سنگھ کیا کر بیٹھتا مگر اس کا بڈھا باپ بہت ہوشیار تھا۔ اس نے ٹھاکر سنگھ کی بہت جلد شادی کر دی۔ شادی کے بعد درشنا کی محبت میں ٹھاکر سنگھ نے اپنے آپ کو ایسے کھو دیا کہ وہ کنور بیریندر سنگھ کے واقعے کو قریب قریب بھول گیا۔

شادی کے ایک سال بعد گجراج سنگھ کا انتقال ہو گیا۔ بڈھے باپ نے حالانکہ اپنے بیٹے کو تابعداری کے لیے کافی حد تک سدھا لیا تھا مگر خود وہ اس چابک کی مار کبھی بھول نہ سکا۔ اس کے ہم عصر شکاری دوست کہتے ہیں کہ اس واقعے کے بعد گجراج سنگھ کو کبھی کسی نے کھل کر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔ اگر وہ کبھی

Scanned with CamScanner

مسکراتا بھی تھا تو اس کی مسکراہٹ بڑی زہریلی اور تلخ ہوتی تھی۔ بھنچی بھنچی کڑوی کڑوی خون آلود مسکراہٹ اس بڈھے کے اندر جیسے اس صدمے سے زندگی کی کمانی ٹوٹ گئی تھی۔ وہ اندر ہی اندر کسی صدمے سے چل بسا تھا حالانکہ اس کی صحت بہت عمدہ تھی مگر بس چند دن بیمار رہ کر وہ اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ مرنے سے پہلے وہ اپنے بیٹے سے کچھ کہنا چاہتا تھا مگر اس کی زبان پر فالج گر گیا تھا۔ وہ کچھ بول نہیں سکتا تھا بس اپنے بیٹے کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر مسلتا رہتا تھا مگر اس کی آنکھوں میں رنج و کرب اور غیض و غضب کا ایک طوفان بپا تھا۔

ٹھاکر سنگھ سمجھ نہیں سکا اس کا باپ کیا چاہتا ہے، کیا کہنا چاہتا ہے؟ وہ صرف اتنا سمجھ سکا کہ اس کا باپ کچھ کہنا چاہتا ہے جیسے اس کی پوری روح مرتے سمے اس سے کوئی بات کہنے کے لیے بے قرار ہے مگر زبان پر فالج گر چکا تھا اور صرف آنکھوں کی گدلی، دھندلی پتلیوں میں اسے جس غصے کا پرتو نظر آ رہا تھا اس کی ماہیت سے ٹھاکر سنگھ ناواقف تھا غصے اور بے چارگی کے عالم میں ٹھاکر سنگھ کا ہاتھ مسلتے مسلتے بڈھے گجراج سنگھ نے جان دے دی اور وہ اپنا مفہوم اپنے بیٹے پر مرتے مرتے شدید کاوش کے باوجود واضح نہ کر سکا۔ اس کی جان کنی ایک ایسی گہری اذیت کی حامل تھی کہ ٹھاکر سنگھ سے اپنے باپ کی تکلیف دیکھی نہ جاتی تھی۔

باپ کے مرنے پر دکھ کے ساتھ ساتھ اسے اک گہرے سکون کا احساس ہوا یہ سوچ کر کہ اس کا باپ نہ بیان کرنے والی جابر قوت اور بیان کرنے والی شدید کاوش کی اندرونی جدوجہد سے نجات پا گیا۔ پھر درشنا بھی تو تھی، اب تک اس

Scanned with CamScanner

کی نگاہ میں دنیا کا رنگ اور اس کا کیف وکم ہی کچھ اور تھا۔ جھاڑیاں پھولوں سے نہیں لدی تھیں، وہ جنگلی جانوروں کی کمین گاہیں تھیں درختوں پر پھل نہیں آتے تھے۔ ان کی شاخوں پر لنگور لٹکتے تھے یا بھالو شہد کے چھتے تلاش کرتے ہوئے ان پر چڑھتے تھے۔ ہواؤں میں خوشبو نہ تھی۔ ہوائیں شیر اور چیتے کے بدن کی بُو اس تک لاتی تھیں۔ رات مچان پر لیٹنے کے لیے آتی تھی اور ندی یا جھرنے کے قریب وہ قدموں کے نشان دیکھ کر کہہ سکتا تھا کہ ابھی کوئی بھیڑیا یا چیتا، مارخور یا گینڈا یہاں سے اپنی پیاس بجھا کے گیا ہے۔ مگر درشنا کے آنے کے بعد دنیا اک دم بدل گئی تھی۔ اب جھاڑیوں پر پھول لدے تھے اور پیڑوں پر پھل، ہواؤں میں گوری کے بدن کی مہک تھی اور ندی کنارے دور تک بھری گگریا اٹھا کر چلنے والی ناری کے نقش پا اور کانوں میں اس کی پازیب کی سریلی صدا۔ اب آسمان نیلا تھا اور دور اوپر اونچی چوٹیاں اپنے برف کے دانتوں سے کھل کھلا کر درشنا کی طرح ہنستی تھیں۔ یہ جابر، سخت گیر، خونخوار جنگل اک دم سے بدل گیا تھا۔

ٹھاکر سنگھ کے لیے یہ دن حیرت واستعجاب کے دن تھے۔ نرم لمس، گرم لمحوں اور مخملیں بانہوں کی مچان پر سونے کے دن تھے۔ اگر بس چلتا تو ٹھاکر سنگھ اپنے باپ گجراج سنگھ کی طرح اپنی درشنا کو کسی سرکاری رکھ کے ڈاک بنگلے میں لے جا کر رہنے لگتا۔ رکھ کے سرکاری گارڈ کی طرح ساری دنیا کی آنکھوں سے دور مگر درشنا باجور پور کی رونقیں چھوڑ کر جانے کے لیے تیار نہ تھی اس کے حوصلے بہت بڑے تھے اور عزائم بلند، اسی لیے تو ٹھاکر سنگھ نے کنور بیر یندر سنگھ کو قتل کرنا منظور

Scanned with CamScanner

کر لیا تھا تین ہزار روپوں کے عوض۔ یہ بات نہیں تھی کہ وہ انکار کر سکتا تھا نرسنگھ راجپوت کا خاندانی شکاری تین پشتوں سے بندھا ہوا کسی طرح انکار نہیں کر سکتا تھا مگر فیصلہ کرنے میں ٹھاکر سنگھ کو کسی طرح کی دقت نہیں ہوئی تھی، کسی طرح کی ہچکچاہٹ اس نے محسوس نہیں کی تھی۔ فیصلہ کرتے وقت اس کے ذہن میں درشنا تھی، ایک چابک تھی جو کنور بیریندر سنگھ نے اس پر توڑی تھی، راجہ جی کا حکم تھا وہ انکار کر ہی نہیں سکتا تھا۔

کنور بیریندر سنگھ راجہ جی کا بھی رشتہ دار تھا اور ہانسوارہ راجپوت کا بھی مگر اتنی اونچائی پر جا کر رشتوں کو خون نہیں ملتا، آکسیجن بھی نہیں ملتی اس لیے رشتے کمزور پڑ جاتے ہیں اور کنور نے ایک بہت بڑی غلطی کی تھی جسے راجہ نرسنگھ راج کسی طرح معاف نہیں کر سکتے تھے۔

انھوں نے راجہ جی کی منظور نظر بدر بائی کو ہتھیا لیا تھا۔ راجہ جی کو ایسا لگا تھا جیسے کسی نے ان کی پیٹھ میں خنجر گھونپ دیا ہو۔ یہ بات نہیں تھی کہ بدر بائی سے زیادہ خوبصورت دل رُبا اور حسین عورت انہیں مہیا نہیں ہو سکتی تھی مگر وہ اس شکستِ غرور اور پندار کی ہار کو کیا کریں؟ جو دیمک کی طرح انہیں اندر ہی اندر کھائے جا رہی تھی۔ اس کا انتقام تو کنور سے لینا ہوگا۔ بہت سوچ سمجھ کر راجہ جی نے ٹھاکر سنگھ کا انتخاب کیا تھا۔ وہ چابک والا واقعہ ابھی تک ان کے ذہن میں تازہ تھا۔ ٹھاکر سنگھ کا نشانہ کبھی خطا نہیں کرے گا۔ ٹھاکر سنگھ کو بھی معلوم تھا کیوں راجہ جی نے اس انتخاب کیا ہے؟

Scanned with CamScanner

وہ سوچ کر دھیرے سے مسکرایا، پیٹھ کے بل سے ہوئے ایک بیگ کو اس نے ٹھیک کیا اور سیتا گڑھی کے ڈاک بنگلہ کی طرف چل پڑا۔

شاید اسے درشنا سے مل کر آنا چاہیے تھا۔ اس سے بات کر کے اس مہم پر روانہ ہونا چاہیے تھا مگر نہیں غالباً اس نے ٹھیک ہی فیصلہ کیا۔

درشنا کو ایک عجیب گر آتا تھا وہ اس کے دل کی اندرونی تہ تک پہنچ سکتی تھی۔ جس طرح وہ اس کی جیب میں ہاتھ ڈال کر اسے باہر کی طرف الٹا کر اس کی جیب سے آخری چونی نکال سکتی تھی۔ اسی طرح وہ اپنی نگاہ سے اس کے دل کی آخری تہ تک پہنچ جاتی تھی اور پھر ٹھاکر سنگھ کا دل اس قدر پیچیدہ بھی نہ تھا، دنیا کے داؤ پیچ اسے نہیں آتے تھے، شہری زندگی کے مکر و فریب سے اسے دلی نفرت تھی صرف جنگل میں اس کا دل لگتا تھا مگر درشنا کو جنگل سے نفرت تھی۔

کبھی کبھی وہ ٹھاکر سنگھ کے سمجھانے بجھانے اور شدید اصرار کرنے پر نیم دلی سے ہاں کر دیتی جنگل میں جا کر رہنے کے لیے۔ مگر عین وقت پر جب ٹھاکر سنگھ اپنی تجویز راجہ صاحب کے سامنے رکھنے کے لیے گھر سے رخصت ہوتا تو صاف انکار کر دیتی، پھر مان جاتی، پھر انکار کرنے لگتی، غرض تذبذب میں تھی درشنا۔

اسے شہر بہت پسند تھا۔ اب ٹھاکر سنگھ نے اس سے کہنا سننا چھوڑ دیا تھا۔

اس وقت بھی چلتے چلتے اک یاس بھری آہ اس کے سینے سے نکلی اس نے اپنی مضبوط چھڑی سے پہاڑی پگڈنڈی پر چلتے چلتے ایک پتھر کو ڈھلوان کی جانب

Scanned with CamScanner

لڑھکا دیا اور اوپر کی گھاٹی پر چڑھنے لگا جس کی دوسری طرف کالی ہوڑہ کا ڈاک بنگلہ تھا۔

سورج غروب ہونے سے پہلے وہ چار ہزار فٹ کی گھاٹی چڑھ گیا اب وہ سطح سمندر سے تقریباً سات ہزار فٹ اونچی رکھ کے کنارے، جنگلی انگور کی بیلوں میں پھنسے ہوئے پہاڑ کے نیچے درخت کے سائے میں بہنے والے جھرنے کے کنارے بیٹھا ہوا ستا رہا تھا۔

باجور پور کا پہاڑی شہر کوہستانی سلسلوں میں پیچھے چھپ گیا تھا۔ اس نے تقریباً ۲۵ میل کی مسافت طے کر لی تھی۔ گھاس میں دبی ہوئی جنگلی بیری کی شاخوں سے ایک گلہری نکلی وہ اپنے آگے کے دونوں ہاتھوں میں ایک بیر کو اٹھائے ہوئے اپنے تیز تیز دانتوں سے اسے کتر کتر کے کھا رہی تھی۔ اس گلہری کو دیکھ کر اسے اس وقت درشنا کا خیال آیا۔ وہ اس وقت اس کے خیالوں میں گم آٹا گوندھ رہی ہوگی اب تک اسے میرا پیغام مل گیا ہوگا اور پانچ سو روپے۔

وہ اس کے لیے فکر مند ہوگی۔ بڑی پیاری سی گلہری تھی، دھیرے سے روٹی کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا اٹھا کر سنگھ نے آہستہ سے ہاتھ بڑھا کر گلہری کی طرف سرکا دیا مگر گلہری بھاگ گئی۔ وہ انگور کی بیل کی شاخ پر بیٹھ کر بیر کترنے لگی اور درشنا کی سی شریر نگاہوں سے ٹھاکر سنگھ کی طرف تاکنے لگی۔

ٹھاکر سنگھ نے ایک ٹھنڈی سانس لی درشنا کا باپ بہادر سنگھ ایک غریب راجپوت کاشت کار تھا مگر اتنا غریب کہ اسے خود ہل چلانا پڑتا تھا، جو دوسرے

Scanned with CamScanner

ٹھاکر کسر شان سمجھتے تھے۔ اسی لیے غریب بہادر سنگھ شہروں اور قصبوں سے دور ایک اونچے پہاڑی گاؤں میں رہتا تھا جہاں اس کا کوئی اور ہم ذات راجپوت بھائی اس کی غریبی دیکھنے کے لیے موجود نہ تھا۔

بچپن ہی سے گجراج سنگھ کی تجویز پر بہادر سنگھ نے اپنی اکلوتی اولاد درشنا کے لیے ہاں کر دی تھی۔ اس وقت درشنا ایک برس کی تھی، ٹھاکر سنگھ دس برس کا تھا وہ دونوں بچپن میں ایک دوسرے کے ہو گئے تھے۔ اس علاقے میں یہی رواج صدیوں سے چلا آ رہا تھا۔ بچپن ہی سے زبان دے دی جاتی ہے۔ ٹھاکر سنگھ کو بچپن کے بعد شادی تک کبھی درشنا کو دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا مگر اس کی رائے نہیں بدلی۔ اس کی ہونے والی بیوی اگھوڑہ کے گاؤں میں پل رہی تھی، بس اس کے لیے اتنا کافی تھا۔ وہ کسی دوسری کا نہیں ہو سکتا تھا، ایسا خیال لانا بھی پاپ ہے۔ درشنا بھی کسی دوسرے کی نہیں ہو سکتی یہ اس پہاڑ کا رواج ہے اور رواج قانون سے سخت ہوتا ہے۔ جب ٹھاکر سنگھ جوان ہو گیا تو صبر اور دھیرج سے درشنا کے جوان ہونے کا انتظار کرتا رہا، دنیا کی دوسری تمام عورتیں اس پر حرام تھیں۔

گلہری نے اپنا بیر گٹھلی تک چاٹ لیا تھا۔ اب وہ بڑی پھرتی سے انگور کی شاخ سے اتر کر نیچے گھاس پر آئی، چشم زدن میں اس نے گھاس پر پڑے ہوئے روٹی کے ٹکڑے کو اٹھا لیا اور پیشتر اس کے کہ ٹھاکر سنگھ کا ہاتھ گلہری کے بدن کو سہلا سکے وہ ٹکڑا لے کر پیڑ پر چڑھ گئی اور اپنی دم سے بھاؤ بتا بتا کر ٹھاکر سنگھ کو جلانے لگی۔

Scanned with CamScanner

ٹھاکر سنگھ ہنس پڑا سچ مچ یہ گلہری تو بالکل درشنا ہے۔ اس نے اپنے وطن کے کوہستانی سلسلوں سے نظر پھیر کر شمالی جانب کالی ہوڑہ کے ڈاک بنگلے کی طرف دیکھا جو ایک اونچے ٹیلے پر چار چناروں کے جھنڈ کے پیچھے واقع تھا۔ نیچے نشیب میں جنوبی جانب کالی ہوڑہ کا گاؤں تھا جہاں کے بہت سے لوگ اسے پہچانتے تھے۔ انھوں نے اسے کنور بیریندر سنگھ سے چابک کھاتے ہوئے دیکھا تھا۔ حالانکہ وہ بہت تھکا ہوا تھا مگر وہ اس گاؤں میں نہیں رہ سکتا تھا وہ نہیں چاہتا تھا کہ راستے میں کوئی اسے پہچانے۔

کالی ہوڑہ کے شمال اور جنوب میں سرکاری رکھوں کا ایک وسیع سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ اسے سیتا گڑھی جانا ہوگا اگر دن رات وہ چلتا رہے تو شاید کل رات تک وہ سیتا گڑھی پہنچ سکے گا جو کالی ہوڑہ سے بھی جنوب میں واقع ہے۔

نو ہزار فٹ کے اونچے پہاڑی مقام پر جہاں کنور بیریندر سنگھ نے شکار کے لیے ڈیرے ڈالے تھے جہاں وہ بدربائی کو اپنے ساتھ لے گیا تھا، اس علاقے کے تمام جنگل، تمام رکھیں، تمام ڈاک بنگلے اور تمام شکار گاہیں ٹھاکر سنگھ کی دیکھی بھالی تھیں۔ کسی کو کانوں کان خبر کیے بغیر وہ اپنی منزل تک پہنچ کے اپنا کام کر کے واپس آ سکے گا۔ اس میں اس کو کوئی شبہ نہ تھا البتہ یہ جان کر اسے ضرور افسوس ہوا تھا کہ اگر درشنا جنگل میں رہنے پر کسی طرح آمادہ کی جا سکتی تو آج اسے یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔

کالی ہوڑہ کا جنوبی راستہ کاٹ کر وہ شمالی رکھ کے کنارے کنارے چلنے

Scanned with CamScanner

لگا دو تین کوس کا چکر لگا کر پھر جنوبی راستے پر لوٹے گا کیوں کہ وہ کالی ہوڑہ کے گاؤں کے قریب سے بھی نہیں گزرنا چاہتا تھا مبادا کوئی اُسے پہچان لے۔

رکھ کے کنارے ہوا اس کی بُو لے کر جنگلوں کے اندر جا رہی تھی اس لیے وہ چلتے وقت بہت محتاط تھا کہ کہیں اس کی بُو پا کر کوئی جنگلی جانور اس پر حملہ نہ کر دے لیکن اس سے اس کی تیز چال میں کمی نہیں آئی کیونکہ یہ احتیاط اب اس کی عادت بن چکی تھی۔

دو تین کوس کا چکر کاٹ کر وہ پھر جنوبی رستہ پر آ گیا کالی ہوڑہ کا گاؤں پیچھے رہ گیا تھا۔ اندھیرا بھی بڑھ چلا تھا، اس اندھیرے میں اس جنگلی راستے کی پر پیچ پگڈنڈیوں پر اب اسے کسی آدمی سے مڈبھیڑ ہونے کی امید نہیں تھی۔ راستہ دشوار گزار تھا۔ خطرناک اونچائیاں جان لیوا اُترائیاں گہری کھڈیں اور پُرشور پہاڑی نالے جن پر کوئی پُل بھی نہیں ہوتا۔ بہت ہی کٹھن سفر تھا۔ آدھی رات کے قریب وہ بہت تھک گیا۔ ایک اونچی گھاٹی پر چڑھ کے اسے شدید تھکن اور نیند کا احساس ہوا، قدم من من بھاری محسوس ہونے لگے۔ اس نے اپنے چاروں طرف نظر ڈالی وہ گھاٹی کی چوٹی پر تھا۔ جنوب کی طرف جدھر سے وہ آیا تھا سنگلاخ اترائیاں تھیں۔ شمال مشرق میں چوٹی پھیل کر نشیب دار کھیتوں میں بدل گئی تھی۔ مغرب میں دیودار کے چند پیڑ کھڑے تھے جن کے قریب ایک چھوٹا سا گھر تھا۔

دُور سے وہ گھر ایک اکڑوں بیٹھے ہوئے آدمی کی طرح اس اندھیرے میں اُسے نظر آ رہا تھا۔ اندھیرے میں دیکھنا، اندھیرے کو سمجھنا، اندھیرے میں

Scanned with CamScanner

پھیلے ہوئے سایوں اور شکلوں کو پہچاننا، ایک تجربہ کار شکاری کے لیے بے حد ضروری ہے کیونکہ رات کے سمے اُس کا مقابلہ جنگل میں ان جانوروں سے ہوتا ہے جن کی پُتلیاں فطرت نے اُس سے مختلف بنائی ہیں۔ شکاری کو پہچاننے کے لیے صرف چند لمحے ملتے ہیں۔ ان ہی چند لمحوں میں اسے فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔ ٹھاکر سنگھ نے فیصلہ کیا، اب وہ چل نہیں سکتا اس کے سارے حواس پر نیند طاری تھی۔ اپنے آپ کو گھسیٹتے ہوئے وہ اس گھر تک گیا۔ چاروں طرف ایک مضبوط باڑھ تھی اور گھر کے سامنے باڑھ کا دروازہ۔ لکڑی کے ایک بڑے ہک کے ذریعہ اندر سے بند تھا۔ مگر دروازہ ٹوٹا ہوا اور غیر محفوظ تھا ٹھاکر سنگھ نے ہاتھ بڑھا کر اندر سے ہک کھول لیا اور پھاٹک کے اندر داخل ہو گیا۔

باڑھ کے اندر سبزی کی بیلیں تھیں اور باڑھ سے گھر کے برآمدے تک گھاس میں جگہ جگہ پتھر رکھے ہوئے تھے، جن پر بے آواز قدموں سے چلتا ہوا وہ گھر کے چھتے ہوئے برآمدے تک پہنچ گیا، جس میں جگہ جگہ لکڑی کے نیم تراشیدہ ستون لگے تھے۔ بائیں جانب کا برآمدہ خالی تھا۔ دائیں جانب کے برآمدے کو پرانی سوکھی ہوئی بیلوں جھاڑیوں اور لکڑی کے چھوٹے کُندوں سے گھیر کر ایک بہت ہی چھوٹا سا مویشی خانہ بنا لیا گیا تھا، جس میں چند بھیڑیں اور دو بکریاں سو رہی تھیں۔ برآمدے کے مرکز میں گھر کا دروازہ تھا جو اندر سے بند تھا۔

ٹھاکر سنگھ نے جب اچھی طرح سے جائزہ لے لیا تو دروازہ کھٹکھٹایا بہت دیر تک کوئی نہیں بولا۔

Scanned with CamScanner

جب اس نے بہت زور سے دروازہ پیٹا تو اندر سے بوڑھی عورت کی آواز سنائی دی۔

''کون ہے؟''

''میں ایک راہی ہوں دروازہ کھولو۔''

''چلے جاؤ'' بوڑھی عورت نے دروازے کے ادھر سے جواب دیا گھر میں کوئی مرد نہیں ہے میں اپنی بیٹی کے سنگ اکیلی ہوں چلے جاؤ۔''

ٹھاکر سنگھ نے بہت منت سماجت کی مگر بوڑھی عورت نے دروازہ نہیں کھولا۔

مایوس ہو کر ٹھاکر سنگھ دروازے سے لوٹ آیا مویشی خانے کا دروازہ کھول کر اندر چلا گیا اور رائفل کو اپنے ساتھ لٹا کر دو بھیڑوں کے درمیان لیٹ گیا۔ بکریاں منمنائیں بھیڑوں نے با آ با آ کر کے تھوڑا سا احتجاج کیا پھر وہ بھی سو گئیں۔ مویشی خانے میں باہر کی برفیلی ہوا نہیں آتی تھی اور دو طرفہ بھیڑوں کی اون بھی گرم تھی۔ ٹھاکر سنگھ پڑتے ہی سو گیا اور کوئی تین گھنٹے کی نیند لے کر اٹھ بیٹھا۔

ابھی صبح کاذب کے آثار نمودار نہیں ہوئے تھے مگر تاریکی کے دبیز پردے سامنے سے اترتے جا رہے تھے، تاریکی کا رنگ پھیکا پڑنے لگا تھا۔ اس نے آسمان کی طرف دیکھ کر وقت کا اندازہ لگایا اور بند دروازے کو دیکھ کر مسکرایا۔ شاید بڑھیا نے ٹھیک ہی کیا تھا جو دروازہ نہیں کھولا تھا بڑھیا بالکل ٹھیک

Scanned with CamScanner

احتیاط کرتی تھی، وہ اس کی جگہ ہوتا تو یہی کرتا۔

اس نے اپنا رک سیک پیٹھ پر باندھا رائفل کو اٹھایا اور مویشی خانے سے باہر آ گیا اب اس کے قدم ہلکے تھے اور جسم میں تازگی تھی۔ وہ ایک اونچی گھاٹی کے عقب میں خودرو جھاڑیوں کے درمیان لیٹا ہوا تھا۔ اس کے پاؤں نیچے ایک ابھری ہوئی چٹان پر ٹکے ہوئے تھے اور اس کے سر کے قریب گھاٹی کی چوٹی پر لال ٹینا کی دو تین بڑی جھاڑیاں تھیں، جن کے اندر سے شاخیں توڑ توڑ کر اس نے نہایت ہوشیاری سے دوربین نما سوراخ بنا ڈالے تھے جن کے اندر سے وہ سامنے کے منظر کو دیکھ سکتا تھا مگر گھاٹی کے دوسری طرف کے لوگ اسے نہیں دیکھ سکتے تھے۔

اس کے سامنے دوسری طرف کوہستانی گھاٹی گرتے گرتے ایک چوڑی سطح مرتفع کی شکل اختیار کر چکی تھی، یہاں گھاس کے بڑے بڑے تلّے تھے۔ یہ چھوٹی سی سطح مرتفع جہاں پر ختم ہوتی تھی وہاں پر پانی کا ایک نالہ بہتا تھا جو شمال کی جانب سے آتا تھا۔ اس نالے کے کنارے کنارے بہت سی چھولداریاں لگی ہوئی تھیں جن میں زیادہ تر خورد ونوش کا سامان رکھا تھا اور باورچی خانے کے لوگ الاؤ جلا رہے تھے اور کڑھاؤ چڑھا رہے تھے اور باتیں کر رہے تھے اور بوقت ضرورت نالے سے پانی لینے جاتے تھے۔

نالے کے پاس چھوٹی سطح مرتفع سے ایک اور اونچی سطح مرتفع تھی جن پر دائیں بائیں دو ڈاک بنگلے تعمیر کیے گئے تھے یہ ڈاک بنگلے افسر کلاس کے لوگوں کے رہنے کے لیے تھے یا رُوسا کے مصاحبین کے لیے یا اگر شکار میں رؤسا کی

Scanned with CamScanner

تعداد بڑھ جائے تو خود رؤسا کے لیے۔

اس وقت ان دو آمنے سامنے ڈاک بنگلوں میں جو لوگ آ جا رہے تھے ان کی بلند بانگ بات چیت سے پتہ چلتا تھا کہ کنور بیریندر سنگھ اپنے ساتھ دوسرے کسی رئیس کو نہیں لایا ہے اور یہی اطلاع اسے باجور پور میں بھی دی گئی۔

ان دو ڈاک بنگلوں کے بیچوں بیچ گھاس کے ٹیرس نما قطعوں پر اونچا ہوتا ہوا ایک راستہ اوپر کے ڈاک بنگلے کو جاتا تھا، جو ان تینوں میں سب سے بڑا اونچا اور عالی شان تھا کنور بیریندر سنگھ اسی میں ٹھہرا ہوا تھا۔ یہ اونچا ڈاک بنگلہ نچلے دو ڈاک بنگلوں سے کوئی چار سو گز کی دوری پر ایک اونچی چٹان کو کاٹ کر بنایا گیا تھا۔ اس ڈاک بنگلہ کے عقب میں چیڑھ دیودار سے بھرا ہوا پسار کا گھنا جنگل تھا۔ پسار کی برف پوش چوٹی غروب آفتاب کے آخری لمحوں کی دھوپ میں چمک رہی تھی۔

شکار ختم ہو چکا تھا، سورج غروب ہو چکا تھا، بس پَسّار پہاڑ پر دھوپ کی سنہری ٹوپی باقی تھی، چند لمحوں میں وہ بھی غائب ہو گئی۔ دو چھولداریوں کے سامنے دو بارہ سنگھوں کی لاشیں رکھی تھیں ایک چیتے کی، ایک لومڑ کی۔ حلال خور ان کے قریب کھڑے کچھ کھسر پھسر کر رہے تھے ان کی آوازیں وہ ٹھیک طرح سے نہیں سن سکتا تھا۔

البتہ ان میں سے جب کوئی زور کا قہقہہ لگاتا تو وہ سن لیتا یا جب کوئی باورچی دوسرے باورچی کو زور سے بلاتا تو اس کی پکار ٹھاکر سنگھ کے کانوں میں پڑ جاتی۔

Scanned with CamScanner

بیچ کے دو ڈاک بنگلوں کی مرکزی روش پر چلتے ہوئے کنور بیر یندر سنگھ بدر بائی کے ہمراہ اونچی سطح مرتفع سے گزر کر اس قطعے پر آئے جہاں بیچ میں نالہ بہتا تھا۔ نالے پر ایک چھوٹا سا محراب دار لکڑی کا پل تھا حالانکہ یہاں پل کی کوئی ضرورت نہ تھی کیونکہ نالہ بہت مختصر سا تھا اور شمالی گھاٹی کے کسی جنگلی جھرنے کا پانی لے کر آتا تھا اور کوئی بھی قد آور آدمی اسے پھلانگ سکتا تھا۔ اس چھوٹے سے نالے کے پاٹ میں تین چار اونچے پتھر رکھ دیے گئے تھے جن پر پھلانگ پھلانگ کر نالے کو بآسانی پار کیا جا سکتا تھا۔ اس پر بھی جو یہ محراب دار لکڑی کا پل بنا تھا تو محض خوبصورتی کے لیے ورنہ ٹھاکر سنگھ نے سوچا اس پل کی ضرورت کیا تھی؟

کچھ دیر بدر بائی اور کنور بیر یندر سنگھ اس پل پر کھڑے ایک دوسرے کا ہاتھ میں ہاتھ لے کر ایک دوسرے کو مسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے رہے۔

بدر بائی کے کھلے بالوں کا گھنا جنگل اس کی پیٹھ پر پھیلا ہوا۔ کمر کے خم میں کنور کا ہاتھ دبا تھا اور اودے لہنگے کی نقرئی گوٹ آڑی ترچھی لہنگے کی سلوٹوں میں ڈوبتی ابھرتی کسی پہاڑی ندی کی طرح چمک چمک جاتی تھی۔ کسی بات پر بدر بائی نے زور سے ہنس کر منہ پھیر لیا کنور کے ہاتھ میں اس کے گھنے بالوں کا ایک گچھا آ گیا۔ بدر بائی نے ذرا سا گھوم کر اک ادا سے کنور کی طرف دیکھا، دھیرے سے کنور نے بالوں کے گچھے کو اپنی طرف کھینچا، زور سے چیخ مار کر بدر بائی اس کے سینے سے لگ گئی۔ محراب دار پلیا کے نیچے گھاس کے قطعے پر کھڑی ہوئی خادمائیں بھی لجا کر ہنس دیں جیسے کسی نے انہیں بھی بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا ہو۔

Scanned with CamScanner

ڈھلان پر لیٹے لیٹے لال ٹینا کی جھاڑی کے پیچھے ٹھاکر سنگھ کو یہ سب کچھ نظر آ رہا تھا۔ بے حد احتیاط محنت اور دور اندیشی کو کام میں لا کر ٹھاکر سنگھ نے یہ جگہ انتخاب کی تھی۔ یہاں سے ملازموں کی چھولداریاں نالے کا پل، پل کے پار دو ڈاک بنگلے اور دونوں ڈاک بنگلوں سے اوپر کوئی چار سو گز کی چڑھائی چڑھ کر تیسرا ڈاک بنگلہ سب اس کی نگاہ کی زد میں تھے۔ وہ سب کچھ یہاں اس اونچی گھاٹی کے عقب میں لیٹا لیٹا خود رو جھاڑیوں میں چھپا سب کچھ دیکھ سکتا ہے۔

تھوڑی سی چہل قدمی کے بعد کنور اور بدر بائی دونوں پلیا سے اتر کر کچن کی چھولداریوں سے گزر کر حلال خوروں کے خیمے کی طرف آئے ملازم جھک جھک کر سلام کرنے لگے۔ بدر بائی اک عجب شانِ بے نیازی سے کنور جی سے لگ کر کھڑی تھی۔ اس کے جوان، خوبصورت، گلنار چہرے پر بہجت و افتخار کی ایک ہلکی سی جھلک تھی۔

Scanned with CamScanner

کنور کے ملازم، ایک تو بختاور تھا، دوسرا یعقوب، تیسرا گردھاری، چوتھا ملک اور پانچواں بوس نیکسی ڈرمسٹ اتنے فاصلے سے ٹھاکر سنگھ صرف ان ہی کو پہچان سکا تھا اور لوگ بھی تھے جنہیں وہ نہیں جانتا تھا۔

کنور بیریندر سنگھ کے اشارے پر وہ لوگ چیتے کا ناپ لے رہے تھے۔ بدر بائی کیمرے سے تصویریں لے رہی تھی اور جس انداز سے وہ تصویریں لے رہی تھی، اس سے معلوم ہوتا تھا کہ تصویریں لینے سے زیادہ اپنی ادائیں دکھانا مقصود ہے۔ ٹھاکر سنگھ نے دل ہی دل میں درشنا اور بدر بائی کا موازنہ کیا اور اسے احساس ہوا کہ درشنا، بدر بائی سے کہیں اچھی ہے۔

کنور بیریندر سنگھ کے ہاتھ کی چابک دیکھ کر ٹھاکر سنگھ کی کنپٹیوں میں خون اچھلنے لگا اور رخسار لو دینے لگے ایک گرم سی جھرجھری اس کے رگ و پے میں دوڑ گئی اس کا ہاتھ رائفل پر مضبوطی سے جم گیا۔

Scanned with CamScanner

چھولداریوں سے آگے گزر کر کنور بیریندر سنگھ اور بدر بائی ڈاک بنگلے کے باہر کی باڑھ کے قریب آ گئے اور بڑے گیٹ سے لگ کر باتیں کرنے لگے۔ شام کی آخری روشنی نے انہیں گیٹ کے قریب دو تاریک مگر واضح خطوط والے سایوں میں تبدیل کر دیا۔ وہ اب دونوں اس کی رائفل زد میں تھے صرف ایک بے خطا گولی سے وہ کنور کو گرا سکتا تھا۔ مگر یہ بھیڑ بھاڑ ملازموں کی آمدورفت شکاریوں کی چہل پہل نچلے دو ڈاک بنگلوں کے برآمدے میں بیٹھے ہوئے مصاحبین کی خوش گپیاں اور ان سب کا اس وقت موجود ہونا..... یہ وقت نہیں ہے اس کام کے لیے، وہ اسے فوراً گھیر کر ایک کتے کی طرح گولی مار دیں گے۔ رائفل چلانے کی دیر ہے کہ وہ اس کی پناہ گاہ معلوم کر لیں گے اس نے رائفل پر سے گرفت ڈھیلی کر دی اور اس خواہش کو بڑی سختی سے دبا دیا۔ اسے اپنی پہلے کی سوچی ہوئی تجویز پر عمل کرنا پڑے گا آدھی رات کے بعد جب سارا کیمپ سو جائے گا۔ ٹھاکر سنگھ نے جیب میں ہاتھ ڈال کر اپنے اونی اوورکوٹ میں رکھے ہوئے خنجر کو تھپتھپایا، پیار سے نہیں محض اس خنجر کی موجودگی کا احساس حاصل کرنے کے لیے اگر اس کا بس چلتا تو وہ کنور کو صرف چابک سے مارتا۔ اتنے ہی میں اس کی بھرپور تشفی ہو جاتی اور اگر کنور کو مارنا ہی تھا تو اسے رائفل سے مارنا زیادہ پسند تھا، چھُرے سے مارنا تو بالکل کم ذاتوں کا فعل معلوم ہوتا ہے مگر زیادہ محفوظ طریقہ یہی تھا اور نرسنگھ راج نے یہی ہدایت بھی دی تھی۔

لکڑی کے گیٹ پر دو واضح خطوط والے سائے اب تاریکی کے بڑھنے

Scanned with CamScanner

سے ایک دوسرے میں گڈ مڈ ہونے لگے۔ اس میں کچھ تاریکی کی وجہ تھی، کچھ جوانی کی مجبوری، دیکھتے دیکھتے وہ دونوں سائے معدوم ہونے لگے۔ شام گزرتے ہی یک لخت اندھیرا بڑھ گیا اور جنگلوں سے خنک ہوائیں اس کے گردن کے خم کو ایک سرد خنجر کی طرح چھونے لگیں۔ ٹھاکر سنگھ نے اپنے بڑے کوٹ کے اونی کالر کو اوپر کھینچ لیا گھاس پر لیٹے لیٹے اسے سردی محسوس ہونے لگی تھی مگر وہ کیا کرے وہ یہاں سے ہل نہیں سکتا تھا یہ سب سے محفوظ پناہ گاہ تھی جہاں وہ چھپا لیٹا تھا۔

یک لخت کیمپ میں بہت سے ہنڈے جل اٹھے روشنیوں نے جگہ جگہ تاریکی کو اور گہرا کر دیا۔ روشنی کے چھوٹے چھوٹے ہالوں میں چہرے کچھ عجیب سے دکھائی دیتے تھے۔ ٹھاکر سنگھ نے آہستہ سے کروٹ لی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ بیٹھ کر اس نے جیب سے سگریٹ کی ڈبیا اور ماچس نکالی دونوں ہاتھوں کے پیالے میں ماچس کو روشن کیا تا کہ روشنی باہر نہ آ جائے۔ بے حد احتیاط سے سگریٹ سلگا کر ایک ہی پھونک میں ماچس بجھا کر اس نے تیلی کو جھٹک کر پھینک دیا پھر وہ لال ٹینا جھاڑی کی طرف سے منہ پھیر کر سگریٹ کے گہرے کش لینے لگا۔ اس کے پیچھے جنگل میں بھیڑیے چلانے لگے تھے وہ بھیڑیے کی آواز کی بہت عمدہ نقل کر لیتا تھا۔ شیر اور شیرنی، چیتے اور چیتی، ٹائیگر اور ٹائیگرنی کی الگ الگ آوازیں بول سکتا تھا۔ کالے منہ اور سفید بالوں والے لنگور کی آوازیں بالکل صحیح طریقے سے اپنے حلق سے نکال سکتا تھا بھیڑیے کی آواز سن کر اس کے حلق میں کھجلی ہونے لگی۔ اس کا دل بھیڑیے کو جواب دینے کے لیے بے قرار ہو گیا مگر وہ پھر اپنی بے قراری پر

Scanned with CamScanner

مسکرا دیا۔ سگریٹ کے ایک گہرے کش کے ساتھ اس نے اس خواہش کو بھی دبا دیا۔

سگریٹ کا آخری کش لے کر وہ کروٹ بدل کر پھر لیٹ گیا مگر اب لال ٹینا جھاڑی کے اندر سے اسے بہت کم نظر آتا تھا اس لیے اس نے اپنی جگہ بدل دی اور اوپر سرک کر بالکل گھاٹی کی چوٹی پر آ گیا۔ اب لال ٹینا کی جھاڑی اس کے بائیں طرف تھی وہ اب بھی گھاٹی کے عقب میں تھا مگر اس کا سر اب گھاٹی کی چوٹی پر ایک پتھر کی طرح پڑا تھا۔

بہت دیر تک وہ اس حالت میں پڑا رہا، نیچے کچن کی چھولداریوں میں اب کھانا تیار ہو گیا تھا۔ گرم گرم کھانا بڑے بڑے ڈونگوں میں بھر کر لے جایا جا رہا تھا کڑکڑاتے گھی میں پراٹھے تلے جا رہے تھے اور لال انگاروں کی سطح پر مکئی کی روٹیاں کُرکُری کی جا رہی تھیں۔ بھنے ہوئے ہرن کے تکے دیکھ کر اس کے منہ میں پانی آنے لگا۔ وہ یہاں کیا کر رہا تھا؟ اسے یہاں سے وہاں تک پہنچنے میں چند منٹ لگیں گے اور یہ گرم گرم کھانا اسے بھی مل سکتا ہے۔ وہ اس برفیلی سردی میں جھاڑیوں میں پڑا پڑا کیا کر رہا ہے؟ مگر نہیں وہ کہیں نہیں جا سکتا کیوں کہ درشنا کو شہر کی زندگی پسند ہے۔

وہ پھر نیچے کو سرک گیا اور رک سیک کھول کر اس نے اپنا ٹھنڈا یخ بستہ سا کھانا نکالا اور اسے زہر مار کیا۔ پھر وہ اسی عقبی گھاٹی کے نشیب میں سرک گیا یہاں وہ نالہ بہتا تھا جو گھوم کر ڈاک بنگلے کے نچلے تلے میں سے گزرتا تھا۔ یہاں اس نے

Scanned with CamScanner

تین گھونٹ پانی کے پیے یکا یک نالے کے قریب اسے آہٹ سی محسوس ہوئی وہ اک دم چوکنا ہو گیا اور جدھر سے آہٹ ہوئی ادھر بے حس و حرکت ہو کر دیکھنے لگا۔

نالے کے سامنے ایک جھاڑی سے دو گوش پانی پینے کے لیے نکلے۔ ان کی آنکھیں لال انگاروں کی طرح چند لمحوں کے لیے دہکیں پھر وہ انسان کی بو سے ڈر کر واپس اپنی جھاڑی میں دبک گئے۔ پانی پیے بغیر اٹھا کر سنگھ مسکرا دیا ایک گھونٹ پانی کا اس نے اور پیا دونوں ہاتھ جھٹک کر اوک توڑ دی۔ اپنی بڑھی ہوئی ڈاڑھی پر اس نے اپنے گیلے ہاتھ الٹے پھیرے۔ پھر انہیں اپنے اوور کوٹ کی خاکی اونی سطح پر پھیر کر صاف کیا اور واپس گھاٹی پر چڑھنے لگا اوپر پہنچ کر وہ پھر لیٹ گیا۔

دور اوپر کے بڑے ڈاک بنگلے میں مدہم مدہم روشنیاں جھلملا رہی تھیں نیچے کے دونوں ڈاک بنگلوں کی روشنیاں بہت تیز تھیں۔ دائیں ڈاک بنگلے کے اندر سے رقص و سرور کی آواز آنے لگی تھی باہر برآمدے میں وہ صاحب جنہیں اندر جگہ نہیں ملی تھی کرسیوں پر بیٹھے باہر ہی سے اندر کا رقص دیکھ کر داد دے رہے تھے۔ ہوا کے دوش پر بدربائی کی آواز کبھی قریب سے کبھی..... کبھی دور سے آتی معلوم ہوتی کبھی بالکل معدوم ہو جاتی پھر اک دم گھنگھرو کھنکنے لگتے، پھر اک دم بہت سے قہقہوں کی آوازیں آنے لگتیں۔ وہ کنور، بیریندر سنگھ کے ظالمانہ قہقہے کو پہچان سکتا تھا ہنسنے دو اسے، یہ اس کی آخری رات ہے۔

سردی اس کے فوجی بوٹوں اور دہری دبیز اونی جرابوں کے اوپر بندھی

Scanned with CamScanner

خاکی رنگ کی پٹیوں کے اندر گھس رہی تھی وقت گزرتا گیا۔ مغربی پہاڑ پر ایک چیتا دھاڑنے لگا تھا اس نے کان لگا کے سنا وہ بھوکا نہیں تھا۔ چیتا اپنی درشنا کو بلا رہا تھا وہ بار بار دھاڑتا تھا مگر جنگل سے اسے کوئی جواب نہ ملتا تھا چیتے کی آواز میں غصہ شامل ہو چکا تھا۔ ٹھاکر سنگھ چیتی کی آواز میں بول سکتا تھا اس خوبی سے کہ چیتا دھوکے میں آ کر اس کی سمت دوڑتا چلا آتا کئی چیتے اس نے اسی طرح شکار کیے تھے۔ اب اسے ان چیتوں کی موت پر افسوس ہونے لگا فرض کر لو وہ اپنی درشنا کی پکار پر اس سے ملنے کے لیے جائے اور وہاں پہنچ کر قتل کر دیا جائے..... بہت بڑی دھاندلی ہے مگر، یکا یک لیٹے اسے جھپکی سی آ گئی اسے معلوم ہی نہیں ہوا وہ کب سو گیا۔

Scanned with CamScanner

اچانک وہ چونک کر جاگا اسے ایسا احساس ہوا جیسے کوئی اس کے قریب آیا تھا کسی نے اسے جھک کر دیکھا تھا۔ جیسے اس کے کانوں نے اپنے چہرے کر قریب کسی کی سانسوں کی آواز سنی تھی۔ کہیں پر کوئی ہلکی سی چاپ تھی جو اس کے جاگتے ہی غائب ہوگئی تھی۔

اس نے اٹھ کر چاروں طرف دیکھا گہری تاریکی اور گہرا سناٹا..... نیچے سطح مرتفع پر خاموشی طاری تھی محفل رقص وسرور ختم ہو چکی تھی دونوں ڈاک بنگلے تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ کچن کی چھولداریاں اندر سے بند ہو چکی تھیں اور دوسرے خیموں میں بھی اندھیرا تھا صرف اوپر کے ڈاک بنگلے کے پورچ میں ایک روشنی جھلملا رہی تھی چند منٹ کے بعد وہ بھی بجھ گئی۔

ٹھاکر سنگھ نے ایک سگریٹ اسی احتیاط سے سلگایا، دھیرے دھیرے کش لینے لگا آسمان کی طرف دیکھ کر اس نے ستاروں کی چال سے وقت کا اندازہ کیا۔

Scanned with CamScanner

اب اسے چل دینا چاہیے۔ کوئی دو گھنٹے کے بعد اسے بڑے ڈاک بنگلے کے عقب میں پہنچ جانا چاہیے۔ اگر وہ سیدھے گھاٹی اتر کر نیچے کے تلے میں لگی چھولداریوں کے بیچ میں سے گزر کر لکڑی کا پل پار کر کے دونوں ڈاک بنگلوں کے بیچ میں سے خاموشی سے گزر جائے تو اونچے ڈاک بنگلے کے پورچ میں پونے گھنٹے میں پہنچ سکتا ہے۔ مگر ایسی جرأت آمیزی، سراسر حماقت ہوگی۔

اسے ایک لمبا چکر کاٹ کے بڑے ڈاک بنگلے کے عقب میں پہنچنا ہوگا دو ڈھائی گھنٹے لگیں گے اچھا ہے جب تک کنور کو گہری نیند آ جائے گی۔ تیسرے پہر کی نیند بڑی بے خبر ہوتی ہے نہ جانے وہ اس وقت کیسے یوں لیٹے لیٹے سو گیا؟ اسے یوں سونا نہیں چاہیے تھا، بے حد غلط بات کی۔ وہ آہٹ کیسی تھی کون تھا کوئی جنگلی جانور کہ انسان کہ محض ایک واہمہ! اس کی قوت مُتخیلہ کی آہٹ، وہ کچھ نہیں کہہ سکتا تھا مگر اس کے حواس بالعموم دھوکہ نہیں دیتے۔

آج دن میں جب سارا کیمپ شکار پر گیا ہوا تھا اس نے بڑے ڈاک بنگلے کے عقب سے داخل ہو کر بڑی احتیاط سے سب دیکھ بھال لیا تھا۔ چار بیڈ روم کے اس ڈاک بنگلے میں صرف دو بیڈ روم لگائے گئے تھے ایک بدربائی کے لیے دوسرا کنور بیریندر سنگھ کے لیے۔ باقی کے دو بیڈ روم خالی تھے۔ ان سے ملحق دونوں باتھ روم بھی غیر مصفا حالت میں پڑے تھے۔ جس کمرے کا باتھ روم بالکل عقب میں کھلتا تھا۔ ٹھاکر سنگھ نے اس کی عقبی کھڑکی کا ایک کانچ تھوڑا سا توڑ دیا اور کنڈی ڈھیلی کر دی تھی۔ داخل ہونے کے بعد کسی طرح کی دِقت نہ تھی۔ وہ ہر کمرے کے

Scanned with CamScanner

محل وقوع سے واقف تھا۔

ڈاک بنگلے کے عقب میں مکمل خاموشی تھی۔ کٹی ہوئی چٹانوں کے بالکل پیچھے اونچا پہاڑی جنگل شروع ہو جاتا ہے۔ اسے اپنا کام کر کے ڈاک بنگلے سے نکل کر عقبی جنگل میں گھسنے میں مشکل سے پانچ منٹ لگیں گے۔ ایک دفعہ وہ جنگل میں چلا گیا پھر اسے کوئی ڈھونڈھ نہیں سکے گا، بچپن سے وہ اس جنگل کو جانتا تھا۔ راتوں رات سفر کر کے وہ اس علاقے سے باہر نکل جائے گا کسی کے فرشتوں کو خبر تک نہ ہوگی۔

اس نے دو اُنگلیاں ٹوٹے ہوئے کانچ کے اندر داخل کر کے بے حد احتیاط سے کنڈی سرکائی اور کھڑکی کھول کر اندر چلا آیا۔ اندر جاتے ہی سب سے پہلے اس نے عقبی دروازہ کھول کر دیکھا، پیچھے کی طرف کوئی پہرے دار نہیں تھا۔ بے آواز طریقے سے اس نے دروازہ اندر سے بھیڑ دیا مگر کنڈی نہیں لگائی۔

یکا یک اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی کھڑکی کے پیچھے سے اسے تاک رہا ہے۔ بے آواز قدموں سے وہ باتھ روم کے دروازے پر ٹنگے ہوئے پردے کے پیچھے ہو گیا دیر تک چپ چاپ کھڑا رہا مگر نہیں یہ اس کا واہمہ تھا کمرے میں کوئی نہ تھا۔

اس نے باتھ روم کا دروازہ کھولنے کی کوشش کی مگر اس کا تو اسے بھی یقین تھا کہ یہ دروازہ باہر سے بند ملے گا حالانکہ دن میں وہ اسے کھول کر گیا تھا خیر اتنی احتیاط تو ملازم کریں گے ہی.....

Scanned with CamScanner

جوتے اس نے ڈاک بنگلے کے عقب میں آنے سے پہلے ہی کھول کر ہاتھ میں لے لیے تھے جو اس باتھ روم کے ایک کونے میں اس نے آہستہ سے رکھ دیے۔ اپنا رک سیک بھی اس نے اتار کر رکھ دیا اور رائفل بھی ایک کونے میں۔ اب اس کے کوٹ کی جیب میں صرف ایک خنجر پڑا تھا یہی قتل کا ہتھیار تھا یہی اس کے بچاؤ کا۔

بے آواز قدموں سے چلتا ہوا وہ دوسری کھڑکی کے قریب پہنچ گیا جو اندر کے کوریڈور میں کھلتی تھی اور جو صرف باتھ روم کے اندر سے بند ہو سکتی تھی کھڑکی کھول کر اس نے اندر کے کوریڈور میں نگاہ ڈالی پہلے گھپ اندھیرا۔ پھر ہلکی سی روشنی بے حد مدہم..... کوریڈور کے آخری کونے میں ایک کرسی پر سوئے ہوئے چوکیدار کے جسم کے پیچھے چھپی ہوئی لالٹین کی گہری کالونچ میں دبی دبی سی مٹی کے تیل کے آخری قطروں کی روشنی، مضمحل، بے کار۔

جب ٹھاکر سنگھ نے اچھی طرح جانچ لیا کہ کوریڈور میں کوئی نہیں ہے تو کھڑکی سے اتر کر کوریڈور میں دبے پاؤں چلتا ہوا سیدھے کنور کے کمرے کی طرف نہیں گیا، بلکہ آدھے کوریڈور سے گھوم کر دوسرے خالی بیڈ روم کے باتھ روم میں گھس گیا۔ اس باتھ روم کی ایک کھڑکی ساتھ والے باتھ روم کے اندر کھلتی تھی جو برسوں سے بند تھی۔ اس کے کانچ توڑ کر ان کی جگہ لوہے کے تیر سے لگا دیے گئے تھے جن پر ہرے رنگ کا پالش کیا گیا تھا۔ اس کی کنڈی دن میں ٹھاکر سنگھ کھول گیا تھا وہ خوش قسمتی سے اس وقت بھی کھلی تھی۔ اس کھڑکی کے راستے ٹھاکر سنگھ فوراً

Scanned with CamScanner

دوسرے باتھ روم میں کود گیا۔ یہ باتھ روم کنور کے بیڈ روم سے لگا ہوا تھا۔ اس باتھ روم میں پہنچ کر ٹھاکر سنگھ نے خنجر نکال کر دانتوں میں داب لیا اور پھر دونوں ہاتھوں سے دیواروں کو ٹٹولتا ہوا آہستہ آہستہ بے آواز قدموں سے کنور بیریندر سنگھ کے بیڈ روم میں پہنچ گیا۔

تپائی پر پڑے ہوئے دودھیا گلوب والے لیمپ کی روشنی بہت مدہم تھی کیونکہ بتی بہت نیچے کر دی گئی تھی پھر بھی جو روشنی چھن کر آ رہی تھی اس میں ٹھاکر سنگھ نے کنور بیریندر سنگھ کو ڈبل بیڈ پر لیٹے ہوئے پہچان لیا۔ خنجر ہاتھ میں لے کر وہ دبے پاؤں ڈبل بیڈ کی طرف بڑھتا گیا کنور بیریندر سنگھ اور بدر بائی دونوں ساتھ ساتھ لگے سو رہے تھے۔ مدہم مدہم روشنی میں دونوں کے ستے ہوئے چہرے عجیب سے لگ رہے تھے۔ دبے پاؤں آگے بڑھ کر وہ کنور بیریندر سنگھ کے سینے میں خنجر اتارنے ہی والا تھا کہ اس کا ہاتھ رک گیا حیرت سے اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

کنور بیریندر سنگھ اور بدر بائی دونوں مردہ تھے کسی نے ٹھاکر سنگھ سے پہلے ہی انہیں خنجر سے ہلاک کر دیا تھا۔

Scanned with CamScanner

ٹھاکر سنگھ کا دل دھک سے رہ گیا خنجر اس کے ہاتھ سے گر گیا چند لمحوں کے لیے زمین اس کے پیروں تلے گھوم گئی اس کا دماغ چکرا کر جامد ہو گیا۔ پھر یکا یک اس کے سارے حواس بیدار ہو گئے۔ اسے ایسا محسوس ہوا اور معاً اس کی چھٹی حس نے اسے بتایا کہ خود اس کی جان خطرے میں ہے کوئی بے آواز دبے پاؤں اس کے پیچھے پیچھے آ رہا ہے۔ چشم زدن میں وہ تیزی سے مڑا۔ سر کو نیچے جھکائے ہوئے پہلو بچا کر وہ ایک آدمی سے ٹکرایا جس کے ہاتھ میں چُھرا چمک رہا تھا۔ چُھرا صرف چند انچوں کے فاصلے سے اس کے جسم کے اندر جانے سے رہ گیا۔ ٹھاکر سنگھ نے پہلا وار خالی جاتا دیکھ کر حملہ آور کے پیٹ میں اتنے زور سے کہنی ماری کہ دبی ہوئی چیخ مار کر کمرے کے غالیچے پر گر پڑا۔ ٹھاکر سنگھ باتھ روم کی طرف بھاگنے ہی والا تھا کہ اس نے باتھ روم سے دو اور آدمیوں کو آتے ہوئے دیکھ لیا۔ ایک تیز جھٹکے سے اس نے دو دھیا کانچ والے لیمپ کے گلوب کو نیچے گرا

Scanned with CamScanner

دیا۔ آخری جھٹکے سے بتی بجھ گئی اور کمرے میں اندھیرا چھا گیا۔ عین اسی لمحہ ایک گولی چلی مگر ٹھاکر سنگھ گھٹنے کے بل چلتا ہوا بائیں بازو کا دروازہ کھول کر ساتھ کے چیمبر میں داخل ہو کر دوسرے دروازے کے باہر کوریڈور میں پہنچ گیا۔ جہاں دروازے کے بالکل قریب اس نے سوئے ہوئے چوکیدار کو دیکھا تھا تیزی سے نکلتے ہوئے وہ کرسی پر بیٹھے ہوئے چوکیدار سے ٹکرایا۔ چوکیدار کرسی سے نیچے گر کر کوریڈور کے فرش پر آ رہا۔

لیکن پھر وہ چوکیدار دوبارہ نہیں اٹھ سکا کیونکہ وہ بھی مردہ تھا۔ صرف ایک لمحہ میں ٹھاکر سنگھ نے یہ دیکھ لیا اور اسے یہ بھی محسوس ہو گیا کہ اس کی عقبی راہ فرار مسدود ہو چکی ہے۔ آن واحد میں اس نے اپنی رائفل اور رک سیک اور جوتے چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا اب وہ واپس اس باتھ روم میں جا کر انہیں نہیں لے سکتا تھا۔ وہ تیزی سے بھاگ کر بے آواز قدموں سے پورچ میں آ گیا اور ٹہلتے ہوئے پہرے دار پر پیچھے سے حملہ آور ہو کر اس نے اسے زمین پر گرا کر اسے دو گھونسوں میں بے ہوش کر دیا، پھر اس کی پیٹی کھول کر اور رائفل ہاتھ میں لے کر مغربی جانب سے فرار ہو گیا۔

اب اس کے تعاقب میں بہت سے قدموں کی آوازیں آ رہی تھیں ڈاک بنگلے میں بھگدڑ سی مچ گئی تھی لوگ زور زور سے اندھیرے میں چلا رہے تھے اور ڈاک بنگلے کے عقب میں دوڑ رہے تھے۔ پھر وہاں سے لوٹ کر سامنے کی پورچ کی طرف آ رہے تھے مگر جب تک وہ پورچ کے باہر بے ہوش پہرے دار کے جسم

Scanned with CamScanner

کے قریب پہنچے ٹھاکر سنگھ وہاں سے فرار ہو چکا تھا۔ وہ جنگل میں جا چکا تھا جھاڑی سے جھاڑی سر نیچا کیے چلتے ہوئے ہر پیڑ، چٹان یا کھڈ کی آڑ لے کر وہ ایک جانور کی طرح کبھی چوپائے کی طرح چلتے ہوئے کبھی تیز تیز دوڑتے ہوئے اس نے شمال کے گھنے جنگل کو جا لیا۔ پھر اس نے واپس مڑ کر دیکھا۔

تینوں ڈاک بنگلوں میں روشنیاں ہو رہی تھیں اور زور کی چیخ پکار چل رہی تھی اور پانچ لمبے تڑنگے سپاہی ہاتھ میں بندوقیں تھامے روشنیاں ساتھ لیے ڈاک بنگلے کے عقبی جنگل میں گھس رہے تھے۔ ہانپتے ہوئے ٹھاکر سنگھ نے سوچا اس نے اچھا ہی کیا جو وہ واپس عقبی جنگل میں نہیں گیا..... پھر بھی اس کا اب اس علاقے میں رہنا ٹھیک نہیں ہے.....!

Scanned with CamScanner

ساری رات وہ شمال کی جانب چلتا رہا اپنے گھر کے راستے کے بالکل مخالف سمت میں ساری رات وہ چلتا رہا ایک منٹ کے لیے نہیں رکا۔ خوش قسمتی سے آج رات نہ کہیں بارش ہوئی نہ برف پڑی نہ جھکڑ چلا شفاف تاروں بھری رات تھی جب بھی وہ آسمان کی طرف دیکھتا اسے درشنا کا دوپٹہ مقیش کے ستاروں سے ٹکا ہوا یاد آجاتا جیسے آسمان درشنا کا گھونگھٹ تھا۔

عجیب بات تھی اس وقت بھی جب وہ اپنی زندگی کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا کر بھاگ رہا تھا اسے درشنا یاد آ رہی تھی وہ لوگ اسے باجور پور جانے والے راستے کے اطراف میں ڈھونڈیں گے، جدھر اس کا گھر تھا اور وہ جا رہا تھا اس کی بالکل مخالف سمت کیوں کہ اس کی جان کا تحفظ اسی میں تھا۔

مگر کون تھے وہ لوگ؟ کہاں سے آئے تھے؟ کیوں انھوں نے کنور بیریندر سنگھ اور بدر بائی کو قتل کیا یقینا وہ راجہ نرسنگھ کے آدمی نہیں ہو سکتے کیوں کہ

Scanned with CamScanner

راجہ نرسنگھ راج نے صرف اسے کنور کو قتل کرنے پر مامور کیا تھا اور بدر بائی کو زندہ چھوڑ دینے کی بڑی سختی سے تاکید کی تھی اس لیے یہ کون لوگ تھے؟ جو اس سے پہلے ہی وہاں پہنچ گئے تھے؟ اور پھر انھوں نے اس پر حملہ کیوں کیا تھا؟ اس کی اپنی ذات سے انہیں کیا دشمنی تھی وہ تو محض ایک غریب شکاری تھا فقط ایک ریاستی غلام۔ جس قدر دور تک سوچنے کی کوشش کرتا اسے اپنا کوئی دشمن نظر نہ آتا یہ کیا ہوا؟ کیسے ہوا؟ اس کے پس منظر میں کیا راز چھپا ہے؟ جتنا وہ ان امور پر غور کرتا اتنا اپنے آپ کو گہری تاریکی میں پاتا۔

مگر وہ ایک سادہ مزاج، سادہ لوح، سادہ طبیعت کا نوجوان ٹھاکر تھا۔ اس کا دماغ بہت دیر تک ان پیچیدہ الجھنوں پر غور کرنے کا قائل نہ تھا بہت جلدی اس نے ان خیالات کو اپنے دل سے نکال دیا۔ وہ محض اسی بات پر خوش تھا کہ اسے کنور یا بدر بائی کی جان نہیں لینا پڑی بلا شبہ وہ کنور کو پسند نہیں کرتا تھا۔ عالمِ خیال میں اس نے کئی بار کنور کو غیض وغضب سے مغلوب ہو کر اسے گلے سے پکڑ لیا تھا اور چابک سے اس کی کئی بار ٹھکائی کی تھی۔ چشمِ تصور میں اس نے کنور بیریندر سنگھ کو کئی بار اپنے سامنے گڑگڑاتے مار کھاتے روتے اور اپنے پاؤں پکڑتے دیکھا تھا مگر مردہ نہیں۔ ایک بار بھی اس کے دل میں انتقام لینے کے لیے کنور کو جان سے مار دینے کا خیال نہیں آیا تھا اس وقت بھی۔ کنور اور بدر بائی کی مردہ لاشیں اس کے سامنے گھوم گئیں، بہت بُرا ہوا۔ خنجر تو اس نے بھی اُٹھایا تھا بلکہ کسی نے اس کے ہاتھ کو ایک ہک کی طرح استعمال کیا تھا پھر بھی، عین وقت پر بھگوان نے اسے اس

Scanned with CamScanner

خون سے بچالیا وہ اس امر پر خوش تھا۔ ایک منٹ کے لیے بھی وہ نہیں رکا ساری رات چلتا رہا۔ ایک ہی چال سے سدھے ہوئے خچر کی طرح وہ اپنی چال کو دھیما کیے بغیر گھنٹوں ایک ہی رفتار سے چل سکتا تھا۔ بچپن ہی سے اس کے باپ نے جنگل میں دوڑنے کی مشق کرا کر اس کا دم پختہ کر دیا تھا۔ اس کے پھیپھڑے بڑے مضبوط تھے۔ رکے بغیر وہ صبح تک چلتا رہا۔ جب بھور ہوئی تو اس نے بارکوئیاں کے شمالی پہاڑ کو طے کر لیا تھا اور اب وہ اس پہاڑ کے دوسری طرف ایک اونچی گھاٹی پر کھڑا نیچے بیگان وادی کو دیکھ رہا تھا۔ اس سے پہلے وہ کبھی بیگان وادی میں نہ آیا تھا۔ اس نے اسے صرف اپنے والد کے بیان کے مطابق پہچاننے کی کوشش کی۔ چاروں طرف برف پوش روکھے سوکھے پہاڑ ننگی مخروطی چوٹیاں وادی میں بیگان دریا کے پاٹ کے پتھر چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے کہیں پر نہ کوئی کھیت تھے نہ روئیدگی نہ پیڑ نہ جھاڑی۔ بیگان دریا کے تقریباً خشک پاٹ میں اس وقت مشرقی پہاڑوں سے آنے والا گرم پانی کا ایک نالہ آ کے مل رہا تھا۔ بیگان دریا کا پانی ٹھنڈا تھا نالے کا پانی گرم تھا جہاں پر دونوں پاٹ ملتے تھے وہاں دور تک پانی کی سطح پر بھاپ اڑتی تھی۔ اسی ٹھنڈے اور گرم پانی کے سنگم سے ٹھاکر سنگھ نے بیگان وادی کو پہچانا تھا اس سنگم سے اور اس شوالے سے جو اس گرم پانی کے نالے کے کنارے ایک اونچی چٹان میں سیڑھیاں کاٹ کر اس کے اوپر تعمیر کیا گیا تھا۔ اس مندر کے قریب ایک چھوٹی سی سرائے بھی تھی یہ سرائے اور یہ شوالا روہیت گڑھ کے راجہ نے تعمیر کرایا تھا کئی سو سال پہلے۔ بہار سے خزاں تک یہاں آس پاس

Scanned with CamScanner

کے پہاڑی علاقوں سے جلدی امراض کے بہت سے روگی آتے تھے کیوں کہ تپتے پانی کا نالہ ہر طرح کے جِلدی امراض کو دور کر دینے کی شہرت رکھتا تھا پہاڑی لوگ اسے تتا پانی کہتے تھے۔ نیچے میدانوں سے آنے والے مریض اس نالے کو گرم گنگا کے نام سے پکارتے تھے۔ ایک دفعہ گجراج سنگھ بھی یہاں آیا تھا جب شہر کے کسی ڈاکٹر یا وید یا حکیم کے علاج سے اس کا گٹھیا دُور نہ ہوا تھا تو کسی نے اسے بیگان وادی میں جانے کی صلاح دی تھی۔

باجور پور سے چار دن کا سفر تھا مگر اس قدر کٹھن اس قدر پُرخطر اس قدر دہشت ناک کہ بہت کم لوگ ادھر آنے کی جرأت کرتے تھے۔ زیادہ تر لوگ گرمیوں میں آتے تھے جب بیگان وادی میں دو ماہ کے لیے میلا لگتا تھا ان دنوں قافلوں کی صورت میں سفر ہوتا تھا۔ مگر اب تو سردیاں تھیں چاروں طرف برف پوش پہاڑ کھڑے تھے۔ شوالا اور سرائے دونوں سنسان معلوم ہوتے تھے شوالے کے اوپر ایک گیروا جھنڈا لہرا رہا تھا..... اس کے باپ نے اسے بتایا تھا کہ پندرہ دن تتے پانی کے نالے میں نہانے سے اور یہی تتا پانی پینے سے اس کا گٹھیا ہمیشہ کے لیے دور ہو گیا تھا۔

صبح کی دھند میں سورج کا چہرہ ایک پیلا مفلر اوڑھے ٹھٹھرتا معلوم ہوتا تھا۔

کیسا بھیگا بھیگا غم ناک سا چہرہ تھا۔ معلوم ہوتا ہے سورج کی ناک بہہ رہی ہے۔

مشرقی ہواؤں میں کسی تیز چاقو کی دھار ہے۔ رات بھر جو وہ چلتا رہا ہے تو اس کا بدن گرم رہا تھا مگر اب اس کا جسم بالکل تھک چکا ہے۔ یخ بستہ ہواؤں

Scanned with CamScanner

کے تھپیڑے کسی جنگل جھاڑی پیڑ کی مزاحمت نہ پا کر سیدھے اس کے جسم سے ٹکرا رہے تھے..... اس کے سارے بدن میں شدید کپکپی سی دوڑنے لگی۔

وہ بیگان وادی کے اندر نیچے اتر گیا اور کپڑے اتار کر گرم گنگا کے گرم گرم پانیوں میں گھس گیا۔

نرم گرم اور لچکیلی بانہوں کی طرح پانی اس کے جسم کے چاروں طرف گھوم رہا تھا کبھی وہ ڈبکی لگاتا کبھی پانی منہ میں لے کر زور سے کلی کرتا۔ اس وادی میں وہ اکیلا انسان تھا ورنہ چاروں طرف برف پڑی تھی اور بیگان دریا کا پاٹ زیادہ تر مغربی سمت کو مڑ کر بہہ رہا تھا۔

گرم گنگا کا پانی ایک ہی طرح کا گرم نہیں تھا کہیں پر کم گرم تھا کہیں پر زیادہ گرم تھا غور سے دیکھنے پر پتہ چلا کہ یہ گرم گنگا کوئی ایک نالہ نہیں ہے، راستے میں جگہ جگہ پر گرم پانی کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ ایک کا پانی دوسرے میں بہتا ہے، دوسرے کا تیسرے میں، کسی کا پانی کم گرم ہے کسی کا زیادہ۔

جب اس کا بدن زیادہ گرم پانی سے جلنے لگتا تو وہ کم گرم پانیوں میں اتر آتا۔ نہاتے نہاتے وہ پانی کے بہاؤ پر دور نکل گیا اور موڑ کاٹ کر شوالے کے نیچے ذرا گہری اور معتدل گرم ڈاب میں تیرتا رہا۔ مغرب کی جانب شوالے کی سیڑھیوں اور مندر کی عمارت نے ہواؤں کو روک لیا تھا۔ پھر شمال سے جنوب مغرب تک نیم دائرے کی صورت میں ڈاب کے کنارے کنارے اونچی چٹانوں نے کھڑے ہو کر عافیت کی صورت پیدا کر دی تھی، اس لیے گرم پانی میں نہانے کے لیے یہ جگہ

Scanned with CamScanner

بہترین تھی۔

نہانے کے بعد اسے بھوک لگی اور رات کے سفر سے ننگے پاؤں تلووں میں چبھے ہوئے کانٹے اک دردناک اذیت سے اسے بے تاب کرنے لگے حالانکہ اس کے تلوے کسی جنگلی جانور ہی کی طرح سخت ہو چکے تھے اور چھوٹے چھوٹے کانٹوں کی وہ پروا بھی نہیں کرتا تھا۔ مگر رات کو دوڑتے دوڑتے چار پانچ سخت نکیلے کانٹے اس کے تلووں میں پھنس کر ٹوٹ گئے تھے اور اب ان کا درد بڑھ رہا تھا۔

جب تک وہ گرم پانی میں رہتا درد کم رہتا جونہی وہ شوالے کی سیڑھیوں پر آتا درد بڑھ جاتا۔

وہ گرم پانی سے نکل کر شوالے کی سیڑھی پر ننگا بیٹھ گیا اور ایک پاؤں سکوڑ کر اپنے تلوے میں ٹوٹے ہوئے کانٹوں کو غور سے دیکھنے لگا یکا یک اس نے اپنے پیچھے آہٹ محسوس کی۔

آہٹ پاتے ہی وہ پیچھے مڑا۔

مندر کی سیڑھیوں پر ایک لڑکی ہاتھ میں کٹورا لیے کھڑی تھی۔ جلدی سے پائجامہ گھسیٹ کر اس نے اسے اپنی زانوؤں پر رکھ لیا۔ اتنے میں لڑکی نے منہ پھیر لیا تھا مگر وہیں کھڑی تھی۔

ٹھاکر سنگھ نے کہا:

''ٹھہرو میں کپڑے پہن لوں۔''

جب وہ کپڑے پہن چکا تو آہستہ سے کھنکارا، لڑکی نے اس کی طرف منہ کر لیا۔ شرم سے اس کا چہرہ لال تھا۔ ٹھاکر سنگھ نے آنکھیں جھکا کر اپنے تلووں کی

Scanned with CamScanner

طرف دیکھتے ہوئے کہا:

''تمہارے پاس کوئی سوئی ہو گی؟ پاؤں میں بہت سے کانٹے چبھ گئے ہیں۔''

لڑکی نے کٹورا پتھر کی سیڑھی پر رکھ دیا اور کچھ کہے بغیر شوالے کے پیچھے سرائے میں گھس گئی۔ چند منٹوں کے بعد ایک بڑی سی سوئی لے کے آئی اور اس کے پاؤں کے کانٹے نکالنے لگی۔ اس کے ہاتھوں کی گلابی پوریں کلیوں کی طرح لمبی اور مخروطی تھیں۔

اتنے کانٹے کیسے چبھ گئے؟

لڑکی نے تلوے سے ایک پھانس نکال کر پوچھا۔

اس کی پلکیں کتنی لمبی ہیں اور کانٹے دار..... ٹھاکر سنگھ نے لڑکی کی بڑی بڑی آنکھیں اپنے چہرے پر جمی دیکھ کر سوچا اور بولا:

''ننگے پاؤں چل رہا تھا۔''

''جوتا کہاں تھا؟''

''راستے میں پھٹ گیا''

''اوہ.....!''

لڑکی سر جھکا کے کانٹے نکالنے لگی۔

''تم یہاں اکیلی رہتی ہو؟''

''نہیں..... باپو سنگ''

''تمہارے باپو کیا کرتے ہیں؟''

Scanned with CamScanner

''مندر کے پجاری ہیں ہم تو بارہ ماہ یہیں رہتے ہیں''

''اوہ.....!'' ٹھاکر سنگھ کے منہ سے نکلا پھر زور کی ایک سی۔

''کانٹا گہرا چلا گیا ہے۔''

لڑکی نے اسے مسکرا کے بتایا۔

''اچھا.....!'' ٹھاکر سنگھ نے مسکرانے کی کوشش کی مگر پھر زور کی ایک سی اس کے حلق سے نکلتے ہی کانٹا بھی اس کے تلوے سے نکل گیا۔ لڑکی نے کانٹا ہاتھ میں لے کر اسے دکھایا پھر انگلی سے اپنے سفید دانتوں کی ریخوں کا لعاب نکال کر گھاؤ میں بھرنے لگی۔

''اس سے کیا ہوتا ہے؟''

ٹھاکر سنگھ نے پوچھا۔

''گھاؤ فوراً بھر جاتا ہے۔''

''اچھا۔''

لڑکی ایک اور کانٹا نکالنے لگی۔

''تمہارا نام کیا ہے؟''

''ٹھاکر سنگھ''

''اور تمہارا؟''

''موہنا.....!''

خاموشی سے چند کانٹے اور نکالے گئے۔ پھر موہنا نے دوسرے پاؤں کا تلوا اپنے ہاتھ میں لیا تو ٹھاکر نے پوچھا۔

Scanned with CamScanner

''تم اور پنڈت جی یہاں بارہ ماہ کیسے رہتے ہو؟''

''سرکاری رسد ملتی ہے۔''

''سردیوں میں یہاں کوئی آتا ہے؟''

''کوئی نہیں آتا سب لوگ نیچے وادیوں میں اتر جاتے ہیں پتہ نہیں تم کیسے آ گئے؟''

''میں اوپر ڈھکی پر بیمار پڑ گیا تھا اب اتر رہا ہوں۔''

ٹھاکر سنگھ نے ایک لمبے وقفے بعد جواب دیا لڑکی اس کا جواب سن کر خاموشی سے اس کے تلوے سے کانٹے نکالتی رہی۔

کانٹے نکال چکنے کے بعد بولی:

''لو، ہو گیا۔''

ٹھاکر سنگھ نے مندر کی سیڑھیوں پر چل پھر کر دیکھا اب تلوؤں میں درد نہیں ہوتا تھا۔ سارے کانٹے نکل چکے تھے ٹھاکر سنگھ نے مسکرا کے اس کا شکریہ ادا کیا۔

لڑکی کچھ نہیں بولی۔ کٹورا ہاتھ میں اٹھا کر نیچے آخری سیڑھی اتر گئی اور بیٹھ کر پانی میں سے کچھ نکالنے لگی۔

ٹھاکر سنگھ بھی اس کے قریب چلا گیا۔

آخری سیڑھی کے کنارے کنارے دور تک زرد رنگ کی بالائی ایسی تہ پانی کے اوپر جمی تھی۔ کوئی ایک چوتھائی انچ موٹی تہ اور دو تین انچ لمبی جھالر نما سبزی مائل زرد تہ کی جھالر سیڑھی کے کنارے ہولے ہولے پانی کے بہاؤ سے ہل رہی تھی اور بالائی نما تہ سے ایک عجیب قسم کی بو آتی تھی کچھ کچھ گندھک اور شورے

Scanned with CamScanner

سے ملتی جلتی۔

لڑکی پانی میں ہاتھ ڈال کر موٹی موٹی بالائی کی تہوں کو اکٹھا کرتی اور کٹورے میں ڈالتی جاتی۔

ٹھاکر سنگھ نے پوچھا، ''اس کا کیا کرو گی؟''

''اس کی گولیاں بناؤں گی۔''

یہ کاہے کے لیے؟

''میلے کے دنوں میں یہاں بہت جاتری آتے ہیں تب یہ بالائی یہاں نہیں ملتی۔ سردیوں میں اسے جمع کر کے اس کی گولیاں بٹتی ہوں، سُکھا لیتی ہوں۔ میلے کے دنوں میں سب بک جاتی ہیں۔''

''کس کام آتی ہیں؟''

''گھاؤ پر پیس کر لگائی جاتی ہیں۔ پھوڑے پھنسی پر لگتی ہیں، کھائی بھی جاتی ہیں، خون صاف ہوتا ہے بہت اچھی گولیاں ہیں۔''

''غوں.....!''

''غوں کیا.....؟''

موہنا نے حیرت سے ٹھاکر سنگھ کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''مجھے بھوک لگی ہے۔''

''ٹھہرو کٹورا بھر لوں تو تمہیں سرائے میں لے کر چلتی ہوں۔''

Scanned with CamScanner

باجور پور واپس جاتے ہوئے اسے موہنا اور اس کے باپ مشیر منسارام کا خیال آیا وہ دو دن ان کی سرائے میں رہا تھا۔ کیوں کہ برف گر رہی تھی۔ ان دو دنوں میں باپ بیٹی دونوں نے اس کا بہت خیال کیا۔ دونوں دن اسے پیٹ بھر کے کھانا کھلایا۔ رات کو سونے کے لیے گرم کمبل دیا۔ دھیال یعنی دھان کے سوکھے خوشوں والے بستر پر سلایا۔ اسی دھیال کو لے کر ٹھاکر سنگھ نے اپنے پاؤں کے لیے ایک مضبوط چپل بٹ لیا۔ برف پر چلنے کے لیئے دھان کا چپل سب سے اچھا رہتا ہے۔ چلتے وقت دو دن کا کھانا اس کے ساتھ دیا۔ مشیر منسار رام کا گمبھیر بھگتی بھاؤ میں ڈوبا ہوا چہرہ بار بار اس کی آنکھوں کے سامنے آ جاتا۔ اس کی ملاطفت میں اسے اپنے مرحوم باپ کی شفقت کی ایک جھلک ملی تھی اور موہنا کتنی معصوم اور بھولی بھالی تھی اور درشنا سے کتنی مختلف تھی۔ کتنی پاکیزہ نگاہیں تھیں اس لڑکی کی، کوئی چھل، فریب، کپٹ، دھوکا دھڑی کی کوئی بات ان نگاہوں میں نہیں

Scanned with CamScanner

تھی۔ اس کا جی اسی طرح کے لوگوں میں رہنے کو چاہتا ہے۔ پتہ نہیں کیا بات ہے کیوں شہروں میں ایسے لوگ نہیں ملتے ہیں۔ کچھ عجیب سے چہرے ہو گئے ہیں شہروں میں، سب کچھ ہوتے ہوئے بھی لوگ کچھ بھوکے بھوکے نظر آتے ہیں آنکھیں پیاسی، ہونٹ لالچی اور زبان جیسے جھوٹ پر جھوٹ کی تہیں جماتی جاتی ہے۔ لفظوں کے انبار میں وہ گھبرا جاتا ہے۔ جیسے برف پر برف گرتی ہے اور وہ کمر تک اس برف میں دھنستا چلا جاتا ہے۔ اتنے لفظوں کی ضرورت کیا ہے؟ آدمی کو زندہ رہنے کے لیے بہت کم لفظ چاہئیں۔ اسے لگتا ہے جیسے شہر کے لوگ اسے بہت سارے لفظ دے کر اس سے کچھ چھیننا چاہتے ہیں۔ ہمیشہ اسے شہر میں رہ کر ایسا احساس کیوں ہوتا ہے جیسے چاروں طرف وہ تیزی سے گھومنے والی پُتلیوں کی نگاہوں کے جال میں ہے۔ شہر میں رہ کر اسے ہمیشہ جنگل سے زیادہ خطرے کا احساس ہوتا ہے اسی لیے تو وہ شہر سے بچ کر کترا کر جنگل میں پناہ لینا چاہتا ہے مگر درشنا.....!

درشنا کا خیال آتے ہی اس کے قدم تیز ہونے لگے، کیسے وہ اس کا انتظار کر رہی ہوگی؟ ڈھیر سارے نئے کپڑے اس نے خریدنے ہوں گے اور گھر کی کئی نئی چیزیں اور اب بہت بے صبری سے وہ اس کا انتظار کر رہی ہوگی۔

تین روز کے لگا تار سفر کے بعد جب وہ باجور پور پہنچا تو رات کا پہلا پہر گزر چکا تھا۔ بھوکا پیاسا جب وہ اپنی گلی میں پہنچا تو گلی میں مکمل سناٹا تھا صرف گلی کے پتھریلے فرش پر اس کی دھان کی چپلوں کی کھسر کھسر سنائی دے رہی تھی۔

Scanned with CamScanner

اپنے گھر کے قریب آ کر وہ چند لمحوں کے لیے رکا، رائفل کو ٹھیک سے سنبھالا اور کارتوس کی پیٹی کو ٹھیک کیا۔ پھر دروازے پر دستک دینے کے لیے آگے بڑھا۔ یکا یک وہ دروازہ دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

دروازے پر تالا پڑا تھا۔

چند لمحوں تک وہ ہکّا بکا اس تالے کی طرف دیکھتا رہا تالا تالا.....؟ تالا کیوں پڑا ہے؟ تالا ہے تو.....تو پھر درشنا کہاں ہے؟ کہاں جا سکتی ہے درشنا.....؟

چند لمحوں تک اس کا دماغ گھومتا رہا پھر یکا یک وہ کچھ سوچ کر مسکرا دیا اس کے پیچھے اپنے آپ کو اکیلا پا کر وہ شاید اس کے باپ کے دوست شکاری ہردیال سنگھ کے گھر پر چلی گئی ہو گی۔ قریب ہی میں تو شکاری ہردیال سنگھ کا گھر ہے جہاں وہ اپنے بیوی بچوں کے ہمراہ رہتا ہے۔ شکاری ہردیال اس کے باپ کا دوست۔ وہ درشنا اور ٹھاکر سے اپنے بچوں کی طرح محبت کرتا ہے۔ یقیناً درشنا اسی کے گھر گئی ہو گی۔

یہ سوچ کر ٹھاکر سنگھ نے ہردیال کے گھر کی جانب قدم بڑھائے۔ گلی کے آخری سرے پر ہردیال کا مکان تھا۔ ٹھاکر سنگھ نے وہاں پہنچ کر بڑے زور سے کنڈی کھٹکھٹائی۔

اندر سے آواز آئی ''کون ہے؟''

یہ ہردیال بول رہا تھا۔

ٹھاکر سنگھ نے بلند آواز میں کہا:

Scanned with CamScanner

''میں ہوں ٹھاکر سنگھ دروازہ کھولو۔''

اندر سے گھبرائے ہوئے انداز میں کچھ برتنوں کے گرنے کی کچھ کھٹیا کے پلٹ جانے کی آواز آئی پھر دھیمی دھیمی پریشان سی آوازیں، پھر چند لمحوں کے لیے مکمل سناٹا ہو گیا۔

ٹھاکر سنگھ دوبارہ زور سے کنڈی کھٹکھٹانے والا ہی تھا کہ چر کی آواز سے سامنے کا دروازہ آہستہ سے کھلا، کوئی دو انچ کے قریب، اندر سے کوئی جھانک کر اسے پہچان رہا تھا۔

پھر جلدی سے دروازہ کھل گیا اور ہردیال نے اپنا مضبوط ہاتھ باہر ڈال کر ٹھاکر سنگھ کو اندر کھینچ لیا اور فوراً دروازہ بند کر دیا۔

ٹھاکر سنگھ کی سمجھ میں کچھ نہ آیا، ہردیال اسے مضبوطی سے پکڑے ہوئے اندر لے گیا۔ اندر سونے کے کمرے میں دو پلنگوں پر ہردیال کے چاروں بچے گہری نیند میں غافل سو رہے تھے۔ ہردیال کی بیوی جمنا ایک کھٹیا کا سہارا لے کر کھڑی پھٹی پھٹی وحشت آمیز نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

ٹھاکر سنگھ نے پوچھا:

''درشنا کہاں ہے؟''

ہردیال نے اس کے لیے اپنی کھاٹ پر جگہ بنائی اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولا:

''یہاں بیٹھو۔!''

Scanned with CamScanner

''درشنا کہاں ہے؟''

جمنا جلدی سے بولی: ''تمھیں ٹھنڈ لگ رہی ہو گی تمہارے لیے چائے بناؤں؟''

''نہیں چاچی۔ پہلے یہ بتاؤ درشنا کہاں ہے؟''

''میں تمہارے لیے چائے بناتی ہوں۔''

کہہ کر جمنا جلدی سے کمرے سے باہر نکل گئی۔

''درشنا کہاں ہے؟''

ٹھاکر سنگھ نے غرا کر ہردیال سے پوچھا۔

''آہستہ بولو۔'' ہردیال نے ٹھاکر سنگھ کے کندھے پر اپنا ہاتھ زور سے رکھ دیا۔ ''ابھی بتاتا ہوں ذرا گڑگڑی تو جمالوں۔''

ہردیال ٹھاکر سنگھ کو چھوڑ کر جلدی سے کچن میں گھس گیا، چند منٹ کے بعد اپنا حقہ سلگا کر لے آیا اور ٹھاکر سنگھ کے سامنے رکھ کر بولا: ''لو اسے پیو۔''

''نہیں''

''ایک کش تو لو۔''

ٹھاکر سنگھ نے ایک کش جلدی سے لیا اور گڑگڑی ہردیال کو تھما دی ہردیال نے دو تین کش گہرے لیے..... فضا میں تمباکو کا دھواں بھر گیا۔ ٹھاکر سنگھ کو ہردیال کا چہرہ بہت دور جاتا ہوا محسوس ہونے لگا اس نے پھر پوچھا:

''درشنا؟''

Scanned with CamScanner

دھوئیں کے مرغولوں میں دبی ہوئی ایک تلخ آواز اس تک پہنچی۔

''چلی گئی''

''چلی گئی؟''

''ہاں.....!''

''کہاں؟''

ہردیال نے پھر ایک لمبا کش لیا بولا ''جس دن تم گئے اسی دن شام میں راج محل سے ایک پالکی اسے لینے کے لیے آئی تھی درشنا اس میں بیٹھ کر چلی گئی۔''

پہلے ایک تاریک طویل خاموش لمحہ پھر جیسے ایک ساتھ ایک لاکھ بے آواز توپیں چل گئیں۔ فضا میں تاریک دھجیاں سی بکھرنے لگیں، جیسے اس کا سارا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو کر فضا میں بکھر رہا ہو، پہلے چند لمحوں میں یا چند منٹوں میں اسے معلوم نہ رہا کہ وہ کہاں پر ہے۔

پھر جب وہ ہوش میں آیا تو اسے محسوس ہوا کہ وہ ہردیال کی کھٹیا پر بیٹھا ہے اور تھر تھر کانپ رہا ہے۔ اس کی ٹانگیں پگھلتی جا رہی ہیں اور سانس اس کے سینے میں رک رک کر ایک گولہ سا بنتی جا رہی ہے۔ شاید اس کا سینہ پھٹ جائے گا۔ پھر اسے محسوس ہوا کہ جمنا نے ایک گلاس اس کے منہ سے لگا دیا ہے اور کوئی سیال سی شے اس کے حلق میں اتر رہی ہے۔ اسے معلوم ہوا کہ وہ دیوار سے لگا کھٹیا پر بیٹھا دونوں طرف تکیوں کا سہارا لیے ہوئے ہے۔ ہردیال کا ہاتھ اس کے ایک کندھے سے دوسرے کندھے تک ہے اور جمنا دیوار سے لگی کھڑی رو رہی ہے۔

Scanned with CamScanner

''غوں''.....''غوں''.....کہیں دور سے ہردیال کی آواز آرہی ہے۔

داروغہ ساونت سنگھ خود آیا تھا درشنا کو لینے کے لیے۔ درشنا اپنے کپڑوں کا بکسا بھی ساتھ لے گئی وہ جاتے سمے بہت خوش دکھائی دیتی تھی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے اس پر جبر نہیں کیا تھا۔ لوگ کہتے ہیں کہ درشنا کو راج محل کا وہی حصہ رہنے کے لیے دیا گیا ہے جو بدر بائی کو ملا تھا۔ تمہارے باپ نے بڑی غلطی کی جو تمہارے لیے ایک خوبصورت بہو لے کے آیا۔ جو لوگ راج محل کے آس پاس رہتے ہیں، وہ کبھی خوبصورت بیویاں نہیں رکھتے۔ عام سیدھی سادی گھریلو بیویاں ہونی چاہییں ہماری۔ ورنہ پالکی آجاتی ہے اور کوئی کچھ نہیں کرسکتا۔

''میں جان لے لوں گا نرسنگھ راج کی'' ٹھاکر سنگھ غرایا اور کھٹیا سے اٹھنے کی کوشش کرنے لگا مگر ہردیال سنگھ نے دونوں ہاتھوں سے اسے اس کی کمر کو پکڑ لیا۔ ٹھاکر سنگھ نے اپنے آپ کو چھڑانے کی بہت کوشش کی مگر ہردیال نے اسے اٹھنے نہیں دیا۔

بے وقوف مت بنو باہر گلی گلی باجور پور اور ہانسوارہ راجیہ کے بازاروں میں تمہارے فوٹو لگے ہیں تم اشتہاری مجرم ہو۔ تم نے کنور بیریندر سنگھ کا خون کیا ہے تمہارے سر پر ایک ہزار روپے کا انعام ہے۔

''غوں''.....ٹھاکر سنگھ کے نتھنے غیض وغضب پھڑکنے لگے۔

''کیا.....؟''

''میں نے کنور کا خون نہیں کیا ہے؟''

Scanned with CamScanner

''کس کو یقین آئے گا ؟ ہردیال بولا، ''ستیا گڑھی ڈاک بنگلے کے باتھ روم میں تمہارا جوتا تمہاری رک سیک اور تمہاری رائفل پائی گئی۔''

''دھوکا؟''

ہاں صاف کھلا دھوکا تم کو سیتا گڑھی بھیج کر درشنا کو اپنے محل میں بلوالیا۔تم ادھر گئے درشنا ادھر محل میں آئی۔تمہیں قتل کے جرم میں ماخوذ کر کے ہمیشہ کے لیے تمہارا منہ بند کر دیا۔

مگر میں نے قتل نہیں کیا جب میں کنور کے کمرے میں گھسا تو وہ اور بدر بائی دونوں پہلے سے مردہ تھے۔کسی نے ان کو پہلے ہی سے۔

ہردیال حیرت سے ٹھاکر سنگھ کی طرف دیکھنے لگا۔ٹھاکر سنگھ کے چہرے کو دیکھ کر اسے یقین ہو گیا کہ جو کچھ ٹھاکر سنگھ کہہ رہا ہے بالکل سچ ہے۔

''تو اور بھی گہری چال کھیلی گئی تم سے۔''

ہردیال بولا:

''قتل کسی اور سے کروا لیا گیا ہے اور تم کو اس میں پھنسا دیا گیا کہ عین موقع پر اگر تم ڈر جاؤ یا انکار کر دو یا نہ کر سکو تو بھی قانون کی نگاہوں میں محفوظ نہ رہ سکو.....شاباش ہے داروغہ ساونت سنگھ۔''

''داروغہ کیوں؟''

''کیوں کہ ایسی ترکیبیں وہی سوچتا ہے۔''

''ہٹو مجھے چھوڑ دو میں دونوں کی جان لے کے رہوں گا۔''

Scanned with CamScanner

''بیٹھو بے وقوف مت بنو تم کچھ نہیں کر سکتے۔ تم راج محل میں داخل کیسے ہو سکتے ہو۔ محل کے باہر ستر آدمی کی گارڈ کا پہرہ رہتا ہے۔ ساونت سنگھ کی ڈیوڑھی پر پندرہ آدمی پہرہ دیتے ہیں، اندر راج محل کے زنانے کے باہر پچاس سپاہیوں کی نفری ہے۔ رات کو راج محل کا دروازہ اندر سے بند کر دیا جاتا ہے۔ کوئی راستہ ہی نہیں ہے اندر جانے کا تم درشنا تک کسی طرح نہیں پہنچ سکتے۔''

زور کے جھٹکے سے ٹھاکر نے اپنے آپ کو چھڑا لیا اور کمرے سے باہر نکل گیا، ہردیال اس کے پیچھے پیچھے دوڑا گیا۔ تب تک ٹھاکر نے باہر کے دروازے کی کنڈی کھول لی تھی۔ ہردیال نے گھر سے باہر نکل کر اسے دامن سے پکڑ لیا اور بولا:

''جاؤ بیشک چلے جاؤ جو کرنا ہے کر ڈالو مگر پہلے میری ایک بات سنتے جاؤ صرف ایک بات۔''

''بولو'' ٹھاکر غرایا۔

ہردیال نے اپنی جیبیں ٹٹول کر ماچس نکالی ایک تیلی جلائی اور اپنے گھر کی دیوار کی طرف رخ کر کے روشنی کی۔

چند لمحوں کے لیے دیا سلائی کی روشنی دیوار پر چپکے ہوئے ایک پوسٹر پر پڑی۔ ٹھاکر سنگھ نے دیوار پر چپکے ہوئے کاغذ پر اپنی تصویر پہچانی نیچے، جلی حروف میں لکھے ہوئے انعام کی طرف ہردیال نے اشارہ کیا۔

''ایک ہزار روپے انعام۔''

Scanned with CamScanner

پھر دیا سلائی بجھ گئی دونوں کچھ دیر تک اندھیری گلی میں کھڑے ایک دوسرے کو تکتے رہے پھر ٹھاکر سنگھ ہردیال کے ہمراہ اس کے گھر کے اندر چلا گیا۔

گھر کے اندر کی چھوٹی سی ڈیوڑھی میں کھڑے کھڑے ٹھاکر سنگھ نے اپنے آپ سے، ہردیال سنگھ سے یا اس اوپر والے سے پوچھا:

''اب میں کیا کروں؟''

''تم کچھ نہیں کر سکتے ہردیال کی آواز میں بڑی بے بسی تھی۔

ٹھاکر سنگھ کے پاؤں لڑکھڑائے۔

ہردیال بولا:

''اگر تم صبح تک اس شہر میں پائے گئے تو کتے کی موت مارے جاؤ گے اس وقت تمہارا یہاں سے بھاگ جانا ہی بہتر ہے۔''

''کہاں جاؤں میں؟''

''جہاں پولیس تمہاری گرد بھی نہ پا سکے۔ بھگوان نے ہمارے علاقے کے اردگرد اتنے بڑے جنگل اور اونچے پہاڑ کس لیے بنائے ہیں۔؟''

''جنگل.....جنگل.....'' امید کی ایک کرن ٹھاکر سنگھ کے دل میں جاگی۔

''تمہیں فوراً یہاں سے چل دینا چاہیے راتوں رات یہاں سے نکل جانا چاہیے، جو کچھ مجھ سے ہوسکتا ہے میں کروں گا تمہارے لیے۔''

ہردیال ٹھاکر سنگھ کو پھر اندر لے گیا، اس نے اسے پچاس روپے گن کر دیے، جمنا کے پاس کل یہی اثاثہ تھا جو اس نے برے وقت کے لیے بچا کر رکھا

Scanned with CamScanner

تھا۔ ٹھاکر سنگھ نے اس کا بوٹ اس سے مانگ لیا اور کارتوسوں سے اپنی جیبیں بھر لیں اور ایک جھولا بھی مانگ لیا۔

جمنا نے آنسو پونچھ کر اسے آشیر واد دی ہردیال نے اسے گھر سے نکال کر جلدی سے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔

وہ دیر تک ٹھاکر سنگھ کے قدموں کی آواز سنتا رہا، آخر جب اس کی آواز موڑ پر غائب ہوگئی تو اس نے اطمینان کا سانس لیا اور واپس اپنے کمرے میں آ کر بیٹھ گیا۔ جمنا اس کے لیے تازہ حقہ بھر کر لائی، چلم کے انگارے الٹ پلٹ کرتے ہوئے جمنا کے منہ پر ان انگاروں کی چھوٹ پڑنے لگی وہ ابھی تک رو رہی تھی۔

''تو کیوں روتی ہے؟''

''میرے من میں پاپ آیا تھا۔''

''کیا؟''

ہردیال حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

''ہاں'' جمنا آہستہ سے سر ہلا کے بولی، ''ایک ہزار روپے کا۔''

ہردیال نے افسردگی سے سر ہلا کر کہا ''ہاں پل کے پل کے لیے میرے من میں بھی آیا تھا۔''

پھر میں نے سوچا جمنا ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولی ''ہم تو گریب ہیں ایسے پاپ امیروں ہی کو شوبھا دیتے ہیں۔''

Scanned with CamScanner

وہ تاریک پر پیچ گلیوں میں گھومتا ہوا بڑے بازاروں، چوکوں اور کوچوں سے کتراتا ہوا راج محل کو جانے والی سڑک پر آن پہنچا۔ سڑک پر اندھیرا تھا، جسے دورویہ اخروٹ کے گھنے پیڑوں کی قطاروں نے اور بھی گہرا کر دیا تھا۔ وہ سڑک کا پاٹ چھوڑ کر گھنے درختوں کے تنوں کے درمیان فاصلہ طے کرتے کرتے راج محل کے بالکل قریب آ پہنچا اور اخروٹ کے ایک بڑے درخت کے تنے کے عقب میں کھڑا ہو کر اونچے راج محل کے گنبدوں، برجیوں اور فصیلوں کو غور سے دیکھنے لگا۔ جیسے وہ انھیں آج پہلی بار دیکھ رہا ہو۔ سڑک پر اندھیرا تھا، شہر میں اندھیرا تھا، اس کے دل میں اندھیرا تھا مگر وہ روشن جگمگاتا ہوا سفید راج محل اس پر ہنستا ہوا معلوم ہو رہا تھا۔ اس قدر اونچا، مضبوط، جامد اور جید تھا وہ راج محل کہ وہ اس کی پتھریلی فصیلوں سے ٹکرا کر اپنا سر تو پاش پاش کر سکتا تھا مگر اندر نہیں گھس سکتا تھا۔ اس نے اپنے جسم کے اندر اپنے خون کو کھولتے ہوئے محسوس کیا، معاً اس کے دل میں ایک

Scanned with CamScanner

خواہش آئی کہ وہ چیختا ہوا دیوانہ وار چلاتا ہوا اور دوڑتا ہوا آگے بڑھ جائے اور اس پورے راج محل سے نبرد آزما ہو جائے۔ اس نے دانت پیس کر اپنے دونوں بازوؤں سے اخروٹ کے تنے کو پکڑ کر اور اس پر جسم کا پورا زور لگا کر اسے دھکیلنا چاہا اور جب اخروٹ کا درخت اپنی جگہ سے نہ ہلا تو یکا یک اسے احساس ہوا کہ اس کی جسمانی طاقت اس راج محل کے سامنے بیکار ہے، اور اس کے پاس اس جسمانی طاقت کے سوا کچھ نہ تھا۔ یہ محسوس کرتے ہی اس کا سارا جسم ڈھیلا پڑ گیا، اور پہلی بار بے بسی و مجبوری غم اور غصے کے کھارے تلخ آنسو اس کی آنکھوں سے ابل پڑے اور وہ اخروٹ کے تنے سے لپٹ کر اپنے آنسوؤں کو گویا اپنے آپ سے چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے واپس تاریکی میں گم ہو گیا، مگر اب اس کے قدم بہت تیز تھے، وہ تقریباً دوڑ رہا تھا اور جلد سے جلد اس منحوس شہر سے، اس دیو ہیکل راج محل کی ظالمانہ ہنسی سے بہت دور کہیں نکل جانا چاہتا تھا، جہاں وہ اس کی آواز تک نہ سن سکے مگر یہ ہنسی دور تک اس کا پیچھا کرتی رہی۔ اخروٹوں والی سڑک کو پار کر کے راجہ جی کے سرکاری باغ میں گھس گیا کیونکہ وہ چوکی کا پل پار نہیں کرنا چاہتا تھا کہ وہاں پر سپاہی ہوں گے۔ اس لیے اس نے سرکاری باغ کو بیچ میں سے پار کیا باغ کے پچھواڑے سے نکل کر وہ اکھاڑہ صاحب کی دیوار پھلانگ، بنگالی بابا کے باغیچے کو پار کر کے وہ دوسری طرف کی دیوار پر چڑھ کر دوسری طرف پھلانگ گیا۔ اب وہ دھان کے کھیتوں میں آچکا تھا جن میں دریا دو پاٹوں میں تقسیم ہو کر بہتا تھا۔ پل بہت نیچے رہ گیا تھا۔ نیچے جا کر یہ دونوں پاٹ دریا کا بڑا پاٹ بن

Scanned with CamScanner

جاتے تھے، جہاں پر چوکی کا پل تھا مگر یہاں پر پانی زیادہ گہرا نہ تھا، زیادہ شوریدہ سر بھی نہ تھا۔ کھیتوں میں دوڑتا ہوا وہ پہلے پاٹ میں گھس گیا، پانی زور سے اس پر ہنسا، پھر وہ دوسری طرف کے کھیتوں میں دوڑتا ہوا دوسرے پاٹ میں گھس گیا۔ یہاں پر اس نے دو قہقہے سنے ایک تو راج محل کا قہقہہ، دوسرا پانی کا قہقہہ۔ جیسے دونوں کسی باہمی سازش میں شریک ہو کر اس کا مذاق اڑا رہے ہوں۔ دوسرا پاٹ عبور کر کے وہ اونچے کھیتوں میں چلا گیا، ہنسی اس کا تعاقب کر رہی تھی۔ یہاں پر کہیں کہیں کھیتوں کے کنارے شمشاد کے پیڑ نازک اندام عورتوں کی طرح اکھٹے کھڑے اس کی طرف دیکھ کر کھسر پھسر کر رہے تھے، جونہی وہ ان کے قریب سے گزر جاتا، وہ عورتوں کی طرح کھلکھلا کے ہنس پڑتے۔ آگے ایک پن چکی کا پانی یوں بہہ رہا تھا جیسے قہقہوں کا آبشار بہہ رہا ہو۔ اس کے قدم تیز ہوتے گئے، اب کھیت ختم ہو چکے تھے اور ڈھکی کی لمبی گھاس شروع ہو چکی تھی۔ بھور ہو رہی تھی۔ ایک ٹیلے پر نرگس کی لمبی لمبی ڈنڈیوں کے ایک پھول پر تتلی اپنے بھیگے شبنمی پروں کو سمیٹے سو گئی تھی۔ سنبلو کی جھاڑیوں میں اودے اودے موتیوں کے دانوں ایسے پھل، درشنا کے جھمکوں کی طرح لرزنے لگے تھے۔ کون ہنس رہا ہے؟

یکا یک اس نے زور کی ایک دوڑ لگائی اور پوری ڈھکی ایک سانس میں چڑھ کر چیڑھ کے درختوں میں پہنچ گیا۔ یکا یک قہقہے ختم ہو گئے خاموشی مکمل سکوت۔ اس نے اپنے آپ کو چیڑھ کے درختوں کے نیچے بچھے ہوئے خشک سنہرے جھومروں کے غالیچے پر گرا دیا۔

Scanned with CamScanner

آہ جنگل .....جنگل ..... اس کے چاروں طرف جنگل اور اس کا میٹھا منوہر سناٹا اور جنگل کی مدہم مدہم مہک نرم گرم دلائی کی طرح اس کے بدن سے لپٹی ہوئی۔ یکا یک درشنا اس کے دل سے نکل گئی جنگل نے باہیں پھیلا کر اسے اپنی آغوش میں لے لیا اور اس کے بند آنکھوں والے چہرے پر ایک ایسی عجیب معصوم موہنی مسکراہٹ آئی جیسے برسوں کے بعد گھر آنے پر آتی ہے۔

Scanned with CamScanner

دن رات منزلیں مارتا مارتا وہ پھر واپس بیگان وادی میں پہنچا اسے معلوم تھا کہ بیگان وادی سال میں چھ ماہ یخ بستہ رہتی ہے۔ سردیوں میں وہاں کوئی نہیں آتا کم سے کم چھ ماہ تک وہ وہاں پولیس کی تلاش سے محفوظ رہ سکے گا اس نے بہانہ بھی سوچ لیا تھا اسے شدید گٹھیا لاحق ہے اس نے اپنے دونوں گھٹنوں پر موٹی موٹی پٹیاں بھی باندھ لی تھیں۔ مشیر منسا رام اور اس کی بیٹی موہنا دونوں بہت سیدھے سادے مہربان طبیعت کے معلوم ہوتے تھے، وہ یقیناً اسے غیر معمولی طور پر بیمار سمجھ کر اسے پناہ دیدیں گے۔ پھر پچاس روپے نقد بھی اس کے پاس تھے۔ بیگان وادی چھ ماہ تک آس پاس کی دنیا سے کٹ جاتی ہے کسی کو اسے وہاں ڈھونڈنے کا خیال تک نہ آئے گا۔ چھ ماہ تک پولیس بھی تھک ہار کے بیٹھ جائے گی، پھر وہ سوچ لے گا، آگے کیا کرنا ہے۔ یہی سوچ کر جب وہ واپس بیگان وادی میں پہنچا تو اسے موہنا مندر کی آخری سیڑھی پر تتے پانی میں کپڑے دھوتی مل گئی۔ وہ بہت خوش ہوا

Scanned with CamScanner

وہ یہی چاہتا تھا کہ کسی طرح موہنا اسے اکیلے میں مل جائے اور وہ اس سے منت سماجت کر کے اسے اپنے ہاں چھ ماہ تک رکھنے کے لیے راضی کر لے۔

''تم پھر آ گئے؟''

موہنا نے حیرت سے پوچھا۔

ٹھاکر سنگھ نے آہستہ سے سر ہلا دیا اور موٹی پٹیوں میں بندھے ہوئے دونوں گھٹنوں کی طرف اشارہ کیا اور چہرے پر درد کی کیفیت پیدا کرتے ہوئے بولا:

''گٹھیا۔''

موہنا نے سیدھے اس کی آنکھوں میں دیکھا، ایک عجیب تبسم اس کے گلابی ہونٹوں پر آیا۔ وہ اسی وقت مڑ کر اوپر مندر کی سیڑھیاں چڑھنے لگی، ٹھاکر سنگھ حیرت سے اسے کھڑا دیکھتا رہا۔ چند سیڑھیاں چڑھ کر وہ مڑی ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے بولی:

''میرے پیچھے آؤ۔''

ٹھاکر سنگھ اس کے پیچھے پیچھے سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

سیڑھیاں چڑھ کر موہنا شوالے کے عقب میں چلی گئی تیز تیز قدموں سے چلتے ہوئے وہ سرائے کے دروازے پر پہنچی۔

سرائے کے دروازے پر پہنچ کر اس نے ہاتھ اٹھا کر دائیں دیوار کی طرف اشارہ کیا، ٹھاکر سنگھ نے نظر اٹھا کر دیکھا سامنے دیوار پر چپکے ہوئے پوسٹر

Scanned with CamScanner

کے کاغذ پر اس کا بڑا فوٹو نظر آ رہا تھا وہی فوٹو بائیں دیوار پر بھی نظر آ رہا تھا نیچے ایک ہزار روپے کا انعام۔

ٹھاکر سنگھ کی نگاہیں نیچی ہو گئیں ہونٹ کانپنے لگے موہنا شعلہ باز نگاہوں سے تاکتے ہوئے بولی:

''چلے جاؤ۔''

عجیب بے اطمینانی کے عالم میں ٹھاکر سنگھ نے اپنے پاؤں اوپر نیچے کیے، گردن کو کھجایا، ایک پتھر پر بیٹھ اس نے جھک کر دونوں ہاتھوں سے زمین کو چھوا۔ زمین کو چھو کر دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے، دونوں ہاتھ گرا کر وہ شوالے کی جانب مڑا۔ شوالے کی طرف دونوں ہاتھ بڑھا کے بھرائی ہوئی آواز میں بولا:

''میں بھگوان کی قسم کھاتا ہوں میں خونی نہیں ہوں۔''

''چلے جاؤ۔''

''میری بات پہلے سن لو۔''

''نہیں تم فوراً یہاں سے چلے جاؤ اس دھرم استھان کو ناپاک مت کرو۔''

''بابا!'' ٹھاکر سنگھ کے منہ سے نکلا۔

''بابا یہاں نہیں ہیں، جنگل سے لکڑیاں کاٹنے گئے ہیں، کھانے کے سمے لوٹ آئیں گے وہ بھی تمہیں نہیں رکھیں گے قاتل!''

''غوں.....!''

''غوں کیا؟''

Scanned with CamScanner

''میں قاتل نہیں ہوں۔''

''پھر تم کیا ہو؟''

''بتاتا ہوں یہاں بیٹھ جاؤ۔'' ٹھاکر سنگھ نے اسے سامنے کے پتھر پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ موہنا منہ بناتے ہوئے بیزاری کے عالم میں بیٹھ گئی اور ٹھاکر سنگھ کے چہرے کی طرف دیکھنے لگی، جیسے اس نے شروع ہی سے فیصلہ کر لیا ہو کہ اسے اس منحوس خونی کی کسی بات کا یقین نہ آئے گا۔

دھیرے دھیرے رک رک کر لمبے لمبے وقفوں کے درمیان گڑ بڑاتے ہوئے، ٹھاکر سنگھ نے اپنی کہانی اس سے بیان کی بہت کم لفظ تھے، بہت کھردرا لہجہ تھا مگر جانے کیا بات تھی، جب اس نے اپنی داستان ختم کی۔

موہنا کو اس کے اندر سچائی کی ایک جھلک نظر آئی۔ اب وہ سر جھکائے سچ مچ ایک مجرم کی طرح موہنا کے سامنے پتھر پر بیٹھا تھا اور موہنا کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں۔

''میں تمہیں یہاں نہیں رکھ سکتی۔'' موہنا ایک لمبے وقفے کے بعد بولی۔ ''تمہاری بات سچ معلوم ہوتی ہے مگر میں تمہیں یہاں نہیں رکھ سکتی، بابا نہیں مانیں گے۔ پانچ ریاستوں کی حدیں یہاں ملتی ہیں۔ پانچ ریاستوں کا چڑھاوا یہاں چڑھتا ہے۔ پانچ ریاستوں کی پولیس تمہیں ڈھونڈنے کو نکلی ہوگی، ممکن ہے وہ لوگ پھر تمہیں یہاں ڈھونڈنے کو آئیں۔ بابا کو تمہارے لیے خبردار کر گئے ہیں، اچھا ہے تم یہاں سے چلے جاؤ۔''

Scanned with CamScanner

"کہاں جاؤں؟"

اس کا سوال سن کر موہنا سوچ میں پڑ گئی، سوچ سوچ کر اس نے کہا:

"رستہ تو میں نہیں جانتی مگر ایک انگریز مسافر سامنے کے بیگان پہاڑ کی چوٹی تک گیا تھا، وہ یہ معلوم کرنے آیا تھا کہ یہ تتا پانی کہاں سے آتا ہے۔ وہ اس کسیا کے کنارے کنارے بہت دور اوپر تک گیا تھا جہاں کوئی پہاڑی آدمی نہیں جاتا۔ چار آدمی اس کے ساتھ گئے تھے، بیس دن کے بعد جب وہ لوٹا تو تقریباً نیم مردہ بیمار اور ہڈیوں کا پنجر تھا، اس کے چاروں ساتھی راستے میں مر گئے تھے۔ بابا نے اس کی بہت سیوا کی تھی۔ اس انگریز نے بابا کو بتایا تھا کہ بیگان پہاڑ کی چوٹی پر جہاں بارہ مہینے برف رہتی ہے ایک بہت گہرا کھڈ ہے، کوئی آدھے میل کے گھیرے میں، اور یہ تتا پانی وہیں سے آتا ہے۔ اس کھڈ میں ہر سمے پانی ابلتا رہتا ہے اور بہت گرم گرم بھاپ نکلتی رہتی ہے، اور پانی اتنا گرم ہے کہ اگر کوئی اس میں گر پڑے تو اسی سمے اُبل جائے۔ وہ بابا کو بتاتا تھا کہ بہت سال ہوئے اس گہرے کھڈے میں سے کبھی آگ نکلتی ہو گی، کبھی بھونچال آیا ہو گا جس سے بیگان کا پہاڑ ٹوٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا پیچھے سے، یہاں سے نظر نہیں آتا مگر پیچھے سے ایک گہری دراڑ پڑ چکی ہے جو ہزاروں فٹ نیچے کو جاتی ہے۔ یہ دراڑ بہت گہری ہے مگر پہاڑ کے دونوں حصوں میں کسی ایک جگہ پر فاصلہ اتنا کم ہے کہ آدمی زور کی چھلانگ لگا کر دوسری طرف جا سکتا ہے۔ اس انگریز نے بتایا تھا کہ اس کے دو ساتھیوں کی جان اسی چھلانگ لگانے میں گئی مگر انگریز اور اس کا ایک ساتھی پہاڑ کے دوسرے حصے

Scanned with CamScanner

پر پہنچ گئے تھے، اور چٹانوں سے گرتے پڑتے پھسلتے ہوئے دوسری طرف پہنچ گئے تھے۔ انگریز کہتا تھا کہ ادھر آج تک کوئی نہیں گیا۔ ادھر بڑے خوبصورت جنگل ہیں، اور وہاں شکار بھی بہت ملتا ہے اور وہاں سے تبت کی سرحد بھی نزدیک ہے۔ وہاں سے ایک راستہ ٹیکری ریاست کو جاتا ہے جو سنا ہے چنبے کے آس پاس ہے۔ کچھ ٹھیک سے معلوم نہیں اور وہ گورا صاحب بولتا تھا میں اگلی بار پھر بہت سے آدمی لے کر ادھر جاؤں گا مگر بابا بتاتے ہیں وہ ٹھیک نہیں ہوا، اسی سرائے میں مر گیا جب سے ایسا ہول بیٹھا ہے ادھر کوئی جانے کا نام نہیں لیتا۔''

''غوں.....!'' ٹھاکر سنگھ نے اپنے نتھنے پھلائے۔

''غوں کیا؟''

''میں جاؤں گا۔''

''واپس نہیں آسکو گے!''

''جاؤں گا۔''

موہنا چپ ہوگئی۔ اس کی پلکیں رخساروں پر ڈھے گئیں، پلکوں پر گویا شبنم کے قطرے چمکنے لگے۔ موہنا درشنا سے کتنی مختلف ہے، اس کا سبھاؤ کتنا نرم ہے، کوئی چلتر یہ نہیں جانتی۔ ایسی لڑکی اسے کیوں نہ ملی؟

ٹھاکر سنگھ نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا:

''تمہاری منگنی ہو چکی ہے؟''

''ہاں!'' وہ پلکیں گری کی گری رہیں، رخسار تپنے لگے۔

Scanned with CamScanner

''شادی کب ہے؟''

''اگلی گرمیوں میں۔''

''مہاراج (دولھا) کیسا ہے؟''

''سندر ہے۔''

ٹھاکر سنگھ نے ڈھلانوں پر کھڑے جنگل کو دیکھا، سُندر ہے۔ اس پر بیچ پتھریلے راستے کو دیکھا جدھر سے وہ آیا تھا، سندر ہے۔ نگاہ گھما کر بریگان کی اونچی برف پوش چوٹی کو دیکھا، سندر ہے۔ نظر نیچی کر کے اپنے قدموں میں دیکھنے لگا۔

موہنا چپ تھی۔

ٹھاکر سنگھ نے اپنے سبزی مائل، زردی مائل بڑے فوجی کوٹ کی اندر کی جیب میں ہاتھ ڈال کر پچاس روپے نکالے جو ہردیال نے اسے دیئے تھے۔

موہنا کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے بولا:

''یہ پچاس روپے ہیں انھیں رکھ لو ان میں سے تیس روپے کی ایک لونگ بنوالینا، سندر سی اپنی ناک کے لیے.....اور.....۔

''نہیں۔''

''ہاں''

''نہیں''

''ہاں''

''نہیں.....نہیں۔''

Scanned with CamScanner

''غوں۔''

ٹھاکر سنگھ تحکمانہ لہجے میں غرایا۔

موہنا نے سہم کر روپے رکھ لیے بولی، ''اور باقی کے بیس روپے؟''

''سفر کے لیے مجھے کچھ رسد چاہیے، تھوڑا سا مکی کا آٹا، پیاز کی چند گھٹیاں، تھوڑا سا نمک، ایک چاقو یا چھری ایک لمبی رسی تھوڑی سی لال مرچیں، تین چار ڈبیاں ماچس کی، ہاں ہلدی بھی چاہیے زخم پر لگانے کے لیے اچھی رہتی ہے سفر کے لیے۔ ہاں یہ رسد ایک پتیلی میں بھر دو اور مجھے دے دو میں اپنے جھولے میں ڈال لوں گا۔''

''یہ سب کیا بیس روپے میں آئے گا؟ تین چار روپے کافی ہوں گے۔''

موہنا نے اصرار کیا۔

''نہیں یہ سب کچھ بیس روپے میں آئے گا۔'' ٹھاکر سنگھ بڑی سختی سے بولا ''جہاں میں جا رہا ہوں وہاں روپوؤں کی ضرورت نہ ہوگی۔''

''تم رک جاؤ..... موہنا پس وپیش کرتے ہوئے بولی: ''شاید میں بابا سے کہوں گی۔''

''نہیں''

''شاید وہ مان جائیں گے۔''

''تمہارے دل میں دھوکہ آ رہا ہے پچاس روپوؤں کے بدلے میں ایک ہزار روپیہ وصول کرنا چاہتی ہو؟''

Scanned with CamScanner

''اوہ.....'' موہنا کی روشن ضمیر آنکھیں حیرت اور وحشت سے پھٹی پھٹی کی رہ گئیں وہ تکتی کی تکتی ہی رہ گئی۔

''میری رسد دو۔'' ٹھاکر سنگھ اسی سختی سے بولا ''اور جلدی دو میں تمہارے بابا کے آنے سے پہلے چلا جاؤں گا..... سنا؟''

''غوں'' اب کے موہنا غصے سے بولی۔

ٹھاکر سنگھ ہنس پڑا پھر وہ بھی ہنس پڑی پھر دونوں کچھ دیر تک ہنستے رہے۔ یکا یک موہنا سنجیدہ ہوگئی، روپے ہاتھ میں لیے ہوئے سرائے کی طرف جانے لگی۔

رسد باندھ کر اسے ٹھاکر سنگھ کے حوالے کر کے موہنا نے ٹھاکر سنگھ کے بازو پر لال دھاگے میں بندھا ہوا رام نام کا گنڈا باندھ دیا اسے سفر میں محفوظ رکھنے کے لیے اور دو پیسے اس کے سر پر وار کر اس کی ہتھیلی پر رکھ کر بولی:

''راستے میں کسی فقیر کو دے دینا۔''

''فقیر؟ اس رستے پر؟''

موہنا سر ہلا کر ہنس پڑی ''اچھا تو اوپر پہنچ کر گرم گنگا میں پھینک دینا۔''

''ہاں ٹھیک ہے۔''

ٹھاکر سنگھ نے بڑی احتیاط سے وہ پیسے اپنی جیب میں رکھے، جھولے کو پیٹھ پر ٹھیک کیا، رائفل کو مضبوطی سے پکڑا، تن کر موہنا کے سامنے سیدھا کھڑا ہو کے بولا، ''اٹین شن۔''

Scanned with CamScanner

موہنا نے اپنی ہنسی روکنے کے لیے منہ میں پلو داب لیا۔

''ڈبل مارچ''

ٹھاکر سنگھ چلنے لگا تو موہنا اسے روک کر بولی:

''میرے بیٹے کے نام کرن پر آؤ گے؟''

''آؤں گا..... پر نام کیا رکھو گی؟''

موہنا نے سوچ کر کہا۔''غوں۔''

ٹھاکر سنگھ ہنستا ہوا چلا گیا بہت دور اوپر جا کے اسے خیال آیا کہ موہنا کے سامنے اس کی زبان کیسے کھل گئی تھی؟ اس طرح تو وہ درشنا کے ساتھ کبھی بات نہ کر سکا تھا۔ کسی کے ساتھ بات نہ کر سکا تھا۔ اتنے سارے لفظ کیسے اس کے پاس آ گئے تھے جیسے وہ ہمیشہ سے اس کے پاس موجود تھے، مگر اس سے پہلے کہاں تھے یہ لفظ؟

اسے اپنے آپ پر بڑی حیرت ہوئی اور وہ بہت دیر تک اس کے بارے میں سوچتا رہا۔

پھر جب اوپر جانے کا راستہ مشکل ہونے لگا تو یہ سوچ اس کے دماغ سے نکل گئی۔

جب تک جنگل رہا، وہ گرم گنگا کے کنارے کنارے چلتا رہا یعنی جہاں تک ہو سکا وہ اس کے ساتھ ساتھ ہی چلتا تھا۔ بیچ بیچ میں کہیں کہیں جب راستہ بہت کٹھن ہو جاتا یا جہاں کہیں تنگ چٹانوں کے بیچ میں گرم گنگا ایک چھوٹا سا آبشار

Scanned with CamScanner

بنا کر گھومتی تھی۔

اسے گھوم کر اوپر چڑھنا پڑتا، مگر گھوم کر اور چکر کھا کر اسے پھر گرم گنگا کے قریب آجانا پڑتا، کیوں کہ اوپر جانے کا کوئی راستہ اسے معلوم نہ تھا اور دراصل کوئی راستہ تھا ہی نہیں، اس لیے گرم گنگا کے بہاؤ کے کنارے کنارے جانے میں ہی بہتری تھی۔ جب تک جنگل رہا راستہ اس قدر مشکل نہ تھا، لیکن جب جنگل ختم ہو گیا تو اونچائی پر چٹانیں نظر آنے لگیں۔ دیو ہیکل، دشوار گزار، مہیب اہرام کی طرح کھڑی ہوئی چٹانیں، کہیں پر آدھی، کہیں پر تین چوتھائی تک برف میں ڈوبی ہوئیں، کہیں پر گرم گنگا زمین دوز ہو جاتی تھی۔ ابھی بھاپ اڑائی ہوئی بہہ رہی ہے، ابھی یکا یک زمیں دوز ہو رہی ہے۔ جگہ جگہ وہ زمین کے نیچے اس کے چلنے کی زیر زمین آواز سن سکتا تھا، کہیں پر تو اتنی گہری جا کے بہتی تھی کہ آواز تک نہ آتی تھی، کہیں پر پھر اوپر جا کر وہ یکا یک نمودار ہو جاتی اور دو اونچی اونچی چٹانوں کے بیچ میں پُرشور آواز میں بھاپ اور جھاگ اڑاتے ہوئے بہتی دکھائی دیتی۔ جگہ جگہ وہ اس کے پانی میں ہاتھ دھو کے محسوس کرتا کہ جوں جوں وہ چوٹی کے قریب پہنچتا جا رہا ہے، گرم گنگا کا پانی زیادہ گرم ہوتا جا رہا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا تھا کہ جو وہ گورا صاحب بولتا تھا، سچ ہی بولتا تھا۔ شاید وہ کھولتے ہوئے پانی کی جھیل اب اس چوٹی پر پہنچ کر آئے گی۔

سہ پہر کے قریب وہ چوٹی کے قریب پہنچ گیا۔ اب چٹانیں بھی نیچے رہ گئی تھیں اور گرم گنگا بھی کہیں نظر نہیں آتی تھی۔ چاروں طرف برف ہی برف تھی۔ وہ

Scanned with CamScanner

بڑی احتیاط سے لمبے لمبے چکر کاٹ کر چوٹی کی طرف بڑھتا رہا مگر اسے کہیں پر کھولتے ہوئے پانی کی جھیل نظر نہ آئی تا حد نظر۔ بیگان کی چوٹی برف سے ڈھکی پڑی تھی۔ گرم گنگا بھی غائب تھی کھڈ بھی کہیں پر نہ تھا چاروں طرف برف ہی برف نظر آتی تھی شاید گڑھا برف سے بھر گیا تھا اور گرم گنگا نے زیر زمین کوئی دوسرا راستہ اختیار کر لیا ہوگا۔ اس نے پہلے اُدھر نگاہ ڈالی جدھر سے وہ آ رہا تھا۔ برف، برف کے نیچے چٹانیں، چٹانوں کے نیچے جنگلات سے بھری ہوئی ڈھلانیں، پہاڑ کے قدموں میں پتھروں سے بھرا ہوا ندی کا بڑا پاٹ اور ایک کونے میں وہ شوالا ایک چھوٹے سے کھلونے کی طرح نظر آ رہا تھا۔

پھر اس نے نگاہ موڑ کر چوٹی کے دوسری طرف دیکھا، جدھر اسے جانا تھا، جہاں اس انگریز سیاح کے کہنے کے مطابق آتش فشاں پہاڑ دو ٹکڑے ہو گیا تھا مگر اس طرف بھی کوئی گہری دراڑ دکھائی نہ دی، نہ کہیں دو نیم پہاڑ موجود تھے۔ آڑی ترچھی ڈھلانیں تھیں جو نصف فاصلے تک برف سے لدی تھیں۔ نیچے جا کے جنگل شروع ہو جاتا تھا اور نشیب میں جہاں جنگل ختم ہوتا تھا، اس کے آگے ایک اونچی اونچی چٹانوں والا برف پوش پہاڑ شروع ہو جاتا تھا۔ کتنے برس ہو چکے شاید اس انگریز سیاح نے غلط بتایا ہوگا یا اسے سمجھنے میں غلطی ہوئی ہوگی، یا ممکن ہے، اس دوسرے پہاڑ کے اس طرف وہ خوبصورت علاقہ ہو، جس کی دل کش تصویر موہنا نے کھینچی تھی۔

حالانکہ وہ بہت تھک چکا تھا مگر اب سہ پہر جا رہی تھی، اس نے چوٹی سے

Scanned with CamScanner

پھر ایک نظر ڈھلانوں پر ڈالی پھر آسمان پر۔ بادل اس کے پاس گھوم رہے تھے ہلکی ہلکی برف گرنا شروع ہو چکی تھی۔ برف کے سپید سپید گالے سُنبل کے سفید روئی جیسے بچوں کی طرح فضا میں اڑتے ہوئے آتے اور اس کے گرم کوٹ پر ٹوٹ کر جذب ہو جاتے۔ بادلوں سے کبھی تو نچلی ڈھلانیں اک دم گم ہو جاتیں، چاروں طرف دھند بکھر جاتی۔ پھر دھند اک دم چند لمحوں کے لیے صاف ہو جاتی اور کبھی ڈھلانوں کا ایک منظر کبھی دوسرا منظر، شہر کے بائیسکوپ کی طرح اس کے سامنے آنے لگتے۔ اس چوٹی پر برف پڑ رہی تھی اور یہاں پر بے پناہ سردی تھی لیکن دور نیچے جنگل کے کچھ حصوں پر بادل اور کچھ حصوں پر سُنہری دھوپ چھٹکی ہوئی تھی، عجیب مہیب مگر خوابصورت سماں تھا۔ اسے نیچے چل دینا چاہیے، یہاں کی ٹھنڈ میں وہ سردی سے مر جائے گا، شام سے پہلے پہلے اسے نچلے جنگل میں پہنچ جانا چاہیے۔ یہ سوچ کر اس نے چوٹی کی دوسری طرف کی نچلی ڈھلانوں کی طرف قدم بڑھائے۔

مگر اب برف تیزی سے گرنے لگی تھی۔ چاروں طرف بادلوں کے مرغولے اڑ رہے تھے، تھوڑی دیر میں نیچے کا سارا منظر دھند میں چھپ گیا جیسے بادل ٹوٹ کر نیچے وادی میں جا گرے ہوں۔ اب جدھر وہ دیکھتا دھند نظر آتی، اس دھند میں راستہ معلوم کرنا ہر لحظہ دشوار ہوتا جا رہا تھا۔ دور اوپر کہیں پر بادل گرج رہے تھے۔ یکا یک اک زور کا کڑکا ہوا اور وہ چٹان کے پیچھے لگ کر چھپ گیا، اتنے زور کا دھماکا تھا کہ چٹان تک ہلتی معلوم ہوئی، کہیں قریب میں بجلی گری تھی شاید۔

Scanned with CamScanner

اس نے اپنے قدم اور تیز کر دینے چاہے مگر راستہ ہر قدم دشوار ہوتا جا رہا تھا، دھند کی وجہ سے اور سردی کی وجہ سے۔ مسلسل برف باری سے، برف اب اس کے کوٹ پر جمنے لگی تھی۔ ایک بار تو وہ اتنے زور کا لڑھکا کہ کئی گز نیچے پھسلتا ہوا چلا گیا، ایک چٹان نے اس کا راستہ روک لیا۔ ورنہ جانے وہ کتنے نیچے جا کر کسی گہری کھڈ میں گر جاتا۔ برف کی وجہ سے اسے زیادہ چوٹ بھی نہیں لگی، ورنہ ممکن تھا کہ ہڈی پسلی ٹوٹ جاتی۔

اٹھ کر اس نے ادھر ادھر چاروں طرف دیکھا، اب دھند کے سوا اسے کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ ایسے میں چلنا خطرے سے خالی نہ تھا مگر نہ چلنے کا مطلب تھا برف میں دب جانا۔ جس چٹان سے وہ ٹکرایا تھا اس کا سہارا لے کر وہ آہستہ آہستہ گھوم کر اس کے دوسری طرف جانے کی کوشش کرنے لگا، یکا یک ایک سوکھی ہوئی جھاڑی کا ٹھنٹھ اس کے ہاتھ میں آ گیا جو چٹان کے دوسری طرف ایک ڈھلان پر اگی ہوئی تھی۔ نیچے کئی فٹ نیچے دوسری چٹان تھی، نیچے جانے کا اور کوئی راستہ نہ تھا پہلے تو اس نے ٹھنٹھ کو مضبوطی سے پکڑ کر دو تین بار جھٹکے دیئے، جب اسے اپنی جگہ پر جما ہوا پایا تو وہ اپنے سارے جسم کا بوجھ اس کے سپرد کر کے نیچے لٹک گیا۔ چند لمحے ہوا میں معلق جھولتا رہا پھر ہاتھ چھوڑ کر نیچے کود گیا۔

نیچے ایک دو فٹ تک اس کے پاؤں برف میں دھنس گئے۔ برف میں بیٹھے بیٹھے اس نے پھر چاروں طرف نظر دوڑائی تو اسے مغربی سمت چٹانوں کے بیچ میں ایک کھوہ نظر آئی۔ ممکن ہے کسی جنگلی جانور کی کھوہ ہو، اس لیے وہ بہت احتیاط

Scanned with CamScanner

سے چلتا ہوا اُس کی جانب بڑھا۔ اندر جھک کر اُس نے دیکھا۔ کھوہ میں کوئی نہیں تھا۔ یہ کسی جنگلی جانور کی کھوہ بھی نہیں تھی۔ یہاں پر پنجوں کے کوئی نشان نہ تھے۔ اس نے گھٹنوں کے بل کھوہ میں داخل ہو کے دِیا سلائی جلائی۔ کہیں گھاس پات کا کوئی نشان نہ تھا۔ خالی سوکھی کھوہ تھی، جس کی چھت ایک پتھریلی چٹان کی تھی اور فرش دوسری چٹان کا اور بس اتنی جگہ تھی کہ ایک بھیڑیا، بھالو یا انسان اس میں ٹانگیں سکوڑ کے لیٹ سکے۔ سردی یہاں بھی بہت تھی مگر برف سے عافیت تھی۔ اس کے اوپر طوفان گرج رہا تھا۔ اس لیے اس کھوہ میں داخل ہو کر یہیں رات گزارنے کی ٹھانی۔

دیا سلائی جلا کر اس نے ایک سگریٹ سلگایا رائفل اور کارتوس کی پیٹی اتار کر سرہانے رکھی، پھر سگریٹ ختم کر کے وہ اپنے منہ کو ٹانگوں میں دے کر کھوہ میں لیٹ گیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ درشنا اس وقت کیا کر رہی ہوگی؟ درشنا اس وقت کیا کر رہی ہوگی؟

درشنا اس وقت....؟

درشنا.... درشنا....!

Scanned with CamScanner

جب وہ جاگا تو کھوہ کے باہر برف پر پیلی پیلی روشنی کی چھوٹ پڑ رہی تھی کھوہ سے باہر نکل کر اس نے اپنے ہاتھ پاؤں سیدھے کیے۔ اوپر آسمان کی طرف دیکھا، برف باری تھم چکی تھی۔ دھند غائب ہو چکی تھی اور اوپر نیلے آسمان میں کہیں کہیں پر سفید بادلوں کے خیمے تیر رہے تھے۔ اب ڈھلانوں پر پیڑ نظر آنے لگے تھے، دراصل کل شام کو وہ چلتے چلتے جنگل کے بہت قریب آ نکلا تھا؛ اگر برف باری نہ ہوتی، دھند نہ ہوتی، تو وہ بہت جلد نیچے جنگل میں پہنچ سکتا تھا۔

اس نے منہ کھول کر دو تین لمبے لمبے سانس لیے، کھوہ میں بڑی گھٹن تھی۔ جھک کر برف سے ایک مٹھی بھر لی، اس کا چھوٹا سا گولہ بنا کر اسے منہ میں رکھ کر چوسنے لگا۔ پیاس سے اس کے حلق میں کانٹے سے محسوس ہو رہے تھے اور اب بھوک بھی زور کی لگ رہی تھی۔ نیچے جنگل میں جا کر وہ کھانا بنائے گا، پہاڑی نالے کے کنارے۔

Scanned with CamScanner

اب وہ تیز تیز بے خطر قدموں سے جنگل کی طرف بڑھنے لگا۔ دیودار کے پیڑ شروع ہو چکے تھے جن کے سبز رنگ چھتناروں پر برف کی سفید گوٹ بڑی بھلی معلوم ہوتی تھی۔ نیچے جا کر کہیں کہیں پر چیڑھ کے درخت نظر آنے لگے جس کی اوپر اُٹھی ہوئی شاخوں اور تنے کے درمیان برف کے تودے، ایسا لگتا تھا جیسے کسی ماں نے اپنے بچے کو اٹھا رکھا ہے۔ اس کے چہرے پر خوشی کی ایک مسکراہٹ پھیل گئی۔ نیچے کہیں پر اسے بہتے ہوئے پانی کی گنگناہٹ سنائی دینے لگی اور وہ پانی کی آواز کی سمت تیزی سے اپنے قدم بڑھانے لگا۔

بہت جلد اسے پانی کی کسیا مل گئی، کہیں گھاس پر بے آواز بہتی ہوئی، کہیں پتھروں سے ٹکرا کر ہنگامہ پیدا کرتی ہوئی، کہیں چھوٹے چھوٹے پتھروں سے مل کر گنگناتی ہوئی۔ ایک چٹان پر لال تاج اور لاجوردی پروں والا سہنولہ اسے دیکھ کر اوپر اڑ گیا۔ شراتری فوں شراتری فوں..... چہک چہک کر جنگل کو اس کی آمد کی خبر کرنے لگا۔ سہنولے کی آواز سن کر کسی پہاڑ کی ٹہنیوں پر چڑھا سانولے چہرے اور سفید بالوں والا ایک لنگور زور سے چیخا۔ سب جانی پہچانی آوازیں سب جانے پہچانے لوگ۔ معصوم اور راست باز جو زبان پر ہے وہی دل میں ہے۔ یہاں آ کر پھر ٹھاکر سنگھ کے دل میں ایک گہرے سکون کا احساس ہوا۔

وہ ندی کے کنارے چلتا چلتا کسی ایسی جگہ کی تلاش کرتا رہا جہاں دو پتھر اس قدر قریب ہوں ایک دوسرے کے کہ وہ ان پر پتیلی کا ڈھکن رکھ کر اسے توے کی طرح استعمال کر سکے اور اسے چولھا نہ بنانا پڑے، کیونکہ وہ بے حد تھکا ہوا اور

Scanned with CamScanner

بھوکا تھا۔ چیڑھ کے ایک چھدرے چھدرے کنج میں بہتی ہوئی کسیا کے کنارے دو اسی طرح کے پتھر مل گئے؛ یہیں پر اس نے ڈیرے ڈال دیے۔ ادھر ادھر گھوم کر اس نے چیڑھ کے خشک جھومر اور چنالو جمع کیے اور انہیں دو پتھروں کے درمیان رکھ کر دیا سلگا کر آگ جلائی اور کھانا پکانے لگا۔

مکئی کی دور روٹیاں سینک کر اس نے ایک پتھر پر پیاز کی دو گھٹیاں اور ایک مرچ کوٹ کر چٹنی تیار کی؛ اور گرم گرم کرکری مکئی کی روٹی کے ساتھ لگا لگا کر کھانے لگا۔ آہ! کیا عمدہ بھوک تھی، کیسی لذیذ بھوک تھی! دراصل روٹی اتنی لذیذ نہیں ہوتی، چٹنی اتنی لذیذ نہیں ہوتی، جتنی لذیذ بھوک ہوتی ہے۔ جیسے وہ چٹنی اور وہ روٹی اس کے منہ میں شیر و شکر ہو کر گھل رہی تھی اس کی رال میں گھل کر زبان پر چٹخارے پیدا کر رہی تھی آدمی کبھی چٹخارے نہیں لیتا ہمیشہ بھوک چٹخارے لیتی ہے۔

کھانے سے فارغ ہو کے وہ تھوڑی دیر کے لیے ستانے کے لیے لیٹ گیا، پھر تازہ دم ہو کر نچلی ڈھلانوں کی طرف چل پڑا۔ اس شکستہ پہاڑ کو اسے ڈھونڈنا ہی ہے جس کے وسط میں وہ گہری دراڑ پڑی ہے۔

ایک دفعہ وہ اس پہاڑ کے دوسری طرف پہنچ جائے تو پھر وہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جائے گا۔ اب وہ اپنے جسم میں نئی طاقت محسوس کر رہا تھا، رات کی کلفت اور تھکن غائب ہو چکی تھی۔ اس کے قدم مضبوط اور تیز تھے اور راستہ بھی مشکل نہ تھا، اگر پھسلن نہ ہو تو اترائی ہمیشہ چڑھائی سے آسان ہوتی ہے۔

Scanned with CamScanner

جوں جوں وہ نیچے اترتا جاتا تھا جنگل گھنا ہوتا جاتا تھا۔ ایسا جنگل جس میں شکار کثرت سے مل سکتا ہے۔ ایک اونچے پہاڑ پر اس نے بھورے رنگ کے بھالو کو دیکھا جو شہد کا چھتا توڑ رہا تھا۔ وہ مسکرا کر آگے چل دیا صرف ایک لمحہ کے لیے ان دونوں کی نگاہیں ملی تھیں پھر بھالو شہد کھانے میں مصروف ہو گیا تھا۔ آگے ذرا نیچے جا کر ایک کسیا کنارے اسے ہرنوں کا ایک گروہ پانی پیتا ہوا دکھائی دیا، وہ اس کی بُو پاتے ہی بھاگ کھڑا ہوا۔ چند ثانیوں تک وہ ان تیز گام ہرنوں کو مغربی ڈھلانوں پر قلانچیں بھرتے ہوئے دیکھتا رہا پھر وہ اس کی نظر سے غائب ہو گئے اور وہ نیچے چل دیا۔ جنگل اور گھنا ہوتا جا رہا تھا۔ یکا یک بیل ڈورا کی ایک جھاڑی میں اس نے کوئی چمکتی ہوئی چیز دیکھی اور وہ ٹھٹک کر کھڑا ہو گیا، جھک کر اس نے اسے جھاڑی میں سے اٹھا لیا۔

یہ ٹین کا ایک چھوٹا سا ڈبہ تھا جس پر ایک خوبصورت کاغذ منڈھا تھا، جس پر سندر سنہرے کٹے ہوئے آم کے قتلوں کی تصویر تھی اور ڈھکنا تین چوتھائی کھلا تھا۔ ٹین اندر سے خالی تھا۔ ٹین کے ایسے ڈبے اس نے باجور پور کے راج محل میں دیکھے تھے۔ ان میں کہیں دور سے پھل بند ہو کے آتے تھے مگر باجور پور میں دستیاب ہونے والا ڈبہ یہاں کیسے آ گیا؟ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ کوئی آدمی اس کی آمد سے پہلے یہاں پہنچ چکا تھا یا کوئی آدمی برابر اس کے تعاقب میں لگا ہوا تھا۔

یکا یک جنگل نے اپنی نوعیت بدل لی۔ اس کے علاوہ کوئی دوسرا آدمی بھی تھا اس جنگل میں شاید۔ اس کا دشمن کوئی پولیس والا یا راجہ نرسنگھ راج کا کوئی خاص

Scanned with CamScanner

آدمی جو اسے ڈھونڈ کر ہلاک کرنے پر مامور کیا گیا تھا۔ معاً ٹھاکر سنگھ کو جنگل تاریک معلوم ہونے لگا۔ ہر جھاڑی ایک گھات تھی۔ ہر پیڑ کے پیچھے کوئی چھپا بیٹھا تھا۔ دور اوپر پیڑوں میں سائیں سائیں کرتی ہوئی ہوا اُسے کسی آنے والے خطرے سے خبردار کر رہی تھی۔

ٹھاکر سنگھ دونوں ہاتھوں میں رائفل پکڑ کر سنبھل کر چلنے لگا، اس کے سارے حواس چوکنا کر دیے گئے تھے۔ وہ پھونک پھونک کر قدم رکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں ہر سائے کو ٹٹولتی ہوئی معلوم ہوتی تھیں اور کان جھاڑیوں کے پیچھے کی ہر لرزش کو سننے کے لیے تیار تھے۔ اپنے دائیں طرف اسے ایک ہلکی سی آہٹ محسوس ہوئی، بہت ہلکی، جیسے کسی نے خشک پتے پر پاؤں رکھ دیا ہو۔ فوراً وہ دائیں طرف گھوم گیا اور رائفل کی نالی سیدھی کر کے اس نے آواز کی سمت میں بیل ڈورا کی ایک گھنی جھاڑی میں گولی چلا دی، عین اسی وقت اس کے عقب میں سے کسی نے گولی چلائی، گولی اس کی ران میں لگی اور وہ چند قدم لڑھکتا ہوا زمین پر گر کر بے ہوش ہو گیا۔

جب وہ ہوش میں آیا تو اس نے دیکھا کہ وہ ایک قوی ہیکل لمبے چوڑے مضبوط آدمی کے کندھوں پر لدا چلا جا رہا ہے۔ اس آدمی کی چال گھوڑے کی دلکی کے برابر تھی اور وہ اسے ایسی آسانی سے اٹھائے لے جا رہا تھا جیسے پہاڑی جنگل سے لکڑیوں کا گٹھا اٹھا کر گھر لے جاتے ہیں۔ اس کے ایک ہاتھ میں رائفل تھی دوسری رائفل اس نے ایک کندھے سے دوسرے کندھے پر لٹکا رکھی تھی۔

Scanned with CamScanner

ٹھاکر سنگھ کا سر ٹکا ہوا تھا اور اس کے دونوں ہاتھ اس قوی ہیکل آدمی کے ہاتھ میں تھے جس پر کافی گھنے بال تھے جو بیچ میں کہیں کہیں پر کھچڑی ہو چکے تھے۔ البتہ اس کے سر کے سارے بال سفید ہو چکے تھے سوائے بالوں کی دو تین لٹوں کے۔ اس کا رنگ سانولا اور بڑی بڑی مونچھیں تھیں۔ اس کے کندھوں پر لدا لدا ٹھاکر سنگھ اندازہ کر سکتا تھا کہ اس آدمی کا قد ساڑھے چھ فٹ سے کم کا نہ ہوگا۔ ایک لمحہ کے لیے بھی اس کی چال میں کسی طرح کی سست رفتاری نہیں آئی تھی، وہ ایک ہی چال سے چل رہا تھا۔ بلا شبہ اس کی اٹھی ہوئی سخت مضبوط گردن پسینے سے تر ہو چکی تھی اور وہ اب ہانپنے لگا تھا۔ مگر اُس کے ہانپنے کی بھی ایک ہی لَے تھی۔ جیسے سدھے ہوئے خچروں یا گھوڑوں کے ہانپنے میں ہوتی ہے جو ایک ہی لے میں بآسانی میلوں کا فاصلہ طے کر جاتے ہیں اور منزل پر پہنچنے سے پہلے رکنے کا نام نہیں لیتے۔ ٹھاکر سنگھ کو احساس ہوا کہ یہ آدمی جو کوئی بھی ہے اور جہاں کہیں بھی اسے جانا ہے، اب راستے میں کہیں نہیں رکے گا، منزل پر جا کے ہی دم لے گا۔ چند منٹ تو ٹھاکر سنگھ چپکا دم سادھے اس کے کندھے پر بے جان مردہ سا بنا لدا رہا۔ پھر یک بارگی اپنے جسم کا پورا زور لگا کے اس نے اپنے آپ کو اس کی گرفت سے آزاد کرانا چاہا مگر وہ کسی طرح اپنے دونوں ہاتھوں کو اس کے ایک ہاتھ کی مٹھی سے آزاد کرانے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ شدید جدوجہد کے بعد بھی اس کے ہاتھ اس قوی ہیکل انسان کی مٹھی میں بند رہے اور وہ آدمی اسی طرح چلتا رہا، ایک لمحے کے لیے اس نے اپنی چال میں کمی پیدا نہ کی۔ البتہ ٹھاکر سنگھ کو ہوش میں آتے دیکھ کر وہ

Scanned with CamScanner

چلتے چلتے باتیں کرنے لگا تھا اور ٹھاکر سنگھ نے دیکھا کہ اس انسان کو اس امر کی بھی پروا نہیں ہے کہ ٹھاکر سنگھ اس کی بات کا جواب دیتا ہے کہ نہیں۔

وہ کہہ رہا تھا۔

''بڑے ہتھ چھوٹ ہو، آہٹ پاتے ہی گولی چلا دی، یہ بھی نہ دیکھا جھاڑی میں کون ہے کہاں ہے کوئی ہے بھی کہ نہیں؟ تمہارا نشانہ بہت عمدہ ہے۔ تم نے ٹھیک اسی جھاڑی میں گولی چلائی جہاں میں نے سوکھے پتوں والی شاخ پھینکی تھی، مگر جہاں میں چھپا بیٹھا تھا اس کے بالکل مخالف سمت میں۔ میرا یہ حربہ کبھی ناکام نہیں ہوتا۔ تم فوراً ادھر مڑے جہاں شاخ گری تھی، ادھر نہیں، جہاں میں چھپا بیٹھا تھا۔ تمہارا نشانہ اچھا ہے مگر نوجوان اور ناتجربہ کار ہو، جنگلی جانور کا شکار کرنا اور بات ہے آدمی کا شکار کرنا اور بات ہے۔ آدمی شیر سے بھی زیادہ خطرناک ہوتا ہے ایک دن تمہیں معلوم ہوگا۔''

''مجھے معلوم ہے۔''

ٹھاکر سنگھ نے غرا کر کہا۔

''تمہیں معلوم ہے بہت خوب..... تم خود بھی کچھ کم خطرناک نہیں ہو اگر میں تمہارے سامنے پڑ جاتا تو شاید تم پہلے گولی چلا دیتے، یہ جانے پوچھے بغیر کہ میں کون ہوں، دوست ہوں کہ دشمن۔ تمہارے چہرے کا ڈر کہے دیتا تھا کہ تم بلا سوچے سمجھے گولی چلا دوگے، اس لیے مجھے تمہیں زخمی کرنا پڑا۔ مگر میں نے دیکھ لیا ہے ران کی ہڈی نہیں ٹوٹی۔ گولی گوشت کو چھیلتی ہوئی گزر گئی ہے۔ جلد ٹھیک ہو جاؤ

Scanned with CamScanner

ے، نوجوان آدمی ہو جوانی میں زخم جلدی بھر جاتے ہیں۔"

"غوں....."

"کیا؟"

"سب نہیں بھرتے۔"

"سب نہیں بھرتے؟ ہاہاہا....." وہ دیو ہیکل آدمی ایک بلند قہقہہ مار کر بولا: "سب نہیں بھرتے۔" معلوم ہوتا ہے کہیں بہت گہری چوٹ کھائی ہے "ہاہاہا....." "دل چسپ آدمی معلوم ہوتے ہو میں تمہیں کوئی فوجی سمجھا تھا۔ تمہارے دبلے پتلے جسم کو ہلکا سمجھ کر اٹھا لیا کندھے پر مگر تم خاصے بھاری ہو، معلوم ہوتا ہے تمہارے بدن کی ہڈی بہت موٹی اور مضبوط ہے۔"

"غوں...."

"کیا؟"

"مجھ کو چھوڑ دو۔"

"کیوں؟"

"میں نے کنور کا خون نہیں کیا۔"

"آہا تو تم کسی کا خون کر کے بھاگے ہو سبھی خونی یہی کہتے ہیں، وہ بے گناہ ہیں، بہت دل چسپ معاملہ ہے۔ میں سمجھ رہا تھا تم میرے تعاقب میں آرہے ہو۔"

"چھوڑ دو میں بے گناہ.....!"

Scanned with CamScanner

''اوہو تم کو چھوڑ دوں مگر تم چلو گے کیسے؟ خون تمہاری ران سے اب تک بہہ رہا ہے، حالانکہ میں نے اسے روکنے کی بہت کوشش کی ہے۔ تم اسی جنگل میں مرجاؤ گے اگر میں نے تم کو چھوڑ دیا۔''

''نہ چھوڑا تو پولیس.....''

پولیس؟ ہاہاہا..... بعد میں دیکھیں گے بعد میں۔ پہلے تم کو بچا لینا ہے، ٹھیک کرنا ہے، صحت مند بنا دینا ہے۔ دنبے کو موٹا کر کے کھاتے ہیں جانتے ہو؟''

''دنبہ کیا ہوتا ہے؟''

''ادھر نہیں ہوتا؟ ہاں ادھر نہیں ہوتا۔ تم دنبہ نہیں جانتے تم نے دنبے کی گول گاؤ دمی چکلی موٹی دم نہیں دیکھی؟ تھیلی کی طرح لٹکی رہتی ہے دنیا کا بہترین گوشت.....!''

''غوں.....''

''تمہاری غوں بھی خوب چیز ہے ہر بار اس کے معنی بدل جاتے ہیں اگر اسے کسی ڈکشنری میں ڈالا جائے اور اس لفظ کے آگے اس کے سارے معنی لکھنے کی کوشش کی جائے تو لغت کے آدھے صفحے بھی اس کے لیے کم پڑیں گے۔''

''لغت کیا؟''

''چپ رہو۔''

''کیوں چپ رہوں؟''

''آگے پل آنے والا ہے۔''

Scanned with CamScanner

''پھر کیا ہوا؟''

''بہت خطرناک پل ہے دنیا کا سب سے چھوٹا پل مگر دنیا کا سب سے خطرناک پل..... اسے میں نے بنایا ہے۔''

''مگر اس پر چلتے ہوئے ہر بار میری روح فنا ہوتی ہے۔''

''کیا ہوتی ہے؟''

''چپ رہو میرے کندھے پر چپ چاپ پڑے رہو ذرا بھی ہلنا جلنا نہیں اگر اپنی جان کی سلامتی چاہتے ہو؟''

اب نشیب ختم ہو گیا تھا اور سامنے ایک اونچا ٹیلا نظر آ رہا تھا۔ یہ ٹیلا شمال سے جنوب تک حدِ نظر تک پھیلا ہوا تھا۔ اس کی اونچائی زیادہ نہ تھی مگر لمبائی بہت تھی، دیکھنے میں اس لیے عجیب لگتا تھا کہ اسے دیکھنے سے یہ محسوس ہوتا تھا جیسے یہ ٹیلا اور اس کی چٹانیں اور پیڑ کسی عظیم قوت سے دھکا کھا کر پیچھے کو پلٹ پڑے ہیں۔

اس ٹیلے پر عموداً چڑھنے کے بجائے وہ آدمی ٹھاکر سنگھ کو اٹھائے ٹیلے کی آدھی بلندی طے کرنے کے بعد اوپر جانے کے بجائے دائیں طرف کی ایک پگڈنڈی پر گھوم گیا جو ٹیلے کی دوسری طرف جاتی تھی۔ نیم دائرے کی طرح گھومتی ہوئی پگڈنڈی، خطرناک چٹانوں میں سے ہوتی ہوئی جب یہ ٹیلے کے دوسری طرف پہنچی، تو ٹھاکر سنگھ کا دل دھک سے رہ گیا۔

دراڑ۔

Scanned with CamScanner

شمال سے جنوب تک ٹیلے کے ساتھ لگی لگی پہاڑوں کا سینہ چیرتے ہوئے وہی گہری دراڑ یہاں موجود تھی، ہزاروں فٹ گہری۔ وہ آدمی اسے اپنے کندھوں پر اٹھائے اس گہری دراڑ کے کنارے پر کھڑا تھا۔ اس کے قدموں کے نیچے کم سے کم آٹھ نو ہزار فٹ گہری دراڑ ایک اندھے کنویں کی طرح زمین کے مرکز میں جاتی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ قدم کی ایک لغزش بازو کا ایک غلط جھٹکا پھر کوئی طاقت انھیں موت سے نہیں بچا سکتی اور یہ دراڑ کہیں پر بھی دو تین سو فٹ سے کم چوڑی نہیں تھی۔ کچھ دور اس کے اندر روشنی جاتی تھی، چٹانیں ابھری ہوئی دکھائی دیتی تھیں۔ جھاڑیاں اور کچھ پیڑ گہری گہرائی میں لٹکے ہوئے کناروں کی مٹی میں اپنی جڑیں جمائے معلق ہو کر زندہ رہنے کی کوشش کرتے ہوئے، پھر کبھی کبھی کوئی کنارہ گر جاتا، کوئی چٹان گر کر نیچے بھاگتی ہوئی خوفناک چیخ کے ساتھ دور کہیں نیچے تاریکی میں گم ہو جاتی ایک زور کا دھماکہ، پھر کچھ نہیں۔ ٹھاکر سنگھ کے بدن کے سارے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

"تم نرسنگھ راج یا کنور بیریندر کے آدمی ہو مجھے اس دراڑ میں گرانے لائے ہو۔"

"نہیں لیکن اگر تم نے اس وقت ذرا بھی حرکت کی تو میں پہلے جھٹکے میں تمہیں نیچے پھینک دوں گا لیکن اگر تم خاموشی سے لدے رہے تو شاید بچ جاؤ گے۔"

ٹھاکر سنگھ چپ ہو گیا۔

Scanned with CamScanner

وہ آدمی بہت احتیاط سے قدم جما جما کر اس قعرِ عظیم کے کنارے چلتا رہا۔ ایک جگہ پر کنارہ مڑ کر نشیبی پگڈنڈی کی صورت اختیار کر گیا تھا۔ ہولے ہولے نیچے اترتے اترتے وہ اس کھائی کے اندر ایک ابھری ہوئی چٹان پر پہنچ گئے۔ یہاں پہنچ کر اس قوی ہیکل آدمی نے پہلی بار کھڑے ہو کر دم لیا۔

ٹھاکر سنگھ نے فضا کی نیم تاریکی کے باوجود دیکھ لیا کہ اس چٹان پر چیڑھ کا ایک درخت گر پڑا ہے۔ اوپر کی شاخیں اور ڈال اس چٹان پر ہیں اور جڑیں اس قعرِ فنا کے اس پار آدھی زمین سے باہر نکلی ہیں، آدھی زمین کے اندر ہیں اور اس گرے ہوئے چیڑھ کے درخت نے اس قعرِ فنا کے اندر ایک چھوٹا سا پل بنا ڈالا ہے۔ کوئی سوفٹ لمبا ہوگا یہ پل۔

''دونوں کناروں کے درمیان یہ سوفٹ کا فاصلہ مجھے تمہیں اٹھا کے طے کرنا ہوگا اس درخت کے تنے پر چل کر..... اس لیے اگر تم ذرا بھی ہلے!''

''غوں!''

''سمجھ گیا۔''

جب وہ آدمی تنے پر چل رہا تھا تو ٹھاکر سنگھ کو چکر آ رہا تھا۔ آدھے راستے میں اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں کیوں کہ بیچ بیچ میں ذرا سا ہلتا بھی تھا اور ہر حرکت پر یہ گمان ہوتا تھا کہ اب گرے کہ اب گرے۔

دوسرے کنارے پہنچ کر اس آدمی نے سانس نہیں لیا۔ اب پگڈنڈی اسی کھائی کے اوپر جانا چاہتی تھی اور راستہ بہت مشکل تھا اور اس آدمی کے دونوں ہاتھ

Scanned with CamScanner

رکے ہوئے تھے۔ اس نے دونوں رائفلیں اور پورا ساز و سامان پہلے کنارے ہی پر چھوڑ دیا تھا اور صرف ٹھاکر سنگھ کو لے کر آیا تھا۔ اب وہ ٹھاکر سنگھ کو دوسرے کنارے پر لے جا کر اوپر کی خطرناک پگڈنڈی کسی نہ کسی طرح چڑھ کر اوپر دوسرے پہاڑ کے کنارے پہنچ گیا اور ٹھاکر سنگھ کو اتارتے ہوئے بولا: ''تم یہاں کچھ دیر آرام کرو میں پھر پل پار کر کے دوسرا سامان لے آتا ہوں۔''

مگر ٹھاکر سنگھ کو زمین پر اتار کر اس نے دیکھا کہ ٹھاکر سنگھ بے ہوش ہو چکا ہے، آدھے راستے ہی میں وہ کہیں بے ہوش ہو چکا تھا۔

وہ آہستہ سے مسکرایا، ٹھاکر سنگھ کو وہیں بے ہوش چھوڑ کر پلٹا۔ نیچے کھائی میں گیا، دوبارہ پل پار کر کے پہلے کنارے پر پہنچا تو ٹھاکر سنگھ ہوش میں آ رہا تھا۔

ٹھاکر سنگھ نے اس کی طرف حیرت سے دیکھ کر کمزور میں رک رک کر پوچھا۔

''تم کون ..... ہو؟ آدمی کہ جن؟''

''میرا نام احمد گورگانی ہے.....'' وہ قوی ہیکل آدمی زور سے ہنس دیا۔ احمد گورگانی ''تمہاری طرح ایک آدمی ہوں تمہارا کیا نام ہے؟''

''ٹھاکر سنگھ.....''

''سی آئی ڈی.....''

ٹھاکر سنگھ نے انکار میں سر ہلایا ''راجہ نرسنگھ راج کا شکاری ہوں۔''

''معلوم ہوتا ہے ہم دونوں کو غلط فہمی ہوئی ہے..... خیر آگے جا کے دیکھا

Scanned with CamScanner

جائے گا..... ابھی کیا تم چل سکتے ہو؟''

ٹھاکر سنگھ نے بڑی مشکل سے اُٹھ کر دو قدم لیے پھر چکرا کر گر پڑا۔ گورگانی نے اسے فوراً سنبھال لیا اپنے کندھے پر لادتے ہوئے بولا ''معلوم ہوتا ہے تمہیں منزل تک لاد کے چلنا پڑے گا بہت بھاری ہو گو دیکھنے میں دبلے پتلے دکھائی دیتے ہو..... ہڈی۔''

''ادھر کیا کوئی تھانہ بھی ہے؟''

ٹھاکر سنگھ نے رک کر سوال کیا۔

گورگانی زور سے ہنس پڑا ''احمق سو میل کے دائرے میں کوئی تھانہ نہیں ہے میں تمہیں تھانے نہیں لے جا رہا ہوں اپنے گھر لے جا رہا ہوں۔''

''گھر؟''

ٹھاکر سنگھ نے اپنے چاروں طرف پھیلے ہوئے جنگل پر نظر ڈالی ادھر کا جنگل دراڑ کے پار والے جنگل سے کم گھنا تھا۔ دو سو گز کی چڑھائی کے بعد پیڑ چھدرے ہوتے جا رہے تھے، پھر پہاڑ کی تکونی چوٹی تک برف ہی برف دکھائی دیتی تھی۔ پار کا جنگل اس قدر گھنا تھا دراڑ کے قریب کہ نیلے آسمان کی بجائے پیڑوں کی شاخوں، پتوں نے مل کر ایک سبز چھتنارا بنا دیا تھا۔ ادھر کہیں کہیں پر آسمان نظر آتا تھا اور اس کے نیلے نیلے قطعوں میں سے دھوپ کے آبشار بہتے دکھائی دیتے تھے۔

ٹھاکر سنگھ بہت کمزوری محسوس کر رہا تھا بہت سا خون بہہ جانے سے اس

Scanned with CamScanner

کا سر گھومنے لگا تھا۔

چلتے چلتے گورگانی اب شدید بیزاری کے عالم میں تھا، کہنے لگا:

"دراصل مجھے تمہیں اسی دراڑ میں پھینک دینا چاہیے تھا، یہاں لانے اور لاد کر چلنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ تیرہ برس سے میں اس علاقے کا اکیلا بادشاہ ہوں اور اپنی تنہائی میں بہت خوش ہوں اور اب تم میری تنہائی میں مخل ہونے کے لیے آ گئے ہو۔ مزے کی بات ہے کہ میں تم کو خود لے کے چل رہا ہوں، اسی طرح ہر انسان اپنی تباہی کا سامان خود پیدا کرتا ہے۔ اب مجھے دیکھو تمہیں اپنے سر پر لاد کے چل رہا ہوں، حالانکہ بڑی آسانی سے تمہیں کسی کھڈ میں پھینک سکتا ہوں اور کھڈ میں پھینکنے کی بھی کیا ضرورت ہے، یہیں راستے میں چھوڑ دوں تو تم کہاں جاؤ گے دو قدم چل نہیں سکتے۔ رات کو کوئی جنگلی جانور تمہیں کھا جائے گا یا یہیں بھوکے پیاسے مر جاؤ گے اور گدھ تمہاری لاش کو کھا جائیں گے۔ مگر نہیں بس یہی مجھ سے نہیں ہو گا، میں تمہاری جان بچالوں گا، تمہیں اپنے گھر میں رکھوں گا تمہارا علاج کروں گا، تمہیں پھر سے صحت مند اور تندرست بنا دوں گا اور جب تم چلنے پھرنے لگو گے تو ایک دن میرے ہی گلے پر چھری رکھ دو گے، یہ انسان کی فطرت ہے۔ وہ کچھ اور کر ہی نہیں سکتا۔ وہ فطرتاً احسان فراموش ہے۔ احسان فراموشی دراصل کوئی بری بات نہیں ہے۔ وہ ایک جبلی خواہش کا اظہار ہے کہ اس احسان کے باوجود بھی تم سے کسی طرح کم نہیں ہوں۔ پانی کی طرح آدمی کی فطرت بھی ہمیشہ اپنی سطح ہموار رکھتی ہے۔ احسان کا جو بھی دباؤ اس پر ڈالا جاتا ہے، اس سے وہ کچھ

Scanned with CamScanner

عرصے کے لیے دب تو جاتی ہے مگر پہلا موقعہ پاتے ہی اس بوجھ کو اتار پھینکتی ہے، اور احسان کرنے والے انسان کے برابر ہو جاتی ہے۔ یہ برابری کی سطح انسان دو طریقوں سے حاصل کر سکتا ہے یا تو احسان کا بدلہ احسان سے چکا کر یا ناشکرا بن کر۔ چونکہ موجودہ دور کی زندگی اس حد تک تلخ ہو چکی ہے کہ اس میں احسان کا بدلہ احسان سے چکانے کی صلاحیت بہت کم رہ گئی ہے، اس لیے مجبوراً ناشکرے پن کا سہارا لینا پڑتا ہے ایں؟ کیا سمجھے؟''

مگر ٹھاکر سنگھ کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ چند قدم تو گورگانی اسے کے جواب کا انتظار کیئے بغیر چلتا رہا پھر رک کر اس نے ٹھاکر سنگھ کی نبض ٹٹولی اور غصے سے کہا:

''بلیڈی ہیل....!''

Scanned with CamScanner

جب اس کی آنکھیں پھر کھلیں تو وہ ایک لمبے مستطیل نما کمرے میں تھا، کوئی پچاس فٹ لمبا ہوگا اور تیس فٹ چوڑا۔ دیواریں لکڑی کی تھیں، فرش بھی لکڑی کا تھا۔ چھت کی طرف دیکھنے سے پتہ چلتا تھا کہ نیم تراشیدہ لکڑی کے کُندوں اور شہتیروں پر گرچ کی جھاڑیاں ڈال کر ان پر مٹی کی تہ جمائی گئی ہے۔

وہ لکڑی کی کھاٹ پر لیٹا تھا جس پر بان کی جگہ تختے لگے تھے اور بستر جنگلی جانوروں کی کھالوں کا تھا اور لحاف سمور کا تھا اور بہت گرم تھا۔ سامنے دیوار پر ایک چیتے کا سر تھا اور اس سے ملحق دیوار پر ایک مارخور کے شاندار سینگوں والا سر جس کے نیچے دیوار میں ایک دروازہ کھلتا تھا جو شاید کسی دوسرے کمرے کو جاتا تھا یا باہر کو کھلتا ہوگا۔

ٹھاکر سنگھ بستر پر لیٹے لیٹے غور کرنے لگا۔ وہ اس وقت کمرے میں بالکل اکیلا تھا اور اپنے آپ میں بہت ہلکا محسوس کر رہا تھا۔ سامنے کا دروازہ کھلا تھا جس

Scanned with CamScanner

میں روشنی اور سایوں کی شطرنجی داخل ہو کر اس بات کا پتہ دیتی تھی کہ باہر قریب میں درخت ہیں۔ روشنی سے ٹھاکر سنگھ نے اندازہ لگایا کہ صبح کی دھوپ ہے۔ جہاں وہ لیٹا تھا اس کے قریب کی دیوار میں اوپر کی طرف ایک کھڑکی تھی جو اندر سے بند تھی۔ لکڑی کا ایک ترچھا ڈنڈا دوسری لکڑی کے ہک میں پھنس کر اسے بند کرتا تھا۔ ایک کونے میں بہت سی کھالیں تہ کر کے رکھی تھیں۔ مغربی کونے میں چیڑھ کی کھردری لکڑی کا ایک چوکور سا میز تھا جس کے قریب دو کرسیاں پڑی تھیں دونوں چیڑھ کی۔ نیم تراشیدہ لکڑیوں کو جوڑ جاڑ اور ٹھونک ٹھانک کے کسی نہ کسی طرح بنائی گئی تھیں۔ صرف یہ تھا کہ ان میں سے ایک کرسی بالکل نئی دکھائی دیتی تھی سارے کمرے میں وحشی جانوروں کی کھالوں کی بُو اور پائین، جیگن کی مہک آپس میں لڑتی اور لڑ کر ایک دوسرے سے صلح کرتی معلوم ہوتی تھی مغربی دیوار پر تین پرانی اور بے حد استعمال شدہ رائفلیں ٹنگی تھیں مگر اس کی اپنی رائفل ان میں نہیں تھی۔

بستر پر لیٹے لیٹے چاروں طرف دیکھ لینے کے بعد اس کی نگاہیں اپنے بستر سے بالکل مخالف سمت کی دیوار کے اندر دروازے پر جم گئیں جس کے اوپر مارخور کا سر ٹنگا ہوا تھا۔ شاید وہ کمرہ گورگانی کا ہوگا مگر گورگانی خود کہاں تھا؟ اور ابھی تو وہ وثوق سے یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ یہ کمرہ گورگانی کا ہے نہ جانے کس کا ہے کون اسے یہاں لایا ہے؟ بس کچھ دھندلا دھندلا سا اسے اتنا یاد تھا کہ وہ گورگانی کے کندھے پر لیٹا لیٹا بے ہوش ہو گیا تھا، اس کے ہوش وحواس جواب دے گئے تھے اور اب وہ اس کمرے میں اس بستر پر تھا اس بیچ میں کیا ہوا اسے کچھ یاد نہیں۔

Scanned with CamScanner

اتنے میں باہر سے آہٹ ہونے لگی۔ کھلے دروازے سے گورگانی زیرِلب کچھ گنگناتا ہوا اپنے دونوں ہاتھوں میں مٹی کا ایک بڑا پیالہ اٹھائے ہوئے اندر آیا پیالے سے گرم گرم بھاپ نکل رہی تھی اور اس میں لکڑی کی ایک ڈوئی پڑی تھی۔

گورگانی اس کے بستر پر آ کر بیٹھ گیا اور ٹھاکر سنگھ کو آنکھیں کھولے لیٹا دیکھ کر مسکرا کے بولا: ''چار دن کی غشی اور نیم بے ہوشی اور تیز سرسامی بخار کے بعد آج تمہاری حالت بدلی ہے صبح میں تم کو پسینہ آ کے بخار اتر گیا، مگر میں نے تم کو سونے دیا۔''

بہت بھوک لگی ہے۔

گورگانی ایک ہاتھ میں مٹی کے پیالے کو پکڑ کر دوسرے ہاتھ سے اس میں سے ڈوئی بھر کر ٹھاکر سنگھ کو پلانے لگا۔ گرسنہ انداز سے پیتے پیتے ٹھاکر سنگھ نے کہا۔

''بہت مزیدار ہے۔''

جنگلی ککڑ کی یخنی ہے جناب، چار دن سے تم کو پلا رہا ہوں، اگر یہ تم کو ٹھیک نہیں کر سکتی تو دنیا کی کوئی دوا ٹھیک نہیں کر سکتی اور اس کا گوشت مزے میں تیتر سے بھی زیادہ خستہ ہوتا ہے۔ دو دن کے بعد تم کو اس کی بھنی ہوئی چانپیں کھلائی جائیں گی۔ میرا کک عبد الرحمان بہت ہوشیار باورچی ہے اور میرا خدمت گار قادر بھی بہت سمجھدار ہے۔ دونوں نے دن رات لگ کے پچھلے چار دن سے تمہاری خدمت کی ہے، تمہیں ان کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ تم کافر ہو اگر وہ تم کو مار دیتے تو

Scanned with CamScanner

سیدھے جنت پا جاتے مگر تمہاری خاطر انہوں نے خود کو جنت سے محروم کر لیا اور تمہیں بچا لیا۔ کیا اب بھی تم ان کا شکریہ ادا نہیں کرو گے؟

''وہ دونوں کہاں ہیں؟'' ٹھاکر سنگھ نے آہستہ سے پوچھا۔

''تمہارے سامنے بیٹھے ہیں۔''

''کہاں؟'' ٹھاکر سنگھ نے حیرت سے پوچھا۔

''یہاں۔''

''یہاں کہاں؟''

''تمہارے بستر پر.....''

''میرے بستر پر؟'' ٹھاکر سنگھ حیرت سے بستر کے چاروں طرف دیکھنے لگا ''یہاں تو آپ کے سوا کوئی نہیں ہے.....''

''میں ہی عبد الرحمان بن جاتا ہوں، میں ہی قادر بخش۔ میں جب کچن میں جاتا ہوں تو عبد الرحمان بن جاتا ہوں، رائفل اٹھا کے باہر جاتا ہوں تو گورگانی۔ ایک آدمی تین آدمی کیوں نہیں بن سکتا۔ جب ایک امیبا کے دو امیبا ہو سکتے ہیں تو ایک آدمی کے تین آدمی کیوں نہیں بن سکتے؟ اس کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ آدمی اپنے آپ کو امیبا کی طرح بیچ میں سے دو حصوں میں تقسیم کر لے۔ وہ اپنی زندگی اور اس کا وقت تقسیم کر سکتا ہے اس سے کام اور محنت کی تقسیم اچھی ہوتی ہے۔ آدمی ایک وقت میں کئی نوکر رکھ سکتا ہے جب چاہے انہیں نکال سکتا ہے نہ نوٹس کی ضرورت نہ اسٹرائیک کا رڈ نہ گوسلو کا خدشہ۔ میری سمجھ میں نہیں

Scanned with CamScanner

آتا لوگ دوسروں پر حکم کیوں چلاتے ہیں اپنے آپ پر حکم کیوں نہیں کرتے.....
ایں کیا سمجھے؟''

گورگانی نے اتنا کہہ کر ڈوئی بھر کر سوپ ٹھاکر سنگھ کے منہ میں انڈیل دیا تاکہ وہ بول نہ سکے، حالانکہ وہ بیچارا اگر بول سکتا تو کیا بولتا؟ وہ تو ٹھاکر سنگھ کو ایک ایسے ہک کی طرح استعمال کر رہا تھا جس پر وہ اپنی گفتگو ٹانک سکے۔ ٹھاکر سنگھ نے سوچا اس بیچارے کو بھی لفظوں کا مرض ہے۔ لفظ بہت گمراہ کرتے ہیں، ہمیشہ وہ ان کے جال میں پھنس کر رہ جاتا ہے، ہمیشہ وہ ان سے ڈرتا رہے گا۔ لفظ جو ہمیشہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے ہیں۔ انہی لفظوں سے وہ اتنی دور بھاگا تھا۔ درشنا کے لفظ، راجہ نرسنگھ راج کے لفظ، داروغہ ساونت سنگھ کے لفظ، ہردیال شکاری کے لفظ پوسٹر کے لفظ اور اگر پکڑا جاتا تو وکیل اور عدالت کے لفظ! لفظ جو کچھ کرتے نہیں ہمیشہ کچھ ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

اس نے بیزار ہو کر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

''کیا درشنا کے بارے میں سوچ رہے ہو؟''

ٹھاکر سنگھ نے آنکھیں کھول دیں۔

''ہاں مجھے درشنا کے بارے میں سب معلوم ہو چکا ہے۔''

گورگانی بولا ''پچھلے چار روز کے سرسام میں تم بہت کچھ کہہ چکے ہو جو لوگ زندگی میں کم بولتے ہیں، وہ سرسام میں زیادہ بولتے ہیں کیونکہ ہماری ساری زندگی پر سرسامی کیفیت طاری ہے۔ صبح کے اخبارات سے رات کے ریڈیو تک لفظ

Scanned with CamScanner

بولتے رہتے ہیں۔ ہر آن بولتے رہتے ہیں کبھی حکم بن کر، کبھی التجا بن کر، کبھی دھمکی بن کر، کبھی لیکچر بن کر، کبھی غیض وغضب بن کر ہر لحظہ لڑتے جھگڑتے چیختے چلاتے چلے جاتے ہیں۔ جیسے ایک لمحہ کو بھی وہ چپ ہوئے تو یہ دنیا مر جائے گی، ختم ہو جائے گی۔ ایک دفعہ جو چپ ہوئی تو پھر نہیں بولے گی۔ اس لیے لفظوں کے اس تانتے، ریل پیل، جھمگٹے، بھیڑ بھاڑ، دھکم دھکے کو کوئی ختم نہیں کرتا۔ لفظوں کا انبوہ ہے، انبار ہے، نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے۔ جیسے جھلائے ہوئے انسان اپنے حلق کی رسیوں سے کھینچ رہے ہیں وہ کیا کر رہے ہیں، کیوں کہہ رہے ہیں، کس لیے کہہ رہے ہیں؟ کوئی نہیں جانتا۔ بس اس عہد میں جتنے خلا ہیں، جتنے فاصلے ہیں، ان سب کو لفظوں سے بھرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ وہ خلا جو انسان اور اس کی روٹی کے درمیان ہے، جو حکومت اور اس کے وعدے کے درمیان ہے۔ اس خلاء کو اس فاصلے کو لفظوں سے بھرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اسی لیے لفظوں میں بہت کم معنی باقی رہ گئے ہیں۔ وہ محض پیکنگ بنتے جا رہے ہیں جن سے ہماری زندگی کے خالی ڈبے بھرے جا رہے ہیں۔"

"پیکنگ تم سمجھتے ہو؟ تم کیا سمجھو گے؟ میں سمجھتا ہوں کیونکہ میں بہت بولتا ہوں اور میں اس لیے زیادہ بولتا ہوں کہ میں بھی اسی سرسامی زندگی کی پیداوار ہوں۔ میرے اندر جو خلا ہے، اسے لفظوں سے بھرنے کی کوشش کرتا رہتا ہوں، تم جنگل کی پیداوار ہو، تم جانوروں کے ساتھ پلے اور بڑھے ہو اس لیے تمہارے پاس لفظ کم ہیں اور جو ہیں" وہ کھرے اور سچے ہیں کیوں کہ تم لفظوں کا دوسرا کوئی

Scanned with CamScanner

مطلب نہیں جانتے۔'' تمہارا چہرہ بھی کھرا اور سچا ہے۔ حالانکہ میں نے پہلے اسی سے دھوکا کھایا تھا اور اسی سے تم کو بے ایمان اور دھوکے باز جاسوس سمجھا تھا، کیونکہ آج کل جتنے معصوم اور کھرے اور سیدھے سادھے اور سچے چہرے والے دکھائی دیتے ہیں وہ سب کے سب اول نمبر کے بدمعاش اور دھوکے باز ہوتے ہیں۔ ان کے چہرے پر نقاب ہوتے ہیں اور الفاظ پر فریب۔ میں نے تمہارے چہرے کو بھی ایسا ہی نقاب سمجھا تھا مگر سرسام میں جو تم نے کہا، یعنی جو تمہارے تحت الشعور نے کہا، تحت الشعور جھوٹ نہیں بولتا۔ تحت الشعور جانتے ہو کیا ہوتا ہے؟ خیر چھوڑو بس یہ جان لو کہ تمہارا سارا قصہ مجھے معلوم ہو چکا ہے اور مجھے تم سے ہمدردی ہے۔ اب تم میرے ہاتھ سے نہیں مرو گے، کیونکہ تم بھی میری طرح زندگی کے ستائے ہوئے ہو۔ منہ کھولو۔ سوپ پیو..... عمدہ ہے نا؟ درشنا کیا بہت خوبصورت تھی؟

ٹھاکر سنگھ کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

پھر اس کا منہ ڈوئی کے شوربے سے بھر گیا۔

گھونٹ پی چکنے کے بعد ٹھاکر سنگھ نے کہا ''ہاں۔''

''اس سے بہت پیار کرتے تھے؟''

''ہاں۔''

''تو اسے جان سے کیوں نہیں مارا؟''

ٹھاکر سنگھ کچھ عرصہ چپ رہا پھر بولا۔

''موقعہ نہیں ملا۔''

Scanned with CamScanner

''کیوں نہیں ملا؟''

''دیوار بہت اونچی تھی۔''

''اب اگر موقعہ مل جائے؟''

''اب؟ اب نہیں۔''

''اب میں جنگل میں اکیلا رہنا چاہتا ہوں۔''

''کیوں؟''

''لگتا ہے میں اس کے بغیر جنگل میں خوش رہ سکتا ہوں۔''

''تم درشنا کو بے وفا سمجھتے ہو؟''

''ہاں۔''

''حالانکہ وہ بے وفا نہیں تھی۔''

''کیسے نہیں تھی؟''

''میں تمھیں بتا چکا ہوں کہ انسان کی فطرت پانی کی طرح سے ہمیشہ اپنی سطح ہموار رکھتی ہے اگر اس پر بند باندھ دیا جائے گا تو ایک دن وہ اس پر سے اچھل جائے گی۔ اسے ایک طرف سے روکا جائے گا تو وہ دوسرا راستہ ڈھونڈ لے گی۔ مردوں نے عورت کی فطرت کو ہزاروں سال سے دبا رکھا ہے، گھر کے سوا سارے راستے اس کے لیے بند کر دیئے۔ پردہ جاہلیت، (جو ایک طرح سے پردہ ہی ہے) عقل تجربہ، وسعت، متنوع کام، جدوجہد۔ ہر شے سے دور رکھا، صرف اس کی جنس اس کے پاس رہنے دی، اب وہ کیا کرے؟

Scanned with CamScanner

''اولوالعزم عورتیں جو زندگی میں آگے بڑھنا چاہتی ہیں اپنی جنس سے وہی کام لیتی ہیں، جو مرد اپنی عقل سے لیتے ہیں۔ عورت اپنی جنس سے ایک ہتھیار کا کام لیتی ہے کیوں کہ مرد نے باقی سارے ہتھیار اس سے چھین لیے ہیں، جو کام ان پڑھ درشنا نے کیا، وہی کام پڑھی لکھی عظیمہ نے کیا۔''

''عظیمہ، پھر بتاؤں گا پہلے تمہارا قصہ سن لوں کچھ کچھ تو میں نے تمہاری بے ہوشی کی باتوں سے اندازہ لگا لیا ہے مگر پورا قصہ تمہاری زبان سے سننا چاہتا ہوں۔''

ٹھاکر سنگھ کے چہرے پر درد کی پرچھائیاں لرزنے لگیں، اس نے پیالے کی طرف دیکھا، پیالہ شوربے سے خالی ہو چکا تھا، لکڑی کی ڈوئی اس میں الٹی پڑی تھی مگر اس کی بھوک نہیں مٹی تھی، اس نے ملتجیانہ نظروں سے دیکھ کر کہا:

''ایک پیالہ اور ملے گا؟''

''ملے گا لیکن تمہارا قصہ سن لینے کے بعد۔''

اسے اپنا قصہ سنانا ایک مصیبت معلوم ہوتا تھا مگر کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ الفاظ قابل نفرت ہیں مگر لفظوں کے بغیر چارہ بھی نہیں۔ ٹھاکر سنگھ نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اپنے دونوں ہاتھ گود میں رکھ لیے اور آہستہ سے بولا:

''تو سنو.....!''

Scanned with CamScanner

ٹھاکر سنگھ کا زخم تیزی سے بھرنے لگا مگر ابھی وہ چل پھر نہیں سکتا تھا۔ آٹھویں دن گورگانی ٹھاکر سنگھ کو اپنے بازوؤں میں اٹھا کر باہر لے گیا۔

جب سے ٹھاکر سنگھ آیا تھا وہ آج پہلی بار باہر لے جایا گیا تھا۔ گورگانی نے اس کے لیے کھاٹ باہر بچھا دی اور اس پر اسے لٹا دیا، اور خود ایک کرسی گھسیٹ کر اس کے قریب بیٹھ گیا۔ وہ مسکرا رہا تھا، وہ چاہتا تھا کہ ٹھاکر سنگھ باہر کا سماں دیکھے اور اس کی طرح خوش ہو جائے۔

لکڑی کا یہ گھر واقعی ایک خوبصورت پہاڑی ڈھلان پر واقع تھا۔ ٹھاکر سنگھ نے اندازہ لگایا کوئی چھ سات ہزار فٹ اونچی جگہ ہو گی مگر اس گھر سے بہت قریب نظر آتی تھی۔ سامنے مشرقی سلسلہ ہائے کوہ تھا برف سے لدی چوٹیاں اور پہاڑ سنگلاخ بھی اور جنگلوں سے بھرے ہوئے بھی۔ سورج نکل چلا تھا۔ لکڑی کی دیواروں پر جگہ جگہ روپہلی دھوپ کے دھبے تھے اور شاہ بلوط کے پتوں کے

سائے، شاہ بلوط کا تناور پیڑ اس کے سر پر تھا۔ تنگ کا ایک بہت بڑا پیڑ کوئی پچاس گز نیچے گھاٹی پر تھا اور سامنے کے منظر کو دو حصوں میں تقسیم کرتا تھا۔ بادل نیچے وادیوں میں لڑھک کر جگہ جگہ پھیل گئے۔ ان کے سر پر سورج چمک رہا تھا۔ گھر کے پیچھے چوٹی کی جانب بڑھتا ہوا جنگل پتلا اور چھدرا ہو جاتا تھا۔ کہیں کہیں پر دیودار کے درختوں کے بیچ اور چٹانوں پر برف کے تودے کھڑے تھے۔ ہوا، دھوپ، خنکی، برف کا قرب، سبز پتوں کا سنگیت اور کہیں نزدیک میں بہتے ہوئے پانی کی شاعری۔

''آہ.....'' ٹھاکر سنگھ نے اطمینان اور سکون سے آنکھیں بند کر لیں۔

''پسند آیا؟''

''بہت''

''میں پچھلے تیرہ برس سے یہاں رہتا ہوں۔''

''کیوں؟''

کیوں کہ مجھے کامیابی پسند نہیں۔

''کامیابی؟''

''ہاں تم کبھی کامیاب نہیں رہے اس لیے تمہارے لیے سمجھنا ذرا مشکل ہو گا پھر بھی سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں..... میرا باپ سبزی فروش تھا، جیسے تمہارا باپ شکاری تھا، میرے باپ کی زمین شہر کے قریب تھی۔ وہ اس میں سبزی اگاتا تھا اور ٹھیکے پر فروخت کر دیتا تھا۔ زمین بہت زرخیز تھی کھاپی کر اتنا بچ رہتا تھا کہ

Scanned with CamScanner

میرا باپ مجھے کالج تک پڑھا سکے۔ میرے باپ کے حوصلے بہت بڑے تھے، وہ سبزی فروش کہلانا پسند نہیں کرتا تھا۔ پھل، دودھ، انڈے، سبزی، گھی بھینس، گائے بیل، کھاد، کھلی زمین، کھلا آسمان محبت کرنے والی بیوی۔ یہ سب اس کے لیے کافی نہیں تھا، وہ چاہتا تھا کہ اس کا بیٹا بڑا آدمی بنے اور وہ ایک بڑے آدمی کا باپ کہلائے۔ اس کی ساری امیدوں کا مرکز میں تھا، میں کالج میں بہت ہوشیار طالب علم مانا جاتا تھا۔ کلاس میں ہمیشہ اول یا دوم آتا، کبھی تیسرے درجے پر نہیں آیا، ہمیشہ وظیفہ لیا۔ ایک لڑکی تھی اپنی کلاس میں منیرہ، میں اول آتا تو وہ دوم آتی، میں دوم آتا تو وہ اول آتی، ہم دونوں کا مقابلہ چلتا تھا۔ مقابلہ چلتے چلتے کچھ اور بھی چلنے لگا، کچھ دلچسپی پیدا ہوگئی دلچسپی انسیت میں بدلنے لگی۔ مجھے وہ بہت پسند آنے لگی اور وہ بھی مجھے پسند کرنے لگی۔ ہمارا مذاق ایک طرح کا تھا اور زندگی کے بہت سے مشاغل پسند اور ناپسند بہت سی باتوں میں ہم ایک دوسرے کے بہت قریب تھے۔ کبھی محبت کی بات نہیں ہوئی لیکن دن بھر گھنٹوں ساتھ رہتا تھا اور ہم لوگ ایک دوسرے کے ساتھ سے کبھی نہیں اکتاتے تھے، غیر معمولی ذہانت کے باوجود.....

ذہانت سمجھتے ہو کیا ہوتی ہے؟''

ٹھاکر سنگھ نے لیٹے لیٹے انکار میں سر ہلا دیا گورگانی نے مسکرا کر کہا:

''عجیب جاہل سے پالا پڑا ہے! خیر کچھ نہ کچھ تو تم سمجھ ہی جاؤ گے کہ غیر معمولی ذہانت کے باوجود اس کی شخصیت میں عجیب موہنا پن اور مٹھاس تھی، کوئی ایسی قتالہ عالم بھی نہ تھی کہ آدمی دیکھتے ہی دل تھام لے اور اٹواٹ کھٹواٹ لے کر

پڑ جائے مگر ایسی بھی نہ تھی کہ آدمی دیکھتے ہی ناپسند کر دے۔ کچھ ایسی دل کشی تھی اس میں، جو آہستہ آہستہ دل کے اندر گھس کر اثر کرتی تھی مگر اثر دیر پا ہوتا تھا۔

میں جب ایم اے میں اول آیا اور صرف کالج میں ہی نہیں پوری یونیورسٹی میں اول آیا (منیرہ دوم آ گئی) تو میرے انگریزی کے پروفیسر لال خان بھٹی نے اپنے کسی دوست سے میرا ذکر کیا۔ وہ بکلوت کا زمیندار تھا مگر انگریزی سرکار میں اس کی رسائی دور دور تک تھی، محمد شاہ اس کا نام تھا۔ اس نے میرے اور میرے باپ کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ میں اس کی بیٹی عظیمہ سے شادی کر لوں۔ عظیمہ خوبصورت ہے، میٹرک پاس ہے اور ایک امیر زمیندار کی بیٹی ہے۔ عوض میں وہ مجھے انگلینڈ بھیجے گا اور آئی سی ایس (انڈین سول سروس) کا امتحان دلوائے گا اور کامیاب بھی کرا دے گا اور پھر آگے بھی کامیابی کے ہر زینے پر وہ میری کمر کو سہارا دے کر اوپر لے جایا کرے گا منظور ہے؟

میرے کنجڑے باپ نے فوراً منظور کر لیا، کچھ پس وپیش کے بعد میں نے بھی منظور کر لیا (چند لمحوں کے لیے منیرہ ذہن میں آئی تھی۔ اس کی گرم گرم سانسیں رخسار پر، نرم نرم انگلیاں سینے پر سرکی تھیں؛ اس کی حیرت زدہ آنکھوں میں ایک سوال تھا؟ چند لمحوں کے لیے جیسے اس نے میرا دامن پکڑ کے مجھے اپنے قریب کر لیا تھا۔ پھر میں نے منہ موڑ کر دامن جھٹک دیا تھا ہاں کر دی، تم ہوتے تو کیا کرتے؟

"کیا؟ ٹھاکر سنگھ نے پوچھا۔

Scanned with CamScanner

"فرض کرلو کہ تم ایک شکاری کے بیٹے ہوتے جیسے کہ تم ہو۔ فرض کرلو تمہاری درشنا سے شادی ہوئی ہوتی جیسی کہ ہوئی تھی، فرض کرلو ایک دن نرسنگھ راج تمہیں بلا کر کہتا میں تمہیں اپنا آدھا راج پاٹ دیتا ہوں اگر تم میری راجکماری سے شادی کرلو اور درشنا کو چھوڑ دو تو تم کیا کرتے؟"

"انکار۔"

"کیوں؟"

"کیوں مجھے جنگل پسند ہے۔" ٹھاکر سنگھ نے بڑی سادگی سے کہا۔

گورگانی آہ بھر کر بولا:

"اس وقت اتنی سمجھ مجھ میں نہیں تھی ایک اَن پڑھ جاہل ہر دم فطرت کے قریب رہنے والے اجڈ شکاری کی عقل اگر مجھ میں ہوتی تو میں بھی شاید یہی جواب دیتا، شاید نہ دیتا، دس میں سے دس وہی کرتے جو میں نے کیا۔ گیارھواں کوئی تمہاری طرح بے وقوف ہوتا..... حالانکہ اب میں تمہیں بے وقوف نہیں سمجھتا ہوں۔

خیر میں نے منظور کرلیا عظیمہ سے میری شادی ہوگئی۔ اس کے باپ نے ہم دونوں کو انگلستان بھجوا دیا۔ میں آئی سی ایس میں آ گیا۔ ہوتے ہوتے ڈپٹی کمشنر سے کمشنر ہو گیا۔ مگر عظیمہ بڑے اونچے ارادوں والی عورت تھی۔ وہ چیف کمشنر کی بیوی بننا چاہتی تھی۔ اس کے کوئی بچہ نہیں تھا۔ اس لیے اس کے ارادے اور عزائم بہت بلند ہو گئے تھے۔ جب عورت ماں بن جاتی ہے تو اس کے تمام

Scanned with CamScanner

ارادے تمام عزائم ایک بچے میں سمٹ جاتے ہیں مگر عظیمہ کے کوئی بچہ نہ تھا۔ ایک بچی ہوئی تھی مگر چھ ماہ بعد وہ بھی مر گئی۔ اس لیے عظیمہ کی ساری محبت مجھ میں مرکوز ہو کر رہ گئی۔ وہ مجھ سے محبت کرتی تھی اور مجھے چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔ صرف مجھے چیف کمشنر دیکھنا چاہتی تھی، ایک پورے ڈویژن کا چیف کمشنر! جو اب تک کوئی ہندوستانی ہمارے صوبے میں نہیں ہوا تھا، نہ اب تک ہوا ہے، مگر میں پہلا چیف کمشنر تھا، ہندوستانی چیف کمشنر۔ اپنے صوبے میں گورنر سے ہماری بے تکلفی تھی۔ گورنر ہمارے گھر آتا تھا۔ ایک ہندوستانی کے گھر میں تم اسے سوچ سکتے ہو؟

لاٹ صاحب جو سوجتن کے بعد ایک رجواڑے کے گھر کا پھیرا کرتے تھے، اکثر راتوں میں میرے گھر آ کر وہسکی پیتا تھا، کھانا کھاتا تھا۔ عظیمہ اس سے بڑی بے تکلفی سے بات کر لیا کرتی تھی، میں ہنس کر سہہ لیتا تھا، کبھی کبھی کوئی نگاہ بھی پکڑ لیتا تھا۔ ہمراز ہنسی کی ایک اڑان، دوستوں کی استہزائیہ سرگوشی، جو میرے پلٹتے ہی قہقہوں میں تبدیل ہو جاتی۔ پھر غصے سے میرا سارا بدن کانپنے لگتا، میرے سارے جسم میں انگارے سلگنے لگتے اور میں دانت پیس پیس کر اپنی مٹھیاں کسنے اور کھولنے لگتا۔

ایک دن میں نے ان دونوں کو پکڑ لیا اور دونوں کو گولی مار دی، عظیمہ کو بھی اور سرجان کو بھی۔ تم اخبار نہیں پڑھتے اس لیے اس قصے سے واقف نہیں ہو۔ ساری دنیا یہ قصہ جانتی ہے انگریزی لاٹ صاحب کو گولی مار کر زندہ رہنا اور بچ جانا ایک معجزہ ہے آج تم اس معجزے کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔

Scanned with CamScanner

تیرہ برس سے میں یہاں رہتا ہوں۔ میرے علاقے اور اس صوبے کے بیچ دو صوبے اور پڑتے ہیں۔ ایک دفعہ میں سر جان کے ساتھ اس جنگل میں مارخور کے شکار کے لیے آیا تھا۔ ہندوستان میں مارخور اب اسی جنگل میں رہ گئے ہیں اور وہ بھی اس لیے کہ بیگان کے پہاڑوں کی آتش فشانی اور بھونچال کے بعد اس علاقے کی صورت ہی بدل گئی۔ یہ علاقہ دو طرف سے کٹ چکا ہے۔ صرف ٹیکری کے راستے اس علاقے سے باہر پہنچا جا سکتا ہے اور وہ بھی جان جوکھوں کا کام ہے۔ اس لیے اب ادھر کوئی نہیں آتا۔ پچھلے تیرہ برس سے میں اسی علاقے میں رہ رہا ہوں۔ میرے سر پر ایک لاکھ روپے کا انعام ہے۔ ایک لاکھ روپیہ جانتے ہو کتنا ہوتا ہے۔

''اگر تم پولیس کر یہاں بلا کر مجھے پکڑوا دو تو تمہیں ایک لاکھ روپیہ مل سکتا ہے۔ کوشش کرنا چاہتے ہو؟''

''کیوں کروں؟''

''کیوں؟ کیوں کیا سوال ہوا؟ بھلا کیوں کوئی منیرہ کو چھوڑ کر عظیمہ سے شادی کرتا ہے، کامیابی کے لیے۔ کیوں کوئی سبزی فروش آرام اور چین سے اپنے گھر میں رہتے ہوئے بھی، اپنے بیٹے کو آئی سی ایس بنانا چاہتا ہے، کامیابی کے لیے۔ عظیمہ ایک کمشنر کی بیوی ہوتے ہوئے بھی کیوں کسی غیر مرد کے ساتھ سو جاتی ہے کامیابی کے لیے۔

یکا یک اس دن جب میں نے اس گورے لاٹ صاحب کو اپنی بیوی کے ساتھ سوتے دیکھ لیا تو یکا یک مجھے محسوس ہوا کہ میری ساری زندگی کی قدریں

Scanned with CamScanner

غلط تھیں، کچھ سمجھے؟ ساری قدریں غلط۔ ایک ایک شروع سے آخر تک غلط۔ میں نے آسان راستہ اختیار کیا اور ہر قدم پر کامیابی میرے قدم چومتی گئی۔ یکا یک اس غلیظ بستر کو دیکھ کر مجھے محسوس ہوا جیسے کامیابی تو کوئی چیز نہیں ہے۔ کامیابی اور چیز ہے زندگی اور چیز ہے اور مصیبت یہ ہے آج کل لوگ بہت کم جیتے ہیں، کامیابی کے پیچھے زیادہ بھاگتے ہیں۔ ساری دنیا پر کامیابی کا سرسام چڑھا ہے۔ دولت زیادہ دولت اور زیادہ دولت، کامیابی اور کامیابی۔ اس سے بھی زیادہ کامیابی شہرت زیادہ شہرت اور زیادہ شہرت۔ صرف آخر میں، بہت آخر میں پتہ چلتا ہے کہ ہم کتے تھے اور اپنی ہی دم کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔ کیا تم نے کسی کتے کو اپنی دم کے پیچھے بار بار ایک ہی دائرے میں بھاگتے ہوئے دیکھا ہے؟

ٹھاکر سنگھ کو یاد آیا، یاد آتے ہی وہ پڑے پڑے مسکرا دیا۔

سب، زیادہ تر لوگ، اسی سگ کے فلسفے پر عمل کرتے ہیں۔ ساری زندگی ایک ہی دائرے میں کاٹتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ جی لیے۔ یکا یک میں نے اپنی ساری کامیابی پر تھوک دیا اور اس جنگل میں چلا آیا۔ جو زندگی میں نے اس سے پہلے گزاری وہ غلط، جھوٹی اور پُرتصنّع تھی۔ جو اب گزار رہا ہوں وہ بالکل سچی اور اصلی ہے۔ اس لیے میں اپنے آپ کو تیرہ سال کا نوجوان لڑکا سمجھتا ہوں پچپن برس کا بڈھا نہیں۔ اس ایک لمحے میں، میں نے اس انگریز گورنر اور اپنی بیوی کو گولی نہیں ماری، اس گورگانی کو بھی گولی مار دی جو اپنی بیوی کی سفارش پر چیف کمشنر بنا تھا۔ اگر دیکھا جائے تو اس لمحہ میں میں نے اپنے سوا کسی کو قتل نہیں کیا مگر میرے

Scanned with CamScanner

اس ڈیفنس پر کون یقین کرے گا؟ تم کرتے ہو؟

''آپ کی آدھی باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔''

ٹھاکر سنگھ نے جواب دیا۔

''کوئی مضائقہ نہیں مجھے بات کرنے دو۔ تیرہ سال سے میں نے کسی بشر سے بات نہیں کی ہے، سوائے ٹیکری کے بنیے کے۔ ہاں جہاں میں سال میں صرف دو تین بار کھالیں بیچنے جاتا ہوں اور گھر کے لیے ضروری سامان لے کر آتا ہوں۔ وہ بھی گزشتہ پانچ سال سے میں نے جانا شروع کیا ہے۔ پہلے سات سال تو کسی انسان کی صورت نہیں دیکھی، اس لیے مجھے خود سے آدمی ایجاد کرنے پڑے ایک تو میں نے باورچی ایجاد کیا عبدالرحمٰن اور دوسرا قادر بخش بیرا۔ جب تک تم نہیں آئے تھے میں انہیں دونوں سے گفتگو کیا کرتا تھا۔ عبدالرحمان کا قد ٹھگنا ہے اور بہت موٹا ہے اور اس کے رخسار لال ہیں۔ وہ زیادہ تر باورچی خانے میں رہنا پسند کرتا ہے اور افیم کھاتا ہے۔ قادر بخش دبلا پتلا اور پھرتیلا ہے وہ ابھی لڑکا ہے سولہ سترہ برس کی عمر ہے۔ بھاگ بھاگ کے کام کرتا ہے اور بہت خوش ہو کے میری ڈانٹ بھی کھاتا ہے، بلکہ جس دن اسے میری ڈانٹ نہ ملے اسے کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ برخلاف اس کے عبدالرحمان ایک آرٹسٹ باورچی ہے افیمی بھی ہے اس لیے بے حد حساس ہے۔ اس سے بات بہت سلیقے سے کرنی پڑتی ہے یا پھر شراب پی کر.... شراب پی کر تو میرا حوصلہ بھی بڑھ جاتا ہے اور اسے ایسی ایسی سناتا ہوں کہ وہ سر جھکائے چپ چاپ کھڑا سنتا رہتا ہے مگر صرف شراب پی کر۔

Scanned with CamScanner

عام حالت میں وہ میری ڈانٹ نہیں سہہ سکتا، گھنٹوں ایک کونے میں پڑا بسورتا رہتا ہے افیمی جو ٹھہرا۔ اکثر ایسی حالت میں سالن جل جاتا ہے مگر اس جنگل میں جیسا ملے ویسا ہی کھانا پڑتا ہے کیا کریں؟

اے قادر بخش جا کچن میں اور پوچھ عبدالرحمان سے کہ اس نے ٹھاکر سنگھ کے لیے کیوں اب تک سوپ تیار نہیں کیا، بھاگ کر جا، اور فٹافٹ آ۔

کیا کہا؟ اس نے ابھی تک تیار نہیں کیا؟ تو صبح سے بیٹھا بیٹھا کیا کر رہا ہے؟ افیم کی پینک میں پڑا ہے؟ اچھا تو میں خود جاتا ہوں کچن میں، اتنا کہہ کر گورگانی نے معذرت بھری نگاہوں سے ٹھاکر سنگھ کی طرف دیکھا اور بولا: ''آج کل یہ دونوں بہت کام چور ہوتے جا رہے ہیں مجھے عبدالرحمان کو کچن میں جا کر جگانا پڑے گا سوچتا ہوں۔ اب تم آ گئے ہو تو ان دونوں کو نکال دوں۔''

اتنا کہہ کر گورگانی کچن کی طرف چلا گیا جو گھر کے باہر جہاں ٹھاکر سنگھ بیٹھا تھا وہاں سے پچاس گز کی دوری پر تھا۔ کچن کی چھت سے دھواں نکل رہا تھا۔

ٹھاکر سنگھ گورگانی کو کچن میں داخل ہوتے دیکھ کر مسکرایا۔

''عجیب پاگل آدمی معلوم ہوتا ہے ایسا آدمی میں نے زندگی میں کہیں نہیں دیکھا۔''

ٹھاکر سنگھ گورگانی کے قصے پر غور کرنے لگا وہ پوری باتیں تو سمجھ نہیں پاتا تھا مگر بنیادی باتیں سمجھ چکا تھا۔ بنیادی باتیں بہت کم ہوتی ہیں اور ٹھاکر سنگھ کیوں کہ کم لفظوں والا آدمی تھا اس لیے وہ بہت جلد لفظوں کے طومار کے اندر پہنچ کر

Scanned with CamScanner

پیاری باتوں کو پکڑنے کی کوشش کرتا تھا۔ کبھی کامیاب ہوتا تھا کبھی ناکام، کیونکہ گہرے پانیوں میں جا کر مچھلیوں کو پکڑنا بہت مشکل ہوتا ہے مگر اس وقت وہ سمجھ گیا تھا اور گورگانی کے قصے پر غور کر رہا تھا کہ اتنے میں گورگانی اس کے لیے پیالے میں شوربہ لے کر آ گیا، پیالہ اس کے ہاتھ میں دے کر بولا:

''تم غور کر رہے ہو کہ میں نے تم سے یہ سب کچھ کیوں کہا۔''

پھر ٹھاکر سنگھ کے جواب کا انتظار کیے بنا بولا: ''اس لیے کہ میزان برابر رہنی چاہیے ایک اقبال کے بدلے میں دوسرا اقبال..... حالانکہ مجھے اس میں شبہ ہے کہ تم نے کنور بیریندر سنگھ کو نہیں مارا جیسا کہ تم کہتے ہو مگر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر تم پکڑے گے یا تم نے کبھی مجھے پکڑوانے کی کوشش کی، تو تم بھی نہیں بچو گے، سیدھے پھانسی کے تختے پر لٹکو گے۔ نرسنگھ راج تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا نہ کنور بیریندر سنگھ کے رشتہ دار، تمہارا بھاگنا ہی سب سے زیادہ تمہارے خلاف جاتا ہے۔ اب تم کچھ نہیں کر سکتے، قانون کی نظر میں اتنے ہی قاتل ہو جتنا کہ میں، اس لیے ہم دونوں کی بہتری اسی میں ہے کہ ایک دوسرے کا راز دل میں رکھیں کیوں؟''

ٹھاکر سنگھ نے گورگانی کا ہاتھ زور سے پکڑ لیا اور اسے سینے سے لگا کر بولا:

''راجپوت ہوں! جیتے جی تمہارا بھید کسی کو نہیں بتاؤں گا۔''

ٹھاکر سنگھ نے گہرے یقین سے یہ بات کہی اسے سمجھ کر گورگانی نے بھی اس کا ہاتھ زور سے دبا دیا، دونوں ایک نئے مگر گہرے اعتماد کے ساتھ ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھتے رہے۔

Scanned with CamScanner

کوئی ایک ماہ بعد گورگانی نے ٹھاکر سنگھ کو بتایا کہ ''رات سے قادر بخش غائب ہے۔ اسے چاندنی میں گھومنے کا شوق تھا، گورگانی بڑے سنجیدہ لہجے میں کہہ رہا تھا۔''

''حالانکہ میں نے اسے رات کو باہر بے ہتھیار گھومنے سے منع کیا تھا مگر وہ نہیں مانتا تھا شاید رات کو جنگل کی چاندنی کا مزہ لیتے لیتے ہوئے باورچی کو کوئی جنگلی جانور اٹھا لے گیا ہوگا۔''

ٹھاکر سنگھ نے اس کا یہی مطلب لیا کہ کل سے اسے قادر بخش کی جگہ کام کرنا ہوگا۔ آہستہ آہستہ اب وہ گورگانی کی عادات سے واقف ہوتا جا رہا تھا۔ اس کی حد سے زیادہ بڑھی ہوئی بولنے کی عادت کو بھی اب وہ سہارنے لگا تھا۔ اکثر اس کی باتوں پر وہ دھیان نہ دیتے ہوئے لیکن بظاہر بڑے غور سے سنتے ہوئے وہ کسی نہ کسی طرح اپنا وقت گزار دیتا۔

Scanned with CamScanner

پندرہ دن کے بعد گورگانی نے اسے بتایا کہ رات سے عبد الرحمان بھی غائب ہے۔

تو گویا ٹھاکر سنگھ نے اپنے دل میں سوچا اب کچن کا کام بھی مجھے سنبھالنا ہوگا مگر وہ ناخوش نہیں ہوا۔ اس طرح ان فرضی شخصیتوں کے کھو جانے سے ایک طرح سے وہ گورگانی سے اس کی تمام تر خامیوں اور یاوہ گوئی کے باوجود بے حد مانوس ہو چکا تھا کیوں کہ بڈھا گورگانی بڑی خوبیوں کا مالک تھا۔ نہ صرف یہ کہ اس کے جسم کی طاقت بہت بڑی تھی، گورگانی کا دل بھی بہت بڑا تھا۔ اس کی سخت گیر حاکموں کی سی آواز کے پیچھے ایک گہری شفقت کا جذبہ پنہاں تھا۔ اس کی ڈانٹ ایک دوست، ایک باپ کی ڈانٹ ہوتی تھی، دن بدن ٹھاکر سنگھ اپنے آپ کو اس کے قریب محسوس کر رہا تھا۔

تیرہ برس اس جنگل میں اکیلا رہنے سے گورگانی بلاشبہ اس جنگل کی ایک ایک کھائی، کھڈ، چٹان، جنگل ڈھوک، گھاس کے قطعے بھی اچھی طرح سے پہچان چکا تھا پھر بھی وہ کوئی پیشہ ور شکاری نہ تھا۔ اس لیے جنگل میں ٹھاکر سنگھ اپنے آپ کو بڈھے سے کچھ برتر ہی محسوس کرتا تھا اور کن امور میں وہ بڈھے گورگانی پر سبقت لے جاتا تھا اس کا اعتراف گورگانی نے ہمیشہ خندہ پیشانی سے کیا اور وہ دونوں دن بدن ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہوتے چلے گئے۔

ٹھاکر سنگھ لمبے مستطیل نما کمرے میں سوتا تھا گورگانی اس سے ملحق چھوٹے کمرے میں جس کا دروازہ مستطیل نما کمرے کے اندر کھلتا تھا۔ جس کے

Scanned with CamScanner

اوپر مارخور کا سر ٹنگا تھا۔

اس کمرے کو گورگانی نے کافی آرام دہ بنا رکھا تھا۔ لکڑی کا فرش پورا جنگلی جانوروں کی کھالوں سے ڈھکا تھا۔ دس دس فٹ لمبی دو ٹائیگروں کی شعلہ رنگ کھالیں تھیں جن پر بھوری بھوری دھاریاں تھیں۔ دو گلابی مخمل ایسی چیتوں کی کھالیں تھیں جن پر سیاہ چتے تھے۔ کھاٹ کے قریب ایک کونے میں ایک تپائی پر دو دھیا کانچ کے گلوب والا ایک لیمپ تھا۔ ایک طرف ریک میں کچھ کتابیں اخبار اور رسالے تھے۔ ایک کونے میں مٹی کے تیل کا کنستر پڑا تھا۔ ایک کھلے بکسے میں بہت سی دواؤں کی شیشیاں جمع تھیں۔ مغربی دیوار میں ایک کھڑکی کھلتی تھی اور شمالی دیوار میں لکڑی کے تختوں کو جوڑ جوڑ کر ایک الماری بنائی گئی تھی جس میں سامانِ رسد رکھا رہتا تھا۔ ایک دیوار پر دو رائفلیں ٹنگی تھیں۔ گورگانی کو اچھی رائفلوں کا بہت شوق تھا اور جنگل میں رہنے والے آدمی کا یہ شوق سمجھ میں آ سکتا ہے۔ ٹھاکر سنگھ کے پاس صرف ایک رائفل تھی سنگل بیرل کی، 450/400 مگر اس کی سائیٹ بہت عمدہ تھی اور نشانہ بے خطا..... ٹھاکر سنگھ اپنی رائفل پر بہت مغرور تھا۔

مگر گورگانی کے پاس چار رائفلیں تھیں چاروں پرانی مگر کارآمد۔ ہر روز بلا ناغہ گورگانی انہیں صاف کرتا، تیل دیتا، اور ایک ایک جوڑ اور ٹکڑے کو غور سے دیکھا کرتا تھا۔ اچھے شکاری کی یہی پہچان ہے وہ اپنی رائفل کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتا ہے۔ گورگانی نے ان چاروں رائفلوں کو مختلف نام دے رکھے تھے۔

Scanned with CamScanner

اس کا نام بھالو ہے..... گورگانی اپنی ڈی بی (ڈبل بیرل) 450/900 پر انگلی پھیر کر بتاتا ''بڑے شکار کے لیے یہ ڈبل بیرل بہت عمدہ ہے مگر کم بخت دھکا بہت دیتی ہے،'' گوگانی بڑے پیار سے اس کا سیفٹی کلچ اوپر نیچے کر کے اسے بتانے لگا۔

''اور اس کا نام کسان رکھا ہے میں نے،'' گورگانی نے رڈائٹ رائفل کو چھو کر بتایا: ''اولڈ ہینڈ بڑھاپے کی وجہ سے کبھی کبھی دھوکا دے جاتی ہے اسے میں سینگوں والے جانوروں کے لیے رکھتا ہوں۔''

''اور یہ ہے چمکیلی'' گورگانی نے تیسری رائفل کو ہاتھ میں لے کر اس بیرل کو چوم کر کہا۔ ''صرف چمکیلی ہی نہیں سب سے ہلکی بھی ہے یہ 275 کی رائفل۔ لمبے سفر کے لیے بہت عمدہ رہتی ہے اور چھوٹے شکار کے لیے تو بہترین ہے حالانکہ میں نے دو ٹائیگر بھی اس سے شکار کیے ہیں۔''

''مگر سب سے اچھی رائفل تو آپ کی یہ چوتھی رائفل ہے۔''

ٹھاکر سنگھ کی تعریفی نگاہیں اس پر جم جاتیں

''یہ ہنری مارٹینی.....؟'' گورگانی خوش ہو کر پوچھتا اور پھر خود ہی کہتا ''یہ میری نصف بہتر ہے۔''

''کیا بہتر؟''

ٹھاکر سنگھ نے حیرت سے پوچھا۔

''نصف بہتر یعنی میری بیوی.....'' گورگانی اسے سمجھانے لگتا ''اسی لیے

Scanned with CamScanner

میں نے اس کا نام ''بی بی'' رکھا ہے۔ ہر خوبصورت عورت کی طرح ہنری مارٹینی رائفل بھی بہت دور تک مار کرتی ہے لیکن خوبصورت عورتوں کی طرح بے وفا نہیں ہے۔ جنگل میں اس نے کئی دفعہ میری جان بچائی۔''

''کیا مجھے کبھی اسے استعمال کرنے دیں گے؟''

ٹھاکر سنگھ کی نگاہیں وہیں اس رائفل پر جمی کی جمی رہتیں گورگانی ہنس کہ کہتا۔

''دیکھا جائے گا.....

دیکھا جائے گا۔''

Scanned with CamScanner

ایک روز گورگانی نے شام کے وقت ٹھاکر سنگھ کو اپنے کمرے میں بلا کر کہا: ''تیار ہو جاؤ کل صبح ہم ٹیکری چلیں گے۔''

''کیوں؟''

''ایک آدمی کا راشن جب دو آدمی کھا لیں گے تو رسد ختم ہو گی کہ نہیں؟ میرے پاس سردیوں کا پورا سٹاک تھا پر اب ختم ہو گیا، کل چلنا ہو گا۔ سات دن کا سفر ہے۔''

''کون سی رائفلیں لے چلیں گے؟'' ٹھاکر سنگھ کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔

گورگانی نے اس کی طرف غور سے دیکھا پھر اک دم مسکرا کر بولا:

''بیٹے میں جانتا ہوں تمہیں ہنری مارٹینی کو ہاتھ میں لینے کا بہت شوق ہے، مگر ہم تو رسد لانے جا رہے ہیں کسی بڑے شکار کے لیے نہیں جا رہے ہیں۔''

Scanned with CamScanner

''پھر بھی۔''

''ہاں پھر بھی احتیاطاً 500 کی کارڈائٹ رائفل لے لیں گے یعنی اپنی کسان سانبھر چیتل کے شکار کے لیے اور چمکیلی 275 والی لمبے سفر کے لیے ہلکی رہے گی بس دو کافی ہیں۔''

دوسرے دن وہ نہیں جا سکے کیوں کہ شدید جھکڑ چلتا رہا اور شام کے قریب برف باری ہونے لگی۔ تیسرے روز بھی اس برف باری نے انہیں جانے نہیں دیا۔ اب مٹی کا تیل بھی ختم ہو چکا تھا اور گورگانی کو رات میں پڑھنے کی بری عادت تھی۔ نہ پڑھ سکنے کی وجہ سے وہ رات بھر مضطرب اور بیزار رہا۔ کوئی آدھی رات کے قریب برف باری بند ہوگئی پھر آسمان صاف ہو گیا اور چاند نکل آیا نیچے جنگلوں میں بھوکے بھیڑیئے چلانے لگے۔

''اگر کل صبح مطلع صاف رہا تو ضرور چلیں گے۔''

مطلع صاف تو نہ تھا مگر بادلوں کی ایک مہین سی چھتری نیلے آسمان پر چھائی تھی۔ بادل گہرے بھی ہو سکتے تھے۔ چھٹ کر صاف بھی ہو سکتے تھے۔ ٹھاکر سنگھ نے ہوا کا رخ اور بادلوں کی شکل دیکھ کر اندازہ لگایا۔

''دو گھنٹے میں مطلع صاف ہو جائے گا ہم چل سکتے ہیں۔''

کوئی دو ہزار فٹ نیچے جا کر وہ دم لینے کے لیے رکے تو گورگانی نے پیچھے مڑ کر اپنے گھر کی طرف دیکھا اور ٹھاکر سنگھ کو دکھا کر کہا:

''اپنے گھر کے لیے کیسی عمدہ جگہ تلاش کی ہے۔ میرے گھر سے نیچے

Scanned with CamScanner

سات ہزار فٹ تک سب پہاڑ اور ڈھلانیں، ڈھکیاں اور ڈھوکیں، جنگل اور گاؤں صاف دکھائی دیتے ہیں۔ مگر میرا گھر نیچے سے کسی کو دکھائی نہیں دیتا۔ اس ٹیلے پر اُگے ہوئے تنگ کے درختوں نے اسے آڑ میں لے لیا ہے ایک طرف سے، دوسری طرف سے شاہ بلوط کا پیڑ ہے۔ پیچھے برفیلی چوٹی ہے۔ جنوب کی طرف اٹھی ہوئی چٹانوں نے نگاہ کو روک رکھا ہے۔ چھپنے کے لیے بہترین جگہ پر ہے میرا گھر۔"

"غوں...."

"پھر تمہاری غوں شروع ہوئی۔" گورگانی نے اسے ڈانٹ کے کہا: "کان کھول کے سن لو مسٹر غوں ٹیکری میں میرا نام گورگانی نہیں ہے ٹھاکر کرن سنگھ ہے۔ میں موضع آکال کوٹ کا رہنے والا ہوں، جو ٹیکری سے ستر میل شمال کی جانب ہے اور جہاں میں آج تک کبھی نہیں گیا۔ دراصل اس نام کا کوئی گاؤں نہیں۔ سمجھے؟ اس لیے تم یہاں سے پہلے شمال کی جانب چلیں گے پھر مڑ کر جنوب کی جانب گھوم جائیں گے۔ جیسے ہم اپنے گاؤں آکال کوٹ سے آرہے ہوں ٹیکری کی طرف.... بنیے کو کچھ معلوم نہیں ہے کہ میں کون ہوں؟ یوں بھی یہاں ہر بیس میل پر دنیا بدل جاتی ہے۔ پہاڑی علاقہ جو ٹھہرا۔ یہاں کوئی کسی پر شبہ نہیں کرتا تم پر بھی نہیں کریں گے۔ میں تم کو اپنا بھتیجا بتاؤں گا، بہادر سنگھ! بہادر سنگھ کیسا نام ہے؟ اچھا ہے نا، کم سے کم تمہارے اپنے نام سے بہتر ہے، اب اٹھو بہت سستا لیے آگے چلیں اُٹھو۔"

رات انہیں لال ٹبے کی ڈھوک پر آئی، جہاں گدّیوں کا ایک بہت بڑا قافلہ آکے رکا تھا۔ اس ڈھوک کی سطح مرتفع پر گھاس کی بہتات تھی۔ کہیں کہیں پر

Scanned with CamScanner

بلوط کے بڑے بڑے پیڑ تھے مگر جھاڑی ایک نہ تھی سبز مخملی گھاس کا گہرا دبیز غالیچہ پوری ڈھوک پر بچھا ہوا تھا بھیڑ بکریوں گایوں اور گھوڑوں کے چرنے کی بہترین جگہ تھی۔ یہ گڈی اپنے ریوڑ لیے یہاں پندرہ روز سے ٹھہرے ہوئے تھے۔ گڈیوں نے ان دونوں شکاریوں کی رات کو عمدہ طریقے سے مہمانداری کی، شراب بھی پلائی۔ صبح کو ایک بکری زادِ راہ کے لیے ساتھ بھیجنا چاہی مگر گورگانی نے ہنس کر منع کر دیا یہ کہہ کر کہ نیچے جنگل میں شکار بہت ملے گا۔

اگلے دو دن وہ شمال کی جانب ہی چلتے رہے اوپر پہاڑ ننگے تھے، ننگی روکھی چٹانیں اور خشک کانٹے دار جھاڑیاں اور جمی ہوئی پھسلواں برف۔ گہری خطرناک کھڈیں، راستہ بہت کٹھن تھا، ایک ایک قدم سنبھال کر رکھنا پڑتا تھا، ورنہ موت یقینی تھی۔ بیچ میں دو چھوٹی چھوٹی وادیاں بھی ملیں۔ پانی کے چھوٹے چھوٹے نالے، دھان کے خشک کھیتوں کو سینچتے ہوئے۔ کچی مٹی کے دو چار گھر مشکل سے بیس پچیس افراد پر مشتمل ایک چھوٹا سا گاؤں۔ زمین کم، آب وہوا دشمن، سخت گیر زندگی۔ ہزاروں سالوں سے ان پہاڑی لوگوں کو کوئی اور زندگی نہیں ملی اور مستقبل قریب میں بھی اور کوئی زندگی ملنے کی امید نہیں ہے۔

دنیا سے کٹے ہوئے ہر لحظہ فطرت سے جنگ کرتے ہوئے ان پہاڑی لوگوں کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے جیسے یہ لوگ، ریڈیو، سینما، کار اور ٹیلی فون کی دنیا میں نہ رہتے ہوں..... چاند پر رہتے ہوں۔

گورگانی نے ڈونگری کے گاؤں میں قیام کرتے ہوئے ٹھاکر سنگھ کو بتایا۔

Scanned with CamScanner

ٹھاکر سنگھ نے اس سے کہا: ''مگر خوش کتنے ہیں۔''

مہمانوں کو کھانا کھلا کے نوجوان کسان اور اس کی خوبصورت بیوی اور دو چھوٹے چھوٹے بچے ایک ہی تھالی میں کھانا کھا رہے تھے۔ دیوار کے ایک سوراخ میں ٹھونسا ہوا چیڑھ کی دینیوں کا مُٹھا جھلملاتی ہوئی روشنی دے رہا تھا۔ اس خوبصورت کسان عورت کی آنکھیں کبھی تو تاروں کی طرح روشن ہو جاتیں کبھی اتھاہ رات کی طرح پراسرار۔ وہ بار بار اپنے بچوں کے منہ میں لقمہ ڈالتی تھی جو چڑیا کے بچوں کی طرح منہ کھول کر اپنی ماں سے چوگے کے منتظر رہتے ہیں۔ ایک بار دھیرے سے اس نے اپنے گھر والے کی طرف بھی لقمہ بڑھانا چاہا تھا مگر مہمانوں کی نظریں دیکھ کر وہ شرما گئی اور اس نے اپنا ہاتھ پرے کر لیا۔

''ہاں خوش تو ہیں۔'' گورگانی نے اقبال کیا۔

''دراصل ہماری پیچیدہ اور مرکب شہری زندگی کے الجھے ہوئے تانے بانے میں خوشی مکڑی کے شکار کی طرح لٹک کر رہ جاتی ہے۔ ہر شخص خوشی کے پیچھے دوڑتا ہے، حاصل بھی کر لیتا ہے پھر بیٹھ کر اسے مکڑی کی طرح کھاتا ہے مگر خوشی کھانے کی چیز نہیں ہے، استعمال کرنے کے لیے نہیں ہے، وہ محسوس کرنے کی شے ہے اور بڑی اور عظیم باتوں میں نہیں پائی جاتی۔

پہلی جنگ عظیم میں کوئی خوشی نہیں تھی، اشوکا کے کتبوں میں کوئی خوشی نہیں تھی، اہرامِ مصر میں کوئی خوشی نہیں تھی، ڈیٹرائٹ کے کارخانوں میں کوئی خوشی نہیں ہے یہ سب خوشی کی کوششیں ہیں۔ عظیم، وسیع، قیمتی۔ خوشی کی سب سے بڑی پہچان

Scanned with CamScanner

یہ ہے کہ آپ اس کے مالکانہ حقوق حاصل نہیں کر سکتے۔ دوسری پہچان یہ ہے کہ یہ بہت ہی معمولی اور بظاہر حقیر اور چھوٹی چھوٹی باتوں میں پائی جاتی ہے جیسے ایک شرمیلی نگاہ، ایک ہاتھ محبت کا لقمہ لیے سرکتا ہوا!، ایک بچے کا منہ چوگے کے لیے کھلا، کچھ سمجھے خوشی کیا ہوتی ہے؟

ٹھاکر سنگھ نے غریب لیکن پر مسرت کسان خاندان کو اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھاتے ہوئے دیکھ کر ایک ٹھنڈی آہ بھری اور آہستہ سے کہا۔

''خوشی وہاں ہوتی ہے جہاں نرسنگھ راج نہ ہو۔''

''دنیا اتنی ترقی کے باوجود ابھی تک نرسنگھ راج سے نجات نہیں پا سکی ہے۔ سردار گئے تو بادشاہ آ گئے، بادشاہ گئے تو ڈکٹیٹر آ گئے، ڈکٹیٹر گئے تو بزنس مین آ گئے، پرائم منسٹر آ گئے، پارٹی لیڈر آ گئے، پردے کے پیچھے تار ہلانے والے بادشاہ گر آ گئے۔ وہ لوگ جن کو دوسروں سے زیادہ کھانا زیادہ کپڑے زیادہ دولت زیادہ آسانیاں زیادہ خوشحالی دی جاتی ہے۔ جن کے لیے باڈی گارڈ مہیا کیے جاتے ہیں۔ ایک قلعہ، ایک محل، درجنوں نوکر چاکر، اسٹیٹ اسپیشل چارٹرڈ ہوائی جہاز، اکیس توپوں کا سلیوٹ ایک اونچا پلیٹ فارم جس پر کھڑے ہو کر مرغوں کی طرح گردن پھلا کر وہ بانگ دے سکیں۔ باقی کیا رہا۔ یوں کہنے کو یہاں سے بھی گورا راج جائے گا ایک دن، ایک دن یہ ریاستیں بھی ختم ہوں گی مگر نرسنگھ راج بھیس بدل کر پھر آ جائے گا تمہاری درشنا کی عصمت اگر کسی راج محل میں نہیں تو کسی دفتر کے کیبن میں لٹے گی جرم کی شکلیں بدلتی رہتی ہیں، جرم رہتا ہے وہیں کا وہیں، سمجھے؟

Scanned with CamScanner

کیا سمجھے؟

''مجھے نیند آ رہی ہے۔''

ٹھاکر سنگھ نے زور کی جمائی لے کر گورگانی کو مزید بکواس کرنے سے روک دیا اور کروٹ بدل کر لیٹ گیا کچھ عرصہ کے بعد اس نے کسان کی بیوی کو زمین پر ایک بڑا کمبل بچھاتے دیکھا۔

اس نے کمبل کے عین بیچ دونوں بچوں کو سلا دیا اور پھر ایک بچے سے لگ کر لیٹ گئی۔ کسان نے دروازہ بند کر کے اندر ایک بڑا سا پتھر دروازے کے ساتھ لگا کر ٹکا دیا۔ پھر اس نے دینیوں کا مٹھا بجھا دیا کمرے میں تاریکی چھا گئی۔ ہولے ہولے پرسکون سانسوں کے چلنے کی آواز سنائی دینے لگی مگر تاریکی ہوتے ہی جیسے ٹھاکر سنگھ کی آنکھوں سے نیند جیسے کہیں دُور چلی گئی۔ وہ دیر تک جاگتا رہا۔

دور کونے کے کمبل سے کبھی دبی دبی ہنسی، کبھی دبی دبی سرگوشیوں، کبھی شُش شُش کی آواز آتی تھی پھر گہرا سناٹا۔ پھر جیسے کوئی کسی کو چوم رہا ہو، پھر جیسے کوئی کسی سے ہار گیا ہو، پھر بسیط خاموشی۔ پھر تیز تیز لمبی لمبی سانسیں۔ پھر باہر کسی اونچے نالے کے پاٹ میں جمی ہوئی برف بڑے زور سے ٹوٹ کر نیچے وادی میں گر پڑی۔ دیر تک اس کے دھماکے سنائی دیتے رہے۔ پھر سب چپ چاپ جیسے ہوا کے قدم بھی تھم گئے اور سارے جذبے پاؤں پسار کے اطمینان سے لیٹ گئے۔ تب بہت دور جنگلوں میں بھوکے بھیڑیوں کے چلانے کی آواز آنے لگی اور ٹھاکر سنگھ کا جی چاہا کہ وہ بھی ان میں جا کے مل جائے۔

Scanned with CamScanner

اگلے دو دن بھی وہ شمال کے سنگلاخی پہاڑوں میں چلتے رہے جہاں روئیدگی برائے نام تھی۔ پکھاری پہاڑ کو عبور کر کے وہ آٹا ڈھکی پہنچے۔ آٹا ڈھکی سے چھولی گئے۔ چھولی کی چوٹی کے دوسری طرف وہ گھوم کر اب مخالف سمت چلنے لگے جنوب مشرق کی طرف چلتے چلتے اپنے سفر کے پانچویں روز وہ جھنگن کے گھنے جنگل میں اتر گئے۔

''اب ہم اپنی منزل کے بہت قریب ہیں۔'' گورگانی نے اسے بتایا ''جہاں پر اس گھنے جنگل کی اترائیاں ختم ہوں گی وہاں نسوریا کا گاؤں ملے گا۔ نسوریا سے ایک دن کی مسافت پر ٹیکری کا بڑا گاؤں ہے۔''

''کتنے گھر ہیں؟''

''یہ پچاس کے قریب ہوں گے۔''

''اوہ!''

Scanned with CamScanner

اب وہ نو دس ہزار فٹ کی بلندیوں سے اتر کر نیچے چار پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر جھنگن پہاڑ کے گھنے جنگلوں میں سے گزر رہے تھے۔ آگے آگے گورگانی تھا پیچھے پیچھے ٹھاکر سنگھ۔ یہاں پر گھنی جھاڑیاں تھیں اور سبز بیلوں میں لپٹے ہوئے گھنی شاخوں والے پہاڑ اور چیل۔ گہری کھڈوں میں اونچی لمبی گھاس یا چیل کے خشک جھومروں کے پھسلواں تودے، کہیں کہیں گہری اترائیوں میں رنگل کے چھوٹے چھوٹے بانسوں کے جھنڈ، کبھی کبھی کاؤ کے لمبے لمبے پیڑوں کی قطار تلے سر جھکا کر گھاس چرتے ہوئے گھورال نظر آجاتے، کہیں کسی پہاڑی نالے کے کنارے ایک مغرور ادا سے اپنے سینگ اٹھائے ہوئے سانبھر نظر آجاتے اور انسانی بُو پاتے ہی چوکڑیاں بھرتے ہوئے یہ جا وہ جا۔

یکا یک ٹھاکر سنگھ چلتے چلتے ایک خاردار جھاڑی کے قریب رک گیا۔

گورگانی بھی اسے رکتے دیکھ کر رک گیا۔

''کیا ہے؟''

ٹھاکر سنگھ خار دار جھاڑیوں کی لمبی قطار کے قریب ہولے ہولے بڑے غور سے دیکھتا ہوا چل رہا تھا۔

''بولا۔''

''ابھی ابھی کوئی دس منٹ ہوئے ایک ٹائیگر یہاں سے گزرا ہے.... اور ٹائیگر۔'' ٹھاکر سنگھ رک رک کر بولنے لگا۔

''ساڑھے دس فٹ کے قریب لمبا..... ایک پاؤں زخمی ہے پرانا زخم

Scanned with CamScanner

ہے..... ٹائیگر بھوکا ہے..... مغرب کی طرف ہی گیا ہے۔''

''یہ سب کچھ تم نے جھاڑیوں کو دیکھ کر معلوم کر لیا۔''

''جھاڑیوں کو دیکھ کر اور پاؤں کے نشان دیکھ کر۔''

''پاؤں کے نشان تو میں بھی پڑھ لیتا ہوں مگر جھاڑیوں.....؟''

''بلی خاندان کے سب لوگ شیر، ٹائیگر، چیتا..... جگہ جگہ جھاڑیوں سے الجھتے ہوئے چلتے ہیں.....'' ٹھاکر سنگھ نے اسے سمجھایا۔

''اپنے نشان چھوڑتے جاتے ہیں۔''

''تو دفع کرو اسے'' گورگانی بولا ''ہمارے پاس بچنے کے لیے کافی کھالیں موجود ہیں دوسرے ہم مشرق کو جا رہے ہیں وہ مغرب کی سمت گیا ہے۔''

''مگر احتیاط سے چلنا ہوگا'' ٹھاکر سنگھ بولا: ''ٹائیگر بہت چالاک ہوتا ہے پلٹ کر پیچھے سے حملہ کر سکتا ہے اس وقت ہوا کا رخ بھی مشرق سے مغرب کو ہے یہی ہوا ہماری بُو اس تک لے جائے گی۔''

گورگانی نے کسی قدر غصے میں ٹھاکر سنگھ کو گھورا پھر وہ دیر تک مشرق کی سمت چلتے رہے، ٹائیگر کو دھوکا دینے کے لیے، وہ کبھی کبھی ہوا کی رو سے نکل کر دائیں کو مڑتے کبھی بائیں کو، پھر ہوا کی رو میں آجاتے، پھر نکل کر کبھی دائیں کبھی بائیں چلے جاتے۔ اس سے بُو غلط ملط ہو جاتی ہے ٹائیگر تک بُو تو پہنچتی ہے مگر سمت کا صحیح اندازہ اسے نہیں ہو سکتا۔

ٹھاکر سنگھ نے گورگانی کو بتایا۔

Scanned with CamScanner

''اچھا اچھا بہت شیخی نہ بگھارو۔'' گورگانی نے ٹھاکر سنگھ کی باتیں سن کر اسے جواب دیا: ''ہمیں جلدی چلنا چاہیے شام سے پہلے نسوریا پہنچ جانا چاہیے۔''

گورگانی تیز تیز چلنے لگا ''ٹھاکر سنگھ بھی اس کے ساتھ ساتھ آتا رہا، مگر چوکنا اور خبردار ہو کر۔''

دوپہر کے قریب وہ ایک چھوٹے سے ہموار تلے میں پہنچے جو چاروں طرف لال ڈورا کی گھنی جھاڑیوں کی قدرتی باڑھ سے محصور تھا۔

اس تلے کے بیچ میں ایک چھوٹا سا نالہ بہہ رہا تھا اور قریب میں سیمل کا ایک پیڑ کھڑا تھا، جس کے نیچے زمین سے لگے ہوئے سبز پتوں کے درمیان، بہت سے بنفشے کے پھول کھلے ہوئے تھے۔

''یہاں کھانا کھالیں۔'' ٹھاکر سنگھ نے مشورہ دیا۔

گورگانی نے انکار میں سر ہلا کر کہا:

''نیچے پانچ سوفٹ کی اترائی پر ایک بہت عمدہ پہاڑی جھرنا ہے۔ بہت میٹھا پانی ہے وہاں کا۔ وہاں پہنچ کر کھانا کھائیں گے۔ وہاں سے..... کوئی سمجھو، ایک سو گز نیچے جا کے جھنگن کا جنگل ختم ہو جاتا ہے اور نسوریا کا علاقہ شروع ہو جاتا ہے، آؤ نیچے چلیں۔''

ٹھاکر سنگھ چلتا چلتا یکا یک سیمل کے پیڑ کے قریب جا کر رک گیا اس نے بڑی سختی سے گورگانی سے کہا:

''رکو!''

Scanned with CamScanner

''کیا ہے؟'' گورگانی مڑ کر بولا۔

''وہی ٹائیگر''

''کہاں''

''ابھی ابھی یہاں سے گیا ہے۔''

''اب تک تو ہماری مخالف سمت میں جا رہا تھا اب پلٹ کر ہمارے آگے کیسے آ گیا؟''

ٹھاکر سنگھ نے بنفشے کے کچلے ہوئے پھولوں اور پتوں کی طرف اشارہ کیا اور قریب کی لمبی لمبی ڈنڈا گھاس کی طرف جو ٹائیگر کے بوجھ سے کچلے جانے کے باوجود اب آہستہ آہستہ اوپر اٹھ رہی تھی۔

''ابھی یہاں سے گیا ہے؟''

گورگانی اوپر اٹھتی ہوئی گھاس کو دیکھ رہا تھا کہ ٹھاکر سنگھ نے چمکیلی کے میگزین میں کارتوسوں کا کلپ ڈال کر اسے لوڈ کر لیا۔ گورگانی نے بھی اپنی کسان رائفل سنبھال لی۔ دونوں سیمل کے پیڑ سے مڑ کر اب نیچے جانے کو تھے کہ انہیں قریب نیچے سے ایک زور کی چیخ سنائی دی، ایک بھیانک ڈراؤنی چیخ..... پھر ایک ساتھ دو چیخیں۔ دونوں نسوانی چیخیں تھیں۔

گورگانی اور ٹھاکر سنگھ دونوں نیچے کو بھاگے، اب ایک چیخ جیسے جنگل میں جنوب کی سمت دور ہوتے ہوئے غائب ہو گئی، دوسری چیخ ایک ہی جگہ سے آ رہی تھی۔

Scanned with CamScanner

گورگانی اور ٹھاکر سنگھ بہت تیزی سے نیچے کو بھاگے۔ اترائی میں سرپٹ بھاگتے، دوڑتے، دیکھتے، دم لیے بغیر نیچے ایک چھوٹے سے تکونے تلے میں پہنچ گئے۔ اس تکونے تلے میں ایک طرف اونچی چٹانوں کی آگے کو جھکی ہوئی قطار تھی۔ ایک طرف کاؤ کے پیڑ تھے، دوسری طرف ریگل کے جنگلی بانسوں کے جھنڈ تھے، بیچ میں ایک چھوٹے سے تلے میں ایک چھوٹی چار پانچ سال کی لڑکی، اپنے دونوں ہاتھ اپنے منہ پر رکھے پھٹی پھٹی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھتی ہوئی رو رہی تھی۔

دونوں آدمیوں کو قریب آتے دیکھ کر وہ ہاتھ پھیلا کر زور سے دوڑی اور گورگانی کی ٹانگوں سے چمٹ گئی۔

گورگانی نے اسے پچکار کر پوچھا:

''کیا ہوا..... کیا ہوا؟''

''شیر لے گیا!''

''کس کو.....؟''

''ماں کو.....''

لڑکی زور زور سے رونے لگی گورگانی نے اسے گود میں اٹھا لیا۔

ٹھاکر سنگھ کو ریگل کے جھنڈ کے قریب ایک چھوٹی ہلکی سی کلہاڑی ملی، کاؤ کی چند شاخیں گھاس پر بکھر گئی تھیں، ایک ایک کر کے گٹھے سے گری ہوئی شاخیں اور لکڑیاں راستہ کا پتہ دیتی تھیں، جدھر سے ٹائیگر اس بدقسمت عورت کو اٹھا کر لے گیا تھا، جس کی چیخیں انھوں نے اوپر کے تلے میں سنی تھیں۔

Scanned with CamScanner

گورگانی اور ٹھاکر سنگھ دونوں بڑی تیزی سے ٹائیگر کے تعاقب میں روانہ ہوئے گورگانی آگے آگے، ٹھاکر سنگھ پیچھے پیچھے۔ چند قدم چلنے کے بعد ٹھاکر سنگھ نے گورگانی کو روک کر کہا:

''مجھے آگے جانے دیجئے بچی کو آپ میرے پیچھے لے کر آیئے۔''

''نہیں.....''

گورگانی نے غصے سے غرا کر کہا، گورگانی بدستور آگے ہی چلتا رہا مگر اس نے اب لڑکی کو اپنے داہنے بازو سے اٹھا کر اپنی گردن پر رکھ لیا تھا، گردن کے دائیں بائیں لڑکی کی ٹانگیں تھیں اور وہ بڑی مضبوطی مگر بڑی وحشت سے گورگانی کا سر پکڑے ہوئے تھی۔

گورگانی کے دونوں ہاتھ اب آزاد ہو چکے تھے اور وہ اپنی 500 کا رڈائٹ لیے بڑی تیزی سے آگے جا رہا تھا، ایک جگہ پر جا کر ٹھاکر سنگھ نے اسے روک دیا۔

''ٹائیگر ادھر نہیں ادھر گیا ہے''

''تمہیں کیسے معلوم ہے؟''

ٹھاکر سنگھ نے دوسری سمت کھڑی جھاڑی کے نیچے گرا ہوا چاندی کا ایک کڑا دکھایا اور خون کے نشان..... ان نشانوں کو بغور دیکھ کر بولا:

''کم بخت نے اس بدقسمت عورت کو گردن سے پکڑ رکھا ہے، اس کی تو جان تک نکل گئی ہوگی، اگر پیٹھ سے اٹھاتا تو شاید بچ سکتی تھی۔''

Scanned with CamScanner

ٹھاکر سنگھ نے جھاڑیوں اور گھاس پر اگنے والی بیلوں پر اس بدقسمت عورت کے پیروں کی گھسیٹ کے نشان دکھائے دور تک یہ گھسٹ چلی جا رہی تھی۔ مگر خون تازہ تھا، جس سے معلوم ہوتا تھا کہ ٹائیگر ابھی ابھی یہاں سے گزرا ہے اور ٹائیگر کو بھی اب معلوم تھا کہ وہ دونوں اس کے تعاقب میں ہیں۔ ٹائیگر انہیں بہت جل دینے کی کوشش کر رہا تھا مگر وہ دونوں برابر تعاقب میں تھے۔

مگر ایک دفعہ بھی انہوں نے ٹائیگر کی جھلک نہیں دیکھی تھی۔

بہت چالاک معلوم ہوتا ہے، ٹھاکر سنگھ نے اپنے دل میں سوچا..... اگر مجھے ایک ایک لمحہ کے لیے بھی اس کے جسم کی جھلک مل جائے تو میں گولی داغ دوں۔

مگر ٹائیگر اس قدر ہوشیاری سے گہری گھنی جھاڑیوں کے درمیان اپنا راستہ بناتا ہوا چل رہا تھا کہ دونوں شکاریوں کو اب تک کہیں پر اس کے جسم کی جھلک نہیں ملی تھی۔ مگر ٹائیگر کے بار بار راستہ بدلنے سے معلوم ہوتا تھا کہ اسے بھی اپنے تعاقب کرنے والوں کی بُو مل چکی تھی۔

اب وہ ایک کسیا کے کنارے کنارے بہت ہی خطرناک علاقے سے گزر رہے تھے، خطرناک ان معنوں میں کہ یہاں کا جنگل بہت گھنا تھا۔ کسیا کے کنارے کنارے کھٹے اناروں کا ایک گھنا جنگل پھیلتا چلا گیا تھا، جس میں ایک پیڑ کی شاخیں دوسرے میں مدغم ہوتی دکھائی دیتی تھیں۔ اکثر پیڑوں پر بیلیں چڑھی ہوئی تھیں۔ کہیں کہیں انگور کی ایک ہی بیل نے دو تین اناروں کے پیڑ پر ڈیرا ڈال

Scanned with CamScanner

رکھا تھا، پیڑوں کے نیچے کسیا کے کنارے پر جھکی ہوئی کالی بیری اور اودی بیری کی کانٹے دار جھاڑیاں پھیلتی چلی گئی تھیں۔

درختوں کے نیچے اگی ہوئی گہری تل جھاڑی میں بے آواز قدموں سے چلنا بہت مشکل ہو رہا تھا، ایک ایک پتے اور ہلتی ہوئی شاخ کو دھیان میں رکھ کر قدم آگے بڑھانا پڑتا تھا، لڑکی بھی اب سہم کر بالکل خاموش تھی۔

چلتے چلتے یکا یک سامنے کوئی اسی گز کے فاصلے پر کسیا کا کنارہ ایک خطرناک چٹان کے نیچے گھوم گیا، سامنے ایک چٹان کھڑی تھی۔ کوئی سو فٹ اونچی۔ سر سے پاؤں تک چھوٹے چھوٹے پیڑوں اور تل جھاڑی سے بھری ہوئی۔ نیچے کسیا کا پاٹ تھا، اک دم خشک اور ننگے میلے پتھروں سے بھرا ہوا۔ پیچھے ٹھاکر سنگھ اور گورگانی رائفلیں لیے آ رہے تھے۔

ٹائیگر یا تو چھلانگ مار کر اور چٹان پر جانے کی کوشش کر سکتا تھا یا نیچے کسیا کے پاٹ کو پھلانگنے کی کوشش کر سکتا تھا یا پیچھے مڑ کر منہ میں اٹھائی ہوئی عورت کو کسی جھاڑی میں چھوڑ کر ان پر حملہ کر سکتا تھا۔ پہلی دونوں صورتوں میں یعنی چٹان پر چڑھنے اور کسیا کا پاٹ پھلانگنے کی صورت میں وہ شکاریوں کو نظر آ جائے گا، چٹان پر چھلانگ لگا کر چڑھ جانے کی کوشش میں اس کا دایاں پہلو، اور اگر پیچھے پلٹ کر حملہ آور ہو تو سیدھا سامنے کا حصہ..... بہر حال اب فیصلے کا وقت آ گیا تھا۔

دونوں شکاریوں نے چند لمحوں میں فیصلہ کیا۔ اپنے لیے ایک آگے کو بڑھی ہوئی چٹان کے نیچے کی جگہ چن لی جس کے قریب میں کاؤ کا ایک پیڑ تھا، اپنی

Scanned with CamScanner

پشت محفوظ کر کے دونوں شکاری انتظار کرنے لگے، سانس روکے ہوئے..... ٹائیگر بھی اتنا چالاک تھا کہ ابھی تک ایک بار بھی غرایا نہ تھا۔ حالانکہ ان دونوں شکاریوں نے اس قدر سرگرمی سے تعاقب کر کے اسے غصہ دلانے کی کوشش کی تھی، ایک بار بھی وہ غراتا، تو جس جھاڑی میں وہ دبکا بیٹھا تھا اس کا پتہ چل جاتا اور سیدھے وہیں گولی داغ دی جاتی مگر ٹائیگر ایک بار بھی نہیں غرایا۔

پھر دس منٹ گزر گئے پندرہ منٹ گزر گئے بیس منٹ گزر گئے، ٹائیگر کا کچھ پتہ نہیں چلا، دونوں شکاریوں نے کن اکھیوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، ٹھاکر سنگھ موقعہ کا صحیح اندازہ کرنے کے لیے قریب کے کاؤ پر چڑھنے والا ہی تھا کہ آگے کی جھاڑیوں میں کوئی شاخ تڑ سے ٹوٹی اور پھر بجلی کی سی تیزی سے انہوں نے ٹائیگر کو اوپر ہوا میں تیرتے ہوئے اپنے منہ میں اس عورت کو دبائے چھلانگ لگاتے دیکھا، ایک لحظہ کے لیے دونوں حیرت زدہ رہ گئے، کیوں کہ ٹائیگر نے سیدھے چٹان کے اوپر جانے کے لیے قلانچ بھری تھی کس غضب کی چھلانگ تھی کہ چند ساعتوں میں ٹائیگر نے تقریباً سارا فاصلہ ہوا میں طے کر لیا تھا، مگر اوپر جاتے جاتے ٹائیگر کے منہ سے وہ عورت چھوٹ کر نیچے لڑھک گئی۔

عین اسی وقت ٹائیگر غصے سے دھاڑا اور برق رفتاری سے پیچھے کو پلٹا اور عین اسی وقت گورگانی نے اپنی رائفل داغی مگر ایک کلک سی آواز پیدا ہوئی اور رائفل جام ہوگئی، گورگانی دانت پیس کر رائفل کو ٹھیک کرنے کی کوشش میں لگا ہی تھا کہ ٹائیگر نے عورت کا جسم منہ میں اٹھا کر دائیں طرف کسیا کے پاٹ پر پورا جمپ

Scanned with CamScanner

لیا اور ٹھاکر سنگھ نے یکے بعد دیگرے 275 کے تین بلٹ اس کے جسم میں پیوست کر دیئے۔

ٹائیگر نے ایک ہی جمپ میں پورا پاٹ پار کر لیا تھا اب وہ ایک دھماکے سے دوسری طرف جا گرا اور پھر اٹھا نہیں..... عورت کی لاش آدھے پاٹ ہی میں گر گئی تھی، ٹھاکر سنگھ نے اسے اٹھا کر دیکھا، گردن ٹوٹ چکی تھی اور وہ مردہ تھی۔ وہ ٹائیگر کی طرف بڑھے، ٹھاکر سنگھ نے احتیاطاً ایک اور بلٹ ٹائیگر کے جسم میں فائر کیا مگر وہ بھی مر چُکا تھا ہلا تک نہیں۔

یکا یک جنگل میں بہت سے پرندے ایک ساتھ بولنے لگے لنگور چیخنے لگے، لال ککڑ اور چیتل جنگل کے لوگوں کو خبر کرنے لگے بادشاہ مر گیا ہے۔

گورگانی نے لڑکی کی لاش دکھا کر کہا:

''یہ تمہاری ماں ہے۔''

مگر لڑکی کچھ نہیں بولی، دہشت سے اس کی زبان بند ہو گئی تھی، بس پھٹی پھٹی نگاہوں سے وہ اس لاش کو دیکھے جا رہی تھی۔

''تم کون سے گاؤں کی ہو؟''

گورگانی نے اسے پچکار کر پوچھا۔

مگر لڑکی کچھ نہ بولی۔

''تمہارا نام کیا ہے؟''

لڑکی کے ہونٹ کھلے، مگر اس کے منہ سے کوئی آواز نہیں نکلی اس کی

Scanned with CamScanner

آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبانے لگیں، گورگانی نے اسے اپنے کلیجے سے لگایا اس لڑکی کا سارا جسم ہوا میں ہلتے ہوئے پتے کی طرح کانپ رہا تھا۔

''بہت خوبصورت ٹائیگر ہے۔'' ٹھاکر سنگھ نے اسے ناپتے ہوئے کہا.....

''قد دس فٹ چھ انچ، کھال موٹی اور چربی دار، آگے کے داہنے پاؤں میں ایک پرانا زخم، جس کی وجہ سے زیادہ تیز رفتاری سے نہیں چل سکتا تھا۔ میرے خیال میں اس زخم کی وجہ سے یہ آدم خور ہو گیا، کیوں کہ چیتل اور سانبھر کا شکار کرنے میں بے حد تیزی اور پھرتی کی ضرورت ہے۔''

ٹھاکر سنگھ تھیلے سے ایک لمبا چاقو نکال کر ٹائیگر کی کھال کھینچنے کی تیاری کرنے لگا۔

مگر گورگانی ٹائیگر کے مسئلہ سے بالکل لاتعلق ہو کر لڑکی سے پوچھ رہا تھا۔

''بیٹی.....تم کس گاؤں کی ہو؟''

مگر وحشت زدہ لڑکی پھٹی پھٹی آنکھوں سے اپنی ماں کی لاش کو تکے جا رہی تھی۔

Scanned with CamScanner

لڑکی اور اس کی ماں کی لاش کو لے کر جب وہ دونوں نیچے نسوریا گاؤں پہنچے تو انہیں سارا گاؤں خالی ملا۔ ایک بھی متنفس باقی نہیں تھا، دروازے کھلے، خالی ڈھنڈار گھر، سارا کا سارا گاؤں اجڑ چکا تھا۔ شاید آدم خور کے ڈر سے گاؤں والے ایک ساتھ ہجرت کر گئے تھے۔

خالی گاؤں میں چلتے چلتے یکا یک وہ لڑکی ایک گھر کو دیکھ کر گورگانی کے کندھے سے اتر پڑی اور بھاگتی ہوئی اس کے اندر چلی گئی۔

گورگانی اور ٹھاکر سنگھ بھی اس کے پیچھے داخل ہوئے۔

کچی مٹی کا گھر، بے حد غریب، ایک کونے میں ایک کھٹولا، دو کمبل، ایک چولہا، کھانا پکانے کے چند برتن، ایک کونے میں مٹی کی ایک بھڑولی میں تھوڑا سا اناج بس..... غالباً یہی اس لڑکی کا گھر تھا وہ عجب وحشت زدہ سی ہو کر چاروں طرف تکے جا رہی تھی، مگر بالکل چپ تھی۔

Scanned with CamScanner

''یہ گھر تمہارا ہے؟''

لڑکی نے آہستہ سے اثبات میں سر ہلایا، پھر گھبرا کر انکار میں سر ہلا دیا۔ وہ عجب سہمی سہمی نظروں سے انہیں دیکھ رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا، بار بار اس کا سارا جسم کانپتا تھا اور بار بار وہ گھبرا کر کبھی گورگانی کو دیکھتی کبھی ٹھاکر سنگھ کو۔

گورگانی لڑکی سے مایوس ہو کر اِدھر اُدھر گھر میں دیکھنے لگا، ایک طاقچے میں اسے کالی ماتا کی پرانی تصویر مل گئی جس کے آگے ایک بجھا ہوا دیا رکھا تھا اور چند پھولوں کی خشک پتیاں، چند دانے چاول اور تصویر کے پاؤں میں سیندور کے نشان.....

گورگانی کو کالی ماتا کی تصویر دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی، شمالی ہند کی اس دور افتادہ ہمالیائی گھاٹی میں کالی ماں کا پجاری کون تھا اور کیسے آ گیا؟

مگر اس چھوٹی لڑکی سے اس وقت کچھ پوچھنا بے کار تھا، شدید دھچکے سے اس کا ذہن مختل ہو چکا تھا، دھچکے کا اثر زائل ہونے کے بعد ہی اس سے کچھ پوچھا جا سکتا تھا۔

گورگانی اور ٹھاکر سنگھ دونوں اس لڑکی کو لے کر گاؤں سے باہر چلے آئے، کسّی کے کنارے انہوں نے لکڑیاں اکھٹی کر کے مرحوم عورت کے جسم کو آگ کے سپرد کر دیا مگر اب سوال یہ تھا وہ اس لڑکی کا کیا کریں۔ دبلی، پتلی، فاقہ زدہ رخسار، پچکے ہوئے، بڑی بڑی آنکھیں باہر کو نکلی ہوئیں، چہرے پر، جھائیاں،

Scanned with CamScanner

بال الجھے کھسٹے، پاؤں ننگے بے ڈھنگے، سردی سے پھٹے ہوئے، ٹانگیں گھٹنوں کے نیچے ننگی اور گھٹنوں سے اوپر ایک کالی اُونی کُرتی جس کی کہنیاں پھٹی ہوئی تھیں۔ کندھوں کے قریب بھی اس کُرتی میں بڑے بڑے سوراخ تھے۔ جن میں سے تیز برفیلی ہوا جب اندر جاتی تو اس لڑکی کا سارا جسم کانپنے لگتا اور وہ دانت کٹکٹاتے ہوئے اپنی ماں کی چتا کے کنارے ہاتھ پھیلا کر بار بار آگ تاپتی تھی، مگر اس کی آنکھ میں ایک آنسو نہ تھا۔

گورگانی نے ٹھاکر سنگھ سے پوچھا:

''اب کیا کریں اس کا؟''

ٹھاکر سنگھ نے گورگانی کی طرف دیکھا، لڑکی کی طرف دیکھا، پھر گورگانی کی طرف دیکھا جب اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تو سر کو کھجا کر کہنے لگا:

''اِس بھتنی کو نیچے ٹیکری لیے چلتے ہیں شاید وہاں پر اس کا کوئی رشتہ دار موجود ہو۔''

Scanned with CamScanner

گوبردھن ساہ ٹیکری کا سب سے بڑا بنیا تھا، کئی سال سے گورگانی صرف اسی کے ہاں اپنی کھالیں سستے داموں بیچ کر سامانِ رسد یہاں سے لے جاتا تھا۔ گورگانی، گوبردھن ساہ کا مستقل گاہک تھا اور اس کی کھالیں بہت ہی بڑھیا اور عمدہ تھیں اور ان سے گوبردھن ساہ کو معقول فائدہ ہوتا تھا۔ وہ ان ہی کھالوں کو دس گنا زیادہ داموں پر شہر میں جا کر بیچ آتا تھا اس لیے جب کبھی گورگانی ٹیکری آتا تھا اور سال میں دو تین چکر تو اس کے لگتے ہی تھے تو گوبردھن ساہ اس کی بہت خاطر مدارت کرتا تھا، لڑکی کا افسوس ناک قصہ سن کر اس نے گورگانی سے کہا:

''ٹیکری کا ایک آدمی میرے ہاں بوجھ ڈھونے پر ملازم ہے۔ کرپا رام اس کا نام ہے، میں اس کو ابھی بلاتا ہوں۔ وہ ضرور پہچانتا ہوگا اس لڑکی کو!''

جب کرپا رام آیا تو وہ فوراً اس لڑکی کو پہچان گیا۔

''ارے! یہ تو دیپالی ہے۔''

Scanned with CamScanner

''کون دیپالی؟''

گورگانی نے پوچھا:

''بنگالن بیوہ کی لڑکی۔''

''کون بنگالی بیوہ؟''

گورگانی نے پوچھا۔

''برجو سورگ باسی کی عورت!''

گورگانی بہت بے صبر ہو رہا تھا، مگر اسے معلوم تھا کہ ایک سوال میں ایک ہی جواب ملے گا، یہ یہاں کے پہاڑی لوگوں کا قاعدہ ہے یہ وہ جانتا تھا۔ اس لیے اس نے بات کی تہہ تک فوراً پہنچ جانے کی خواہش کو دبا دیا اور بڑی خوش خلقی سے سوال کرنے لگا:

''اچھا یہ برجو سورگ باسی کی لڑکی ہے؟''

''ہاں تو، بولا تو ہے میں نے؟''

''تم برجو کو جانتے تھے؟''

''لو میں کیا نہ جانوں اپنے گاؤں کا تھا ناں!''

''نسوریا کا؟''

''ہاں نسوریا کا، لو بولو اور کائیں گاؤں ہوتا ہمارا؟''

کرپارام نے گورگانی سے پوچھا۔

گورگانی تھوڑی دیر چپ رہا پھر بولا:

Scanned with CamScanner

''تم نسوریا سے کیوں چلا آیا؟''

''ہم کیا چلا آیا سارا گاؤں چلا آیا؟''

''کیوں چلا آیا؟''

''ادھر آدم خور شیر پڑتا، بکری کھاتا، گائے کھاتا، آدمی کھاتا..... ایک روج سائیں دتا کی گھر والی چنوری کو اٹھالے گیا، ایک دن بے چارہ پر بھوداس دھان کے کھیت میں پانی دے رہا تھا شیر اس کو اٹھالے گیا دن دہاڑے اس لیے سب لوگ گاؤں چھوڑ کر نیچے چلا آیا۔''

لڑکی کی طرف اشارہ کر کے گورگانی نے پوچھا:

''تو یہ لڑکی اوپر کیسے رہ گئی؟''

''لو بولو، یہ تو جات باہر ہے۔'' کرپارام استہزائیہ انداز میں گورگانی کی طرف دیکھ کر پھر گوبردھن ساہ کی طرف دیکھنے لگا! جیسے اس سے کہنے جا رہا ہو دیکھو تو کیسے مورکھ سے پالا پڑا ہے اتنی سی بات نہیں سمجھا!

''کیوں جات باہر ہے؟''

''یوں کہ اس کی ماں جات باہر ہے۔''

''اس کی ماں کیوں جات باہر ہے؟''

''یوں کہ اس کا باپ جات باہر ہے۔''

کرپارام نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

گورگانی کو غصہ تو بہت آ رہا تھا مگر غصہ کرنے سے قصہ نہیں معلوم ہو گا،

Scanned with CamScanner

صبر تو کرنا ہی پڑے گا اور ابھی ایک درجن سوال اور کرنے پڑیں گے پھر اصلی قصہ معلوم ہوگا اس لیے اس نے نہایت دھیرج سے پوچھا:

''مگر اس کا باپ کیوں جات باہر تھا؟''

''یوں کہ اس نے اس کی ماں سے شادی کی تھی؟''

''کس کی ماں سے؟''

''جس کی یہ لڑکی ہے۔''

''تو پھر اس کا باپ شادی کرنے کی وجہ سے جات باہر ہو گیا۔''

''ہاں''

''کیسے؟''

''کیسے؟''

کرپارام نے سر کھجا کر پوچھا:

''ہاں کیسے؟''

سوچ سوچ کے یکا یک ایک گہری مسرت کی مسکراہٹ کرپارام کے چہرے پر آئی جیسے اس نے کسی گہرے راز کا بھید پا لیا ہو:

''یوں کہ وہ بنگالن تھی کلکتے والی، ہماری جات کی نہیں تھی۔''

''یہ علاقہ تو کلکتہ سے ہزاروں میل دور ہے وہ بنگالن ادھر کیسے آ گئی؟''

''وہ لایا تھا۔''

''کون؟''

Scanned with CamScanner

''اس کا باپ؟''

''کس کا باپ؟''

''لڑکی کا باپ!''

''کس کو لایا تھا؟''

''دیپالی کی ماں کو کلکتے سے لایا تھا!''

''وہ کلکتہ کیوں گیا تھا؟''

''روجگار کی تلاش میں''

''پھر؟''

''پھر ادھر ہی روجگار نہیں ملا بولتا تھا ادھر بھی ایسا ہی فاقہ لگتا تھا جیسا ادھر لگتا ہے۔ اس لیے واپس آ گیا واپسی میں ایک بنگالن سے شادی کر لایا، گاؤں والوں نے ترت جات باہر کر دیا۔''

''اچھا''

''نہیں تو کیا؟''

''کیا؟'' گورگانی نے پوچھا۔

''کیا؟'' کرپارام نے پوچھا۔

''تم نے کیا کہا؟''

''ہم کیا کہے گا؟ جو تم سوال کرے گا اس کا جواب دے گا۔''

گورگانی نے چند لمحوں کے لیے دانتوں تلے ہونٹ دبا کر اپنے غصے کو

Scanned with CamScanner

ٹھنڈا کیا، پھر پوچھا:

''برجو کب مرا؟''

''جب دھونکنا کا گاؤں برف سے پہاڑ میں دب گیا تھا؟''

''کب، کس برس کا واقعہ ہے؟''

''اس برس کا جس برس دھونکنا کا گاؤں برف کے پہاڑ میں دب گیا تھا۔''

''گوبردھن ساہ نے مداخلت کرتے ہوئے کہا:''

''کوئی چار برس کی بات ہے۔''

''تو جب سے برجو مرا، اس کی بنگالن بیوہ اور دیپالی تمہارے گاؤں میں رہتی تھیں؟''

''لو بولو..... اور کہاں جاتیں؟''

''جب تم گاؤں چھوڑ کر نیچے آ گیا ان کو ساتھ کیوں نہیں لائے؟''

''کیسے لاتے، یہ تو جات باہر ہیں۔''

''یہ تو سوچا ہوتا ادھر شیر پڑتا ہے۔''

''شیر کی بات اور ہے دھرم کی بات اور ہے۔''

کرپارام نے گہرے فلسفیانہ ڈھنگ سے کہا۔

''ٹھیک ہے۔''

گورگانی نے طنزاً پوچھا:

Scanned with CamScanner

''ہاں ٹھیک تو ہے۔''

کرپارام نے گہری سنجیدگی سے جواب دیا۔

''تو سنو''..... گورگانی نے کسی قدر تلخی سے کہا: ''اس غریب بچی کی ماں کو شیر نے کھالیا ہے۔''

''رام رام.....'' کرپارام کے منہ سے نکلا۔

''اب یہ بچی یتیم ہے اس کا کوئی والی وارث نہیں تم اس کے گاؤں والے ہو، اس کو اپنے پاس رکھ لو.....''

گورگانی بولا۔

''رام رام.....'' کرپارام نے انکار میں کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا''

''نہیں رکھو گے؟''

کرپارام نے پھر انکار میں سر ہلا کر کہا، ''رام رام!''

''ہاں یا ناں میں جواب دو۔''

مگر کرپارام رام رام ہی کرتا رہا اور کانوں کو برابر ہاتھ لگاتا رہا۔

''ادھر نسوریا گاؤں کا کوئی اور آدمی یہاں رہتا ہے؟''

آخر گورگانی نے سوال بدل دیا۔

کرپارام نے پھر انکار میں سر ہلایا بولا، ''کوئی نہیں سب قصبے میں چلے گئے ہیں یا اپنے رشتہ داروں کے پاس دوسری ڈھوکوں پر۔ اکیلے مجھ کو ساہ جی نے کام دے دیا، ادھر اور کوئی نہیں رہتا ہے۔''

Scanned with CamScanner

''ساہ جی تم رکھو گے؟''

گورگانی نے بنیئے سے پوچھا۔

بنیئے نے دونوں ہاتھ جوڑ دیئے ''ٹھاکر جی آپ کی بات میں کبھی نہیں ٹالتا، پر اس بات میں مجبور ہوں میں اس کو رکھوں گا تو یہ لوگ مجھے بھی جات باہر کر دیں گے۔''

یکا یک گورگانی کو محسوس ہوا کہ ہزاروں برس پرانی دیوار ہے جو اس کے سامنے آ گئی ہے اور وہ کسی طرح اس کو پھلانگ نہیں سکتا۔ اپنا سر توڑنے سے کیا حاصل؟ اس لیے اس نے ہار مان لی، لڑکی کو اپنے کندھوں پر اٹھایا اور گوبردھن ساہ سے کہنے لگا:

تو ساہ جی میں اسے لیے جاتا ہوں۔ آپ نسوریا گاؤں والوں کو کہلا دیں کہ میں نے آدم خور شیر ہلاک کر دیا ہے۔ وہ لوگ اپنے گاؤں واپس جا سکتے ہیں۔ یہ اس کی تازہ کھال ہے۔ کل ہی جب وہ دیپالی کی ماں کو شکار کر کے لیے جا رہا تھا، میں نے اس کا تعاقب کر کے اسے مار ڈالا۔ اس لیے اب یہ لوگ بے خوف وخطر اپنے گھر واپس چلے جا سکتے ہیں۔ ویسے تو یہ لوگ اس قابل ہیں کہ ہر روز ان پر کوئی نہ کوئی آدم خور چھوڑا جائے۔''

''اس کی آپ چنتا مت کیجیے۔''

بنیے نے کمال سادگی سے کہا مگر فقرہ چونکہ ذومعنی ہو گیا تھا اس لیے گورگانی بنیے کی بات پر بے ساختہ ہنس پڑا، پھر بنیا بھی ہنسنے لگا پھر گورگانی اور ٹھاکر

Scanned with CamScanner

سنگھ بنیے سے سامان رسد لے کر بھرنے لگے۔

جب سب سامان لے لیا گیا تو یکا یک گورگانی نے چلا کر کہا:

''میرے اخبار اور رسالے کہاں ہیں؟''

بنیا مسکرایا بولا:

''میں دیکھ رہا تھا ٹھاکر جی کو یاد آتا ہے کہ نہیں.....''

پھر وہ دکان کے اندر گیا اور ایک بڑا سا پلندہ اٹھالایا۔

اس پلندے کو دیکھ کر جیسے گورگانی کی باچھیں کھل گئیں۔ اس نے جلدی سے اسے لے کر اپنے تھیلے میں بڑی احتیاط سے ٹھونس لیا پھر اطمینان کی ایک سانس لے کر اور لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر ٹھاکر سنگھ سے بولا:

''چلو بہادر سنگھ۔''

''چلو ٹھاکر آقا۔''

ٹھاکر سنگھ نے جواب دیا۔

جب وہ دونوں چلے گئے بنیا دیر تک انہیں جاتے ہوئے دیکھتا رہا پھر پلٹ کر کر پارام کی طرف مڑا اور بولا:

''بڑا جیوٹ راجپوت ہے دوسرے بنیے نے اسے بہت پھسلایا، بہت پھسلایا مگر یہ اس کی بات میں نہیں آیا، ہمیشہ میرے یہاں سے سودا لیتا ہے۔''

Scanned with CamScanner

جاتے سمے انہیں اتنے دن نہیں لگے جتنے آتے سمے لگے۔ کیوں کہ جاتے سمے اترائی تھی، آتے سمے کٹھن چڑھائی تھی اور ایک لڑکی ساتھ میں تھی۔ چھ سال کی بچی، جس کے پاؤں بھی ننگے تھے۔ جھنگن کے گاؤں میں پہنچ کر انہیں دو دن کے لیے رکنا پڑا کیوں کہ دو دن تک شدید برف باری ہوتی رہی۔ اس دوران میں ٹھاکر سنگھ نے کسان سے سوکھے دھان کا پرانا دھیال لے کر دیپالی سے کہا:

''اے بھتنی..... ادھر آ!''

دیپالی ڈرتے ڈرتے اس کے قریب آ کے کھڑی ہو گئی۔

''دھان کی چپل بنا لیتی ہے؟''

دیپالی سہمی سہمی نظروں سے اس کی طرف دیکھتی رہی۔

''دھان کی پول..... پول.....!''

دیپالی کے غمزدہ ہونٹوں پر ایک خشک مسکراہٹ آئی، آہستہ سے اس نے سر ہلا دیا۔

ٹھاکر سنگھ نے خشک دھیال اس کی طرف بڑھا کے کہا۔

Scanned with CamScanner

''تو تین پولیں بنالے اس کی، ایک پول اپنے پاؤں کے لیے، ایک میرے لیے، تیسری ٹھاکر آقا کے لیے۔''

گورگانی بھڑک کر بولا:

''اس بچی سے کام کراتے ہو خود کیوں نہیں کرتے ہو۔''

ٹھاکر سنگھ نے سرگوشی میں اس سے کہا:

''اسے کام کرنے دو اس کا من بٹے گا۔''

''غوں.....''

گورگانی غصے سے غرایا۔

ٹھاکر سنگھ زور سے ہنسا بولا:

''میری عادت تمہیں بھی پڑتی جا رہی ہے۔''

کسان کی خوبصورت بیوی پرانا کمبل سی رہی تھی، کسان ہل ٹھونک رہا تھا، اس کے دونوں لڑکے پنجالی درست کر رہے تھے، دیپالی دھان کی پولیں بنا رہی تھی، ٹھاکر سنگھ رائفل صاف کر رہا تھا، باہر برف گر رہی تھی کچھ دیر تک گورگانی کسان کے گھر کے دروازے پر کھڑا باہر دیکھتا رہا۔

مایوسی سے بولا:

''لگتا ہے یہ برف چار دن نہیں تھمے گی۔''

جب اس کا کسی نے کوئی جواب نہیں دیا تو اندر کے ایک کونے میں بیٹھ گیا اور اپنے تھیلے سے اخباروں کا پلندہ نکال کے انہیں کھولنے لگا۔

Scanned with CamScanner

سب لوگ اپنے اپنے کام میں مصروف تھے یکا یک گورگانی اخبار پڑھتے پڑھتے زور سے چیخا.....

سب لوگ پلٹ کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔

''انگریز ہندوستان کو چھوڑ کر جا رہے ہیں۔''

ان لوگوں نے آج تک کسی انگریز کو نہیں دیکھا تھا۔ اس لیے اس کے چلے جانے پر کسی کو اچنبھا نہیں ہوا، خوشی بھی نہیں ہوئی، البتہ گورگانی اگر انہیں یہ خبر سُناتا کہ انگریزوں کے بجائے پٹواری ہندوستان چھوڑ کر چلا گیا تو انہیں حیرت بھی ہوتی خوشی بھی ہوتی۔ وہ لوگ پلٹ کر پھر اپنے کام میں مصروف ہو گئے، باہر برف گرتی رہی۔

چند منٹ کے بعد گورگانی پھر حیرت سے چیخا:

''پاکستان بن گیا!''

کسان کی بیوی اپنا پھٹا کمبل سیتی رہی۔

''پنڈت جواہر لال نہرو آزاد ہندوستان کے وزیر اعظم بن گئے۔''

کسان پرانے ہل کو ٹھونکتا رہا۔

''ارے سنو!'' گورگانی کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو آ گئے پاکستان نے سبز ہلالی پرچم لہرایا اور وائسرائے لاج پر ہمارا ترنگا لہرایا۔

دیپالی گھاس کا جوتا بناتی رہی۔

''ارے سنو! بے وقوفو! گدھو، احمقو، آج سے نئی دنیا پیدا ہو رہی ہے سارا

Scanned with CamScanner

ایشیا بیدار ہو رہا ہے۔"

کسان کے دونوں لڑکوں نے ایک لحظہ کے لیے سر اُٹھا کر گورگانی کی طرف دیکھا پھر خاموشی سے اپنی گانٹھ کی پنجالی ٹھیک کرنے میں لگ گئے۔

چند منٹوں کے بعد ایک بھیانک آواز گورگانی کے حلق سے نکلی۔

"ارے ہائے ہائے..... مہاتما گاندھی مار ڈالے گئے.....!"

کسان گھبرا کر اپنی جگہ سے اٹھا اور تیز تیز قدموں سے گورگانی کے پاس آیا اور اس کا شانہ پکڑ کر بولا:

کون گاندھی؟

گورگانی شعلہ باز نگاہوں سے کسان کی طرف دیکھنے لگا۔ ایک لحظے کے لیے اسے یقین نہیں آیا کہ یہ کسان گاندھی کا نام بھی نہیں جانتا، مگر پھر کسان کے چہرے پر بھولپن، سادگی، حیرت اور ناسمجھی کے آثار دیکھ کر اسے یقین آ گیا۔ وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ کسان کا چہرہ دیکھ کر اس نے کچھ کہنا بیکار سمجھا۔ وہ اخبار کا پلندہ پٹخ کر باہر دروازے میں آ کھڑا ہوا۔

باہر برف گر رہی تھی۔

اس کے جذبات و محسوسات میں ایک عجب اتھل پتھل جاری تھی کیوں کہ تیرہ سال سے جنگلوں میں رہنے کے باوجود وہ جدید عہد سے منسلک تھا۔ مہینوں وہ اس عہد سے الگ رہتا تھا لیکن جونہی اخبار دیکھتا لفظ ہک بن کر اسے پکڑ لیتے تھے اور اسے اس عہد سے ملا دیتے تھے۔ اس عہد کا خون اس کی رگوں میں دوڑ رہا تھا

Scanned with CamScanner

اور اخبار کے الفاظ خون کے سرخ ذروں کی طرح اس کے دورانِ خون میں بھاگتے جا رہے تھے۔ ایک خمیر کی طرح اس کے مزاج میں رچے جا رہے تھے۔

مگر وہ جو اس دروازے کے اندر تھے ان کے لیے یہ لفظ بیکار تھے۔ گاندھی اور جناح، ہندوستان اور پاکستان، آزادی اور عظمت، ایشیا کی بیداری اور نئی دنیا کی سربلندی، وہ ان لفظوں کے معنی اور اہمیت کو گرفت میں لانے سے قاصر تھے کیونکہ ان لفظوں نے ان کی زندگی کی جڑوں کو نہیں چھوا تھا۔ سیدھی بات ہے کہ وہ ان لفظوں ہی سے ناآشنا تھے۔ اس لیے وہ کسی تبدیلی سے آگاہ نہیں تھے۔

پچھلے پانچ ہزار برس سے یا دس ہزار برس سے یا بیس ہزار برس سے یا جس دن سے ہل ایجاد ہوا، ان کی زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی اشوک کے کتبے، وکرما دتیہ کا انصاف، اکبر کا زرعی نظام، عدل جہانگیری، میگنا کارٹا اور پارلیمنٹری ڈیموکریسی سب اوپر ہی اوپر سے گزرے جا رہے تھے۔ خلاؤں میں اڑنے والے لفظ جو کبھی بیج بن کر اس دھرتی پر نہ گرے، جہاں صرف برف گرتی ہے گھاس کے چپل بُنے جاتے ہیں اور پھٹے کمبل سیے جاتے ہیں۔

پانچ ہزار سال پہلے بھی یہی تھا، پانچ ہزار سال بعد یہی ہوگا۔

''آمین!''

گورگانی نے ایک گہری تلخی سے اپنے آپ سے کہا اور پھر دروازے سے پلٹ کر اندر آ بیٹھا۔

اخبار اس نے پھر اٹھا لیا۔

Scanned with CamScanner

بہت دنوں کے بعد سفر کی کُلفت لیے ہوئے جب وہ تینوں تھکے ماندے گھر لوٹے اور گورگانی نے دیپالی کو اپنی گود سے اتارا تو وہ حیرت زدہ ہو کر چاروں طرف دیکھتی تھی۔ آج تک اس نے ایسا عالی شان گھر کبھی نہیں دیکھا تھا اور پھر لکڑی کا گھر کرسی اور میز بھی اس نے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ پھر فرش پر اور بستروں پر نرم گرم جنگلی جانوروں کی خوبصورت سموری کھالیں اور وہ دودھیا گلوب کا لیمپ، جسے بار بار ہاتھ لگا کے دیکھتی تھی اور اس کی سفید چمکیلی روشنی پر حیرت زدہ تھی، جیسے وہ ایک نئی دنیا میں آ گئی ہو اور اس کے مجبور مصیبت زدہ چہرے پر بھولا سا تبسم کھیلنے لگا۔ ایک ایک شے کو حیرت سے تکتی ہوئی بار بار چھوتی ہوئی دیپالی کو دیکھ کر گورگانی کے دل میں ایک عجیب سی خوشی جگہ پانے لگی۔

مگر ٹھاکر سنگھ اسی طرح بیزار اور ناخوش سا کھڑا تھا۔ گورگانی کو اپنی طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے رک رک کر کہنے لگا:

Scanned with CamScanner

''سوچا تھا، اب..... کبھی..... عورت کی صورت نہیں دیکھوں گا، مگر اب..... یہ بھتنی.....؟''

ٹھاکر سنگھ چپ ہو گیا۔

گورگانی دھیرے سے بولا:

''سوچا تو میں نے بھی یہی تھا مگر اب..... یہ..... کیا کریں اس کا، اس کو تو رکھنا ہی ہوگا۔''

''کس کام کی ہے یہ بھتنی؟'' ٹھاکر سنگھ غصے سے بولا۔

''اب تو یہ بول بھی نہیں سکتی۔''

''اس کا بھی علاج کریں گے۔'' گورگانی نے اتنا کہہ کر بات کو پلٹا.....

''اب تم جاؤ اور کھانا تیار کرو، جب تک میں سامان رکھتا ہوں اور گھر کی صفائی کرتا ہوں۔''

گورگانی اور دیپالی گھر کی صفائی میں جٹ گئے۔ دیپالی بھاگ بھاگ کر کام کرتی تھی اور جب ٹھاکر سنگھ نے کھانا بنا کے میز پر رکھا، تو دیپالی میز سے ایک پیالہ اٹھا کر نیچے زمین پر بیٹھ گئی اور اپنے کھانے کا انتظار کرنے لگی۔

بڑی مشکل سے گورگانی نے اسے اپنے ساتھ میز پر بٹھایا اور اسے میز پر کھانا کھانے کے آداب سکھانے لگا، جیسے اس نے ٹھاکر سنگھ کو سکھائے تھے۔ مگر لڑکی سب قاعدے قانون توڑتی ہوئی بھوکوں کی طرح کھانے پر جھپٹ رہی تھی۔ ٹھاکر سنگھ نے اسے زور سے ڈانٹا تو وہ اس کی گھرکی سن کر سہم گئی۔

Scanned with CamScanner

''آہستہ آہستہ سیکھ جائے گی، برسوں کی بھوکی ہے۔'' گورگانی نے لڑکی کی طرف داری کرتے ہوئے کہا۔

ٹھاکر سنگھ دانت پیس کر چپ ہو گیا۔

کھانا کھانے کے بعد گورگانی نے ٹھاکر سنگھ کے کان میں کچھ کہا جسے سن کر وہ چپکے سے باہر نکل گیا۔

کھانا کھا کر دیپالی کود کر ٹھاکر سنگھ کے بستر پر جا چڑھی اور سموری کھالوں والا کمبل اوڑھ کے بڑے مزے سے بیٹھ گئی۔

گورگانی وہیں کھانے کی میز پر بیٹھا ہوا متبسم نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔

تھوڑی دیر کے بعد ٹھاکر سنگھ کچن کی آڑ سے لوہے کا ایک چمٹا لال سرخ کیے اندر آیا اور غیض وغضب میں بھر کر دیپالی کی طرف چمٹا اٹھائے بڑھنے لگا اور گرج کر کہنے لگا:

''میرے بستر پر چڑھی بیٹھی ہے؟ اس چمٹے سے تیری آنکھیں نکال لوں گا۔'' دیپالی کی آنکھیں وحشت اور ڈر سے کھلتی گئیں۔ یکا یک وہ ایک چیخ مار کر اس کے بستر سے اٹھ بیٹھی اور بھاگ کر گورگانی کی گود میں چھپ گئی اور چیخ چیخ کر کہنے لگی: ''مجھے بچاؤ..... مجھے بچاؤ!''

وہ گورگانی کی ٹانگوں سے چمٹ کر چیخ رہی تھی اور چلا رہی تھی، مجھے بچاؤ مجھے بچاؤ۔''

Scanned with CamScanner

دیپالی کو اس کی زبان واپس مل گئی تھی۔

گورگانی نے دہشت زدہ لڑکی کو اپنے گلے سے لگا لیا اور جھوٹ موٹ گرج کر ٹھاکر سنگھ سے کہنے لگا:

''اس چمٹے کو گرا دو۔''

ٹھاکر سنگھ نے فوراً چمٹا ایک پانی بھری بالٹی میں پھینک دیا۔ سوں سوں کی آواز سے گرم گرم لوہا بجھ گیا۔ دیپالی کی جان میں جان آئی مگر وہ ابھی تک گورگانی کی گردن میں دونوں ہاتھ ڈالے ہوئے اس سے چمٹی ہوئی تھی۔

''بڑے بے ہودہ ہو تم۔'' گورگانی نے گرج کر ٹھاکر سنگھ سے کہا ''نکل جاؤ باہر اور یاد رکھو، اگر پھر کبھی تم نے میری بیٹی کو پریشان کیا تو تمہاری کھال کھینچ لوں گا۔''

ٹھاکر سنگھ مسکراتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

اس کے جانے کے بعد گورگانی نے بچی کو پیار سے تھپکا اسے دم دلاسہ دیا اسے اپنے کمرے میں لے جا کر بستر پر لٹا دیا۔ مگر آنسو دیپالی کی آنکھوں میں امڈے چلے آ رہے تھے وہ کسی طرح گورگانی سے الگ ہونے پر تیار نہ تھی۔

''یہ تو ججا ہے ججا۔'' وہ کانپتے ہوئے بولی:

''کون ججا ہے؟''

''یہ تمہارا بھائی۔''

''ججا کون ہوتا ہے؟''

Scanned with CamScanner

''ججا..... ایک جن ہے جو کبھی کبھی رات کو ہمارے گاؤں کی باؤلی پر آتا تھا اس لیے رات کو کوئی اس باؤلی پر نہیں جاتا.....!''

''ہاں..... ججا ہے یہ کم بخت! مگر اب یہ میری بیٹی کو کچھ نہیں کہے گا اگر کہے تو میں اسے گولی سے اڑا دوں گا۔''

اپنے سوکھے، دبلے پتلے بازو اس کی گردن میں حائل کر کے بالآخر دیپالی وہیں اس کے بستر پر سو گئی۔ اسے سوتے دیکھ کر گورگانی کا دل عجیب طریقے سے پگھلنے لگا۔ یکا یک اسے ایسا لگا کہ اس کی چھ ماہ کی مردہ بچی پھر سے زندہ ہو گئی ہے۔ اس نے اس بچی کو اپنے سینے سے لگا کے اس کا ماتھا چوم لیا۔

یکا یک تیز و تند آنسوؤں کی جھڑی اس کی آنکھوں سے بہہ کر اس کی دس بارہ روز کی بڑھی ہوئی ڈاڑھی میں جذب ہونے لگی۔ کیا یہ جذبے کبھی نہیں مرتے؟

کیا جذبے کبھی نہیں مرتے؟

Scanned with CamScanner

اس بار برف نے پگھلنے میں بہت دیر کی، اس لیے جنگل میں بہت دھیرے سے بہار آئی۔ پہلے چیڑھ کے پتوں نے اپنا رنگ بدلا۔ کائی رنگ کے گہرے سبز جھومروں کے نیچے شوخ رنگ ہرے جھومر لہلہانے لگے۔ پھر دیودار کی ترچھی ڈالیوں پر چھوٹے چھوٹے مکعب نظر آنے لگے، جیسے بانہوں پر تعویذ بندھے ہوں۔ پھر تین چار ہزار فٹ نیچے کی ترائیوں پر اک دم جنگلوں میں شرارے سے پھوٹنے لگے۔ جنگلی اناروں کی ہر شاخ پر لال لال شعلہ رنگ کلیاں بھڑکنے لگیں اور سیب کے گلابی پھولوں اور جنگلی آڑو کے سفید پھولوں اور وسنت کے قرمزی پھولوں سے ہر وادی کا دامن بھر گیا۔ پھر ایک ساتھ یخ بستہ جنگل سے درختوں جھرنوں کی آوازیں آنے لگیں اور سارا جنگل پرندوں کے شور سے بھر گیا۔

پھر چوٹی کی گہری تہ دار برف اپنی جگہ سے سرک کر رنگڑ کے خشک نالے میں اتر آئی دھیرے دھیرے بہار کا دامن تھامے برف کی ڈولی چلی، دور میلوں

Scanned with CamScanner

نیچے اپنی سسرال کو جہاں ایک کشادہ وادی میں رنگڑ کا سوکھا دریا اپنا چوڑا پاٹ کھولے اپنی دلہن کا منتظر ہے، برف نیچے نیچے ڈھلکتی جاتی ہے۔ ہولے ہولے ڈولی سرکتی جاتی ہے۔ کناروں پر گرچ اور سبلو، لال ٹینا اور اودی، لال، کالی، چٹی بیریوں کی بندھنواریں سجی ہیں۔ پھولوں کی چھڑیاں ہوا میں ڈولتی اور دو رویہ پیڑوں کی قطاریں خوشی سے جھومتی ہیں اور ایک ساتھ سینکڑوں بلبلیں، رت گلیاں اور سہنولیاں وداع کے گیت گاتی ہیں۔ عجب سماں ہوتا ہے جب برف اپنے گلیشئر کے میکے سے نکلتی ہے۔ دو رویہ پھولوں کی درشا ہوتی ہے اور لانبی لانبی شاخیں آگے کو جھکی ہوئی برف کو چومتی اور دونوں ہاتھوں سے اسے نیچے کو سرکاتی جاتی ہیں۔ جوں جوں وادی قریب آتی جاتی ہے سفید، اجلی، بے داغ، کنواری برف کا دل دھڑکنے لگتا ہے اور ڈولی کے قدم تیز ہو جاتے ہیں۔ برف کا بدن اندر ہی اندر بھیگنے لگتا ہے حتی کہ جب کنارہ بالکل نزدیک آجاتا ہے تو برف ٹوٹ کر پگھل پگھل کر گرنے لگتی ہے اور خود دوڑ کر دریا کے گلے سے لگ جاتی ہے اور کب کا خشک پیاسا مہجور منتظر دریا دونوں ہاتھ پھیلا کر اسے اپنی بانہوں میں بھر لیتا ہے۔ اب لہر لہر جشن ہے اور ہر بھنور اپنی جگہ مگن ہے۔ چھوٹے بڑے شوخ نیلے پتھر پانی میں لڑھکتے جاتے ہیں اور محبت کے گیت گاتے ہیں کیوں کہ یہ برف اور دریا کا ملن ہے، یہ پانی کا جنم ہے۔

Scanned with CamScanner

''دیپالی کہاں ہے؟'' گورگانی نے پوچھا۔

''مجھے کیا معلوم کہ وہ بھتنی کہاں ہے!'' ٹھاکر سنگھ جو نیچے نالے سے پانی لے کر آرہا تھا اپنے ماتھے سے پسینہ پونچھ کر کہنے لگا۔

گورگانی نے کچن کی طرف منہ کر کے آواز دی:

''دیپالی.....دیپالی.....!''

کچن سے کوئی جواب نہیں آیا۔

ٹھاکر سنگھ پانی لے کر کچن کے اندر گیا پھر کچن کے اندر سے باہر آ کر کہنے لگا:

''وہ یہاں تو نہیں ہے۔''

اتنا کہہ کر وہ کچن کے اندر چلا گیا اور اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

گورگانی کو معلوم تھا کہ ٹھاکر سنگھ دیپالی کو شدید طور پر ناپسند کرتا ہے اس

Scanned with CamScanner

نے ٹھاکر سنگھ سے مزید کچھ نہیں کہا، شاہ بلوط کے پیڑ کے نیچے سے اٹھ کر گھر کے اندر گیا اور دیپالی کو آواز دینے لگا۔

مگر دیپالی گھر کے دونوں کمروں میں کہیں نہیں تھی۔

''کہاں گئی؟''

اس نے پریشانی کے عالم میں اپنے آپ سے کہا۔

''نیچے تُنگ کے پیڑ پر چڑھی ہو گی اور ماہی گیروں کے گھونسلے میں انڈے تلاش کر رہی ہو گی۔''

ٹھاکر سنگھ نے گورگانی کی پریشانی دیکھ کر کہا۔

لاجوردی رنگ کے ماہی گیروں کے خوبصورت انڈوں پر دیپالی کی جان جاتی، انہیں حاصل کرنے کے لیے وہ تنگ کی اونچی سے اونچی شاخ پر چڑھ جاتی تھی اور ان کے انڈے اٹھا لاتی تھی اور انہیں جیب میں چھپا لیتی تھی کیونکہ اسے معلوم تھا کہ گورگانی کو جسے وہ اب پیار سے آکا (آقا) کہتی تھی اس کی یہ حرکت سخت ناپسند کرتا تھا۔ بڑی مشکل سے گورگانی کے سمجھانے بجھانے پر وہ ان انڈوں کو چڑیوں کے گھونسلے میں واپس رکھنے پر تیار ہوتی، بسورتی تھی، سسکتی تھی اور جب کسی طرح نہ مانتی تھی تو ٹھاکر سنگھ اسے ایک دھر کے دیتا تھا، پھر وہ غصے سے بلکتی ہوئی تنگ کے درخت پر دوبار چڑھ کر انڈے رکھتی ہوئی ٹھاکر سنگھ کو صلواتیں سناتی تھی۔

''تو تو جا ہے.....جا.....!''

Scanned with CamScanner

ٹھاکر سنگھ کی سخت گیر طبیعت کو دیکھ کر دیپالی نے اس کا نام اپنے گاؤں کے جن کے نام پر ججار رکھ دیا تھا۔ اب وہ اسے صرف ججا کہہ کر پکارتی تھی۔ شروع شروع میں ٹھاکر سنگھ نے بہت احتجاج کیا۔ کئی دفعہ اس کی ٹھکائی بھی کی، مگر دیپالی اسے کوئی اور نام دینے کے لیے تیار نہ ہوئی۔ طوعاً و کرہاً ٹھاکر سنگھ نے اپنے لیے یہ نام بھی منظور کر لیا۔

''جاؤ اور اسے بلا کے لاؤ.....تم دونوں کے سبق کا وقت ہو چلا ہے۔''

''غوں.....!'' ٹھاکر سنگھ غصے سے غرایا، آ کا دن بدن ناقابلِ برداشت ہوتا جاتا ہے دو مہینے سے اس کے دماغ میں یہ آئی تھی کہ وہ دیپالی اور ٹھاکر سنگھ کو پڑھائے گا۔ انہیں پڑھا لکھا کر آدمی بنائے گا، جیسے وہ اب تک آدمی نہیں تھا..... لفظوں سے اسے پہلے ہی چڑ ہے اور سبق میں لفظوں کے سوا کچھ نہیں ہوتا اور لفظوں والے سبق میں ٹھاکر سنگھ کا من کسی طرح نہیں لگتا تھا۔ حروف آنکھوں کے آگے ناچنے لگتے ہیں اور عجیب عجیب شکلیں بنانے لگتے ہیں اور کسی طرح اس کے قابو میں نہیں آتے۔ مگر دیپالی لکھنے پڑھنے میں بہت ہوشیار ہے اور ٹھاکر سنگھ بہت پیچھے رہ گیا ہے۔ اس بات کو سوچ کر ٹھاکر سنگھ کو شدید جھنجلاہٹ ہونے لگتی اور دیپالی کو پیٹنے کے لیے اس کے ہاتھوں چُل ہونے لگتی۔ ہر بار گورگانی بیچ بچاؤ کی کوشش کرتا اور کبھی نرمی سے کبھی سختی سے ٹھاکر سنگھ کو منع کرتا رہتا تھا۔

اس کے سامنے تو ٹھاکر سنگھ کی ہمت نہ ہوتی تھی کہ دیپالی کو پیٹے، لیکن کبھی کبھی گورگانی کی غیر حاضری میں اس کا داؤ لگ جاتا اور داؤ لگتے ہی وہ اس کی

Scanned with CamScanner

ٹھکائی کر ڈالتا، دیپالی روتی چلاتی، دانت سے کاٹ لیتی، آکا سے شکایت کر دیتی مگر ٹھاکر سنگھ پر اس کا کچھ اثر نہیں ہوتا تھا اور نہ دیپالی پر، وہ بھی اسے چڑانے اور تنگ کرنے سے باز نہیں آتی تھی۔

نچلی گھاٹی پر پہنچ کر اس نے تُنگ کے درخت کی طرف منہ کر کے زور سے آواز دی، ''بھتنی!''

تنگ کی شاخوں میں کوئی ہلچل پیدا نہیں ہوئی نہ اس کے گھنے چھتنارے میں سے کسی کی آواز آئی۔

''چڑیل'' ٹھاکر سنگھ پر زور سے للکارا۔

کوئی جواب نہ ملا۔

ٹھاکر سنگھ ابھی تنگ کے گھنے پیڑ سے ذرا دور تھا دانت پیس کر وہ اس کے قریب چلایا، ''آج اس کی ہڈی پسلی ایک کر دونگا۔''

درخت کے نیچے جا کر اس نے سر اٹھا کر غور سے پیڑ کی تمام شاخوں کو اوپر تک دیکھا، دیپالی اسے کہیں نظر نہیں آئی۔ ایک لحظے کے لیے اسے پریشانی سی ہونے لگی، کہاں چلی گئی؟، اس نے پلٹ کر اوپر گھر کی طرف دیکھا تو اسے اوپر کی گھاٹی پر گورگانی نظر آیا۔

''کیا دیپالی یہاں نہیں ہے؟''

گورگانی نے اس سے پوچھا۔

''نہیں آکا.....''

Scanned with CamScanner

''کہاں جا سکتی ہے؟'' گورگانی زور سے چلایا..... ''دیپالی ..... دیپالی.....'' اس کی بھاری گرجدار آواز دور دور تک گونج گئی۔ یکا یک مغربی تلے سے ایک پتلی آواز آئی۔

''آ کا.....''

آواز پہچان کر گورگانی اوپر کی گھاس سے اور ٹھا کر سنگھ نیچے کی گھاٹی سے مغربی تلے کی جانب روانہ ہوئے۔ ایک چھوٹی سی کسیا پار کر کے مغربی جنگل کی طرف بڑھے جدھر سے آواز آئی تھی۔

کیا دیکھتے ہیں کہ جنگل میں کرچھل کے ایک پیڑ پر چڑھ کر دیپالی ایک اونچی ٹہنی پر مگن بیٹھی کرچھل کے لال لال میٹھے بیر توڑ کر کھا رہی ہے اور ٹانگیں جھلا رہی ہے، جو گھٹنوں تک ننگی ہیں۔ گھٹنوں سے اوپر گردن تک چیتے کی خوبصورت کھال کے بنے ہوئے جنگلی فراک میں ملبوس دیپالی خود کسی جنگلی جانور سے کم خشونت آمیز دکھائی نہیں دیتی تھی۔

دیپالی کو صحیح وسلامت دیکھ کر گورگانی کی جان میں جان آئی، وہ اس وقت اسے اونچے پیڑ کی ڈال پر بیٹھی بیر کتر کتر کر کھاتی ہوئی کسی شریر گلہری کی طرح دکھائی دی۔

ان چند مہینوں میں پیٹ بھر کر کھانا لینے سے دیپالی کے چہرے سے ساری چھائیاں غائب ہو گئی تھیں۔ تھی تو ابھی تک دبلی پتلی مگر اس کا رنگ نکھر گیا تھا۔ ہونٹوں پر ہنسی اور آنکھوں میں چمک آ چلی تھی اور بچوں والی وہ خود اعتمادی اور

Scanned with CamScanner

شرارت جو پیار بھری بے فکر زندگی کا عطیہ ہوتی ہے۔ یہ چنچل شریر ادائیں بچے اسی وقت دکھاتے ہیں جب انہیں معلوم ہو کہ کوئی ان سے لاڈ پیار کرنے والا موجود ہے، دیپالی بھی گورگانی کو قریب آتے دیکھ کر زور سے ہنسی۔

''اے ٹارزن کی بیٹی۔'' گورگانی نیچے سے چلایا۔

دیپالی نے حلق سے ویسی ہی آواز نکالی۔

''کیا کر رہی ہے؟''

دیپالی نے ایک کرچھل توڑ کر نیچے پھینکا گورگانی نے ہاتھ سے کیچ کر لیا اور اسے کھاتے ہوئے کہنے لگا، ''یہ بہت میٹھا ہے اور پھینک۔''

دیپالی بولی: ''پھینکوں گی مگر ایک شرط ہے۔''

''کیا.....؟''

''ججا کو نہیں دو گے۔''

''ججا کو کیوں نہیں دیں گے بیر ججا کو بہت پسند ہیں اور کرچھل تو ججا کو بہت ہی پسند ہیں کیوں ججا؟''

''غوں.....''

ٹھاکر سنگھ غصے سے غرایا۔

دیپالی نے پانچ چھے لال لال کرچھل نیچے گورگانی کی طرف پھینک دیئے، دو تین لڑھک کر ٹھاکر سنگھ کی طرف جا گرے ٹھاکر سنگھ انہیں اٹھا کر کھانے لگا۔

Scanned with CamScanner

دیپالی زور سے چیخی.....، ''مت کھاؤ، مت کھاؤ میرے بیر، یہ آکا کے لیے ہیں تمہارے لیے نہیں ہیں۔ ججا مت کھاؤ میرے بیر۔''

''چھی.....چھی.....!'' گورگانی بیر کھاتے ہوئے بولا، ''اپنے ہونے والے خاوند کو ٹوکتی ہے اسے بیر کھانے سے منع کرتی ہے۔''

''کون خاوند؟'' دیپالی غصے سے چلائی، یہ گورگانی کا روزمرّہ کا مذاق تھا۔

''تھو.....!'' دیپالی نے زور سے نیچے تھوکا..... گورگانی اور ٹھاکر سنگھ دونوں ذرا پرے سرک گئے دیپالی غصے سے بولی: ''اس جنم سے کون شادی کرے گی؟'' ججا کے لیے تو کسی جنم کو لانا پڑے گا..... میں اس سے شادی کروں گی، ہشت.....تھو.....!۔''

''تھو، تھو، تھو'' ٹھاکر سنگھ نے زمین پر تین دفعہ تھوک کر کہا، ''تیری جیسی چڑیل بھتنی سے میں کہاں شادی کرنے کے لیے تیار ہوں تھو.....!''

اس پر دیپالی کو اتنا غصہ آیا کہ اس نے پیڑ سے کر چھل توڑ توڑ کر ٹھاکر سنگھ کو مارنے شروع کیے، گورگانی ہنستا رہا کیوں کہ ٹھاکر سنگھ بلاوجہ بپھر رہا تھا۔

''تمہیں تو عورتوں سے بات کرنا نہیں آتا۔''

گورگانی نے اس سے کہا۔

''مجھے اس قوم سے نفرت ہے۔''

ٹھاکر سنگھ غصے سے بولا۔

Scanned with CamScanner

گورگانی نے بات بدل کر دیپالی سے کہا۔

''ارے ٹارزن کی بیٹی، اب نیچے اتر آؤ۔''

''نہیں ابھی اور بیر کھاؤں گی!''

''تجھے منع کیا ہے جنگل میں اکیلے مت آیا کر تو مانتی کیوں نہیں ہے۔؟''

''کرچھل بہت میٹھے ہیں۔'' دیپالی نے سر ہلا کر بڑی ادا سے کہا، ''کرچھل کے بیر ریچھ کو بھی بہت پسند ہیں۔ کسی دن جنگل کے ریچھ نے تجھے کرچھل کھاتے دیکھ لیا تو اٹھا کے لیے جائے گا۔''

''اور اپنی عورت بنا کر رکھے گا۔'' ٹھاکر سنگھ خوش ہو کے بولا، ''ریچھ بھتنی کو پکڑ کے لے جائے گا اور اپنی عورت بنا کے رکھے گا۔''

''تیری عورت بننے سے ریچھ کی عورت بننا اچھا ہے۔''

دیپالی چمک کر بولی۔

اس پر ٹھاکر سنگھ کو اتنا غصہ آیا کہ وہ خود درخت پر چڑھ کر..... دیپالی کو پکڑنے والا تھا کہ گورگانی سے اسے روک دیا۔

''تمہارے جیسا احمق میں نے نہیں دیکھا، ارے اس کی بات کا برا مانتے ہو، وہ تو چھ سال کی بچی ہے۔''

''وہ عورت ہے وہ عورت ہے۔''

ٹھاکر سنگھ نے غصے سے دہرایا۔

''ڈیم فول.....ہی از اے ڈیم فول!''

Scanned with CamScanner

دیپالی نے گورگانی کو بتایا۔

''بلا ڈی بچ،'' ٹھاکر سنگھ نے غصے سے جواب دیا۔

''سکنگ ،سوائن، ڈنس۔'' دیپالی نے ایک ساتھ تین گالیاں دیں۔

''بلا ڈی بچ، بلا ڈی بچ، بلا ڈی بچ۔'' ٹھاک سنگھ نے بار بار اسی گالی کو دہرایا۔

گورگانی نے دیپالی اور ٹھاکر سنگھ کو انگریزی میں سبق دیتے ہوئے سب سے پہلے چندرس بھری گالیاں سکھائی تھیں۔ کیوں کہ اس کا خیال تھا کہ بچے سب سے پہلے گالی ہی سیکھتے ہیں۔ گالیوں کے بعد اس نے دوسرے اسباق شروع کیے تھے۔ مگر ٹھاکر سنگھ بہت کند ذہن ثابت ہوا، لڑکی تو ہر سبق فرفر یاد کر لیتی تھی لیکن ٹھاکر سنگھ کو صرف ایک گالی یاد رہ گئی۔

اس لیے وہ بار بار اسے ہی دہراتا تھا۔

''بلا ڈی بچ، بلا ڈی بچ، بلا ڈی بچ۔''

''یوسلد رنگ سلائمی سن آف اے بچ۔''

"You slithering slimy son of a bitch"

دیپالی نے بے حد فصیح لہجہ میں اس کی گالی پلٹ کر واپس کر دی۔ ٹھاکر سنگھ ہکا بکا کھڑا رہ گیا۔

''ویل ڈن۔'' گورگانی نے ہنس کر کہا، اب نیچے اتر آؤ، آج کا سبق نہیں لوگی کیا؟''

Scanned with CamScanner

سبق کا نام سنتے ہی دیپالی نے پھر ٹارزن کی سی چیخ ماری اور لچکتی ہوئی ٹہنیوں سے اترتی ہوئی آخری ڈال پر کھڑی ہو کر اس نے نیچے چھلانگ ماری، گورگانی نے اسے دونوں بازوؤں سے اچک لیا اور اسے گود میں اٹھائے اٹھائے لے چلا۔

ٹھاکر سنگھ پیچھے پیچھے دانت پیستا ہوا چل رہا تھا۔ گورگانی نے مڑ کر اس کی طرف دیکھ کر کہا:

"اتنے دنوں میں تم انگریزی کا قاعدہ ختم نہیں کر سکے اور یہ دو کتابیں پڑھ چکی ہے؛ اور تم ابھی تک اپنے دستخط ٹھیک سے نہیں کر سکتے۔"

Scanned with CamScanner

خزاں میں اخروٹ کے پتے، جیسے مہندی لگے ہاتھ، سیکڑوں نازنیں ہاتھ ہوا میں سونا اچھالتے ہوئے، کسیا کے کنارے شفق رنگ بادل بطخوں کی طرح تیرتے ہوئے، اونچی اونچی گھاٹیوں کی گھاس پر سونے کا برش پھیرتا ہوا سورج خزاں کی شام سونے میں ڈوب گئی ہے۔

گورگانی گھاس پر لیٹا ہے۔ اس کے دونوں بازو سینے پر بندھے ہیں اور اس کے چاروں طرف سونے کے پترے بکھرے ہیں، جو کبھی اخروٹ کے پتے تھے۔

دیپالی جب ان پتوں پر چلتی ہے تو چرمرانے کی عجب سی آواز پیدا ہوتی ہے جیسے گاؤں کی گوریاں ایک دوسرے سے راز کی بات کہہ کر اور ہونٹ دبا کر ہنس دیں۔ ان پتوں کی دبی دبی ہنسی دیپالی کو بہت اچھی لگتی ہے۔ وہ بھاگتی ہوئی ان پتوں کو اپنے پاؤں تلے روندتی ہوئی ایک درخت سے دوسرے درخت تک

Scanned with CamScanner

چلی جاتی ہے اور وہ دبی دبی ہنسی اس پیڑ سے اس پیڑ تک ایک جھرنے کی طرح بہنے لگتی ہے پھر یکا یک سناٹا..... پھر دیپالی کسی دوسری سمت نئے خزاں رسیدہ پتوں پر دوڑنے لگتی ہے اور قہقہے پھر ہوا میں گونج جاتے ہیں۔

ایک پتا ڈال سے ٹوٹ کر گورگانی کے سینے پر اُتر آیا ہے۔ کیا یہ شکنتلا کا خط ہے؟ دو ہزار سال پہلے کا لکھا ہوا۔ ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح یہ کھلا خط، جنگل کی خوشبو میں لپٹا ہوا اس کے سینے پر کانپ رہا ہے۔ کتنا روشن ہے یہ خط، محبت کے لمس سے جگمگایا ہوا۔ شاید وہ خط پڑھے جانے کے لائق ہیں جو دو ہزار برس پہلے کے لکھے ہوئے ہیں۔ ماڈرن خط بڑے بے وفا ہوتے ہیں جس عہد میں کتے کے لیے بھی ڈارلنگ کا لفظ استعمال ہوتا ہے اس عہد میں محبت کی قدر کسے معلوم! ہوا کے ایک خفیف سے جھونکے سے یہ پتا اڑا اور گھاس پر اپنی نوکوں کے سہارے چلنے لگا اب کون کہہ سکتا ہے کہ یہ پتا زندہ نہیں ہے اور اپنی ٹانگوں کے سہارے نہیں ہوا کے دوش پر چل رہا ہے۔ ایک شریر بچے کی طرح دونوں ہاتھ پھیلائے تیز تیز قدموں سے گھاس پر لڑھکتا جاتا ہے۔ یہ زندہ ہے ان چند لمحوں کے لیے۔ یہ اسی تابناکی سے زندہ ہے جیسے دوڑتی ہوئی دیپالی کا بدن۔

پتے نے دھم سے کسیا میں چھلانگ لگا دی، کہنے والے کہیں گے اسے ہوا اڑا کے لے گئی، مگر گورگانی کو یہی لگتا ہے جیسے وہ پتا خود سے پانی میں کود گیا ہو، نیچے پانی، اوپر شفق رنگ بادل، ان کے اوپر پتا لیٹا ہے اگر وہ ذرا کوشش کرے تو وہ اس گفتگو کو سن سکتا ہے جو اس وقت پتے اور بادلوں کے درمیان ہو رہی ہے۔

Scanned with CamScanner

مگر انسان کوشش نہیں کرتے ہیں اپنے سوا وہ کسی دوسرے کی زبان کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے ہیں۔ اکثر اپنی زبان بھی نہیں سمجھتے بس بولے جاتے ہیں لیکن بولنے اور کہنے میں بہت فرق ہے، اس عہد میں لوگ بولتے بہت ہیں کہتے بہت کم ہیں۔ لفظوں کی فراوانی ہے اور معانی کا کال ہے۔ پتا ہولے ہولے ایک چھوٹی سی لہر سے ہاتھ ملا کے رقص کرنے لگا۔ ایک ہی لے پر پتا اور لہر، دونوں دھیرے دھیرے سرکتے ہوئے نشیب کی طرف جاتے ہوئے پتا اور لہر آدمی اور عورت، تصور اور حقیقت۔ یکا یک دوڑتی دیپالی دھم سے اس کے سینے پر آگری اور زور زور سے ہنسنے لگی۔ پھر وہ اٹھ کر اس کے چوڑے سینے پر کھڑی ہوگئی اور ہاتھ پھیلا کر اس نے ٹھاکر سنگھ کی طرف چھلانگ لگائی جو دوسرے اخروٹ کے تنے کے قریب گورگانی کی طرف پیٹھ کیے اپنی رائفل صاف کر رہا تھا، دیپالی پیچھے سے اس کی گردن پر چڑھ گئی اور اس کے سینے پر اپنی پتلی پتلی سوکھی سوکھی ٹانگیں ہلا کر بولی:

''ججا گھوڑا بنو، گھوڑا بنو!''

ججا اور بھتنی میں اکثر لڑائی رہتی تھی مگر کبھی کبھی صلح بھی ہو جاتی تھی آج صلح کا دن تھا آج کے خوبصورت چمکیلے خزاں کے دن میں وہ پکنک منانے نیچے اخروٹوں کے جنگل میں آنکلے تھے۔ صبح سے آگئے تھے۔

گورگانی نے ٹھاکر سنگھ اور دیپالی دونوں کو ہفتے میں ایک بار یوں پکنک منانے کا عادی بنا دیا تھا دیپالی کو یہ پکنک بہت عمدہ معلوم ہوتی ہے خاص طور پر یہ

Scanned with CamScanner

لفظ پکنک، پک نک، پک نک، پک، نک، پک، نک، دیپالی جنگل میں کبھی ایک کولہے پر تو کبھی دوسرے کولہے پر اپنے بدن کا پورا بوجھ ڈال کر لچکتی ہوئی چلتی جاتی ہے اور کہتی جاتی ہے پک..... نک، پک..... نک! مگر ٹھاکر سنگھ کو اخروٹوں کا یہ جنگل اپنی گھنی گھمبیر خاموشی کی وجہ سے پسند تھا، لاکھوں سنہرے پتوں کی چھتر چھایا میں بہتے ہوئے پانی کے کنارے زندگی کے بہتے ہوئے لمحوں میں بادل کے ٹکڑے کی طرح بہنا کتنا اچھا لگتا ہے..... پر پیچ گلیاں نہیں لوگوں کی بھوکی نگاہیں نہیں.....وہ خوشامدانہ گفتگو نہیں..... ہر طرف یاس و ہراس، مطلب اور خودغرضی کا عالم نہیں، دو فٹ لمبے اور ڈیڑھ فٹ اونچے ریڈیو کے لیے عصمت فروشی نہیں..... وہ ریڈیو کو کبھی نہیں سمجھ سکا ہے۔ ہے کیا اس لکڑی کے کھوکھے میں؟ جس سے ہر وقت آواز نکلتی ہے اس گھنے جنگل میں اس کم بخت ہر وقت چلانے والے ریڈیو سے کہیں بہتر موسیقی موجود ہے۔

''کیا سوچ رہے ہو؟''

گورگانی نے ٹھاکر سنگھ سے پوچھا۔

ٹھاکر سنگھ گورگانی کی طرف مڑا آہستہ سے بولا:

''یہاں بڑا آرام ہے.....اس جنگل میں.....!''

گورگانی نے ہنس کر کہا:

''سو سال بعد اس دنیا میں کہیں جنگل نہیں ملیں گے۔''

''کیوں؟''

Scanned with CamScanner

''یہ ساری دنیا ایک بہت بڑا شہر ہو گی۔ جس رفتار سے کرہ ارض پر۔''

''کس پر.....؟''

ٹھاکر سنگھ نے فوراً پوچھا۔

''ہماری دھرتی پر آبادی بڑھ رہی ہے اس حساب سے دو سو سال کے بعد اس دھرتی پر ایک انسان کو رہنے کے لیے صرف ایک گز زمین ملے گی۔''

''ایک گز؟''

ٹھاکر سنگھ نے حیرت سے پوچھا۔

''ہاں صرف ایک مربع گز..... اس وقت یہ سب پہاڑ برابر کر دیئے جائیں گے ایٹمی انرجی سے..... کیوں کہ کم بخت بہت جگہ گھیرتے ہیں۔ ہم لوگ ان پہاڑوں کی جگہ شہر بسائیں گے۔ اخروٹوں کے پیڑوں کی جگہ گندی گلیاں، کسیا کی جگہ دو انچ کی گولائی والا ایک نل ہو گا، اور ہفتے میں ایک دن درختوں کے پارک میں جانے کی اجازت ملے گی ٹکٹ سے، اور وہاں بھی بائیسکوپ کی طرح کیو لگا ہو گا، اور فضا انسانی سانسوں سے اس قدر گندی ہو چکی ہو گی کہ ہر آدمی اپنی پیٹھ پر آکسیجن کا سلنڈر لادے نتھنے میں نلکی ڈالے آکسیجن سونگھ سونگھ کر زندہ رہ سکے گا۔''

''اس طرح زندہ رہنے کا فائدہ کیا؟''

''یہ تم سوچو.....!''

ٹھاکر سنگھ نے سوچا۔ دور تک اخروٹوں کے خوبصورت جنگل کو پھیلتے دیکھا۔ سبز گھاٹیوں، گھاس کے تلوں، برف پر سرکتی دھوپ، کسیا کے پانی کی آنکھ مچولی، کیا

Scanned with CamScanner

دوسو سال میں یہ سب غائب ہونے والا ہے؟ دوسو سال تو بہت نہیں ہوتے ایک سو سال تک تو وہ خود زندہ رہنے کی کوشش کرے گا۔ سنا ہے اس کا دادا ایک سو تیس کی عمر کا ہو کے مرا تھا ممکن ہے وہ بھی ایک سو تیس سال تک زندہ رہ سکے۔ کوشش کرنے میں کیا حرج ہے مگر یہ تو بہت برا ہو گا اگر آ کا سچ کہتا ہے تو واقعی مصیبت آجائے گی، وہ کسی قیمت پر ادھر کسی کو جنگل میں نہیں آنے دے گا سب کو گولی مار دے گا۔

''سب کو.....!''

ٹھاکر سنگھ زور سے بولا۔

''کیا سب کو؟''

گورگانی نے پوچھا:

''گولی مار دوں گا۔''

''کس کو؟''

''جو ادھر آئے گا میرے جنگل کو شہر بنانے کے لیے.....!''

''تم اکیلے کیا کر سکو گے؟''

''گولی مار دوں گا۔''

گوگانی ہنسا، بولا: ''گھبراؤ نہیں اول تو تم زمانہ دیکھنے کے لیے زندہ ہی نہیں رہو گے دوسرے اس سے بہت پہلے بہت کچھ ہو جائے گا۔''

''کیا ہو جائے گا؟''

Scanned with CamScanner

''کوئی بھیانک جنگ جس میں ایک فریق دوسرے فریق کو سمندر میں دھکیلنے کی کوشش کرے گا۔''

''کیسے؟''

''جنوبی امریکہ میں ایک چوہا رہتا ہے افزائشِ نسل کے سلسلے میں وہ اس قدر تیز ہے کہ چند سالوں ہی میں اس کی آبادی سینکڑوں سے لاکھوں، کروڑوں تک پہنچ جاتی ہے۔ جنگل اس کے لیے ناکافی ثابت ہونے لگتا ہے۔ پھر ہر دس سال بعد جب تعداد ناقابلِ برداشت حد تک پہنچ جاتی ہے تو چوہوں میں خودکشی کا جذبہ جاگتا ہے اور کسی ایک دن وہ سب چوہے لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں جنگل سے ہجرت کرتے ہوئے کسی دریا یا سمندر کا رخ کرتے ہیں، وادی میدان، گھاٹی، پہاڑ عبور کرتے ہوئے پانی میں چھلانگ لگا کر مر جاتے ہیں۔ آٹھویں، دسویں سال یونہی ہوتا ہے، اس لیے میں سوچتا ہوں اگر بروقت انسانی آبادی کو بڑھنے سے نہ روکا گیا تو ہماری نسل بھی بیس پچیس برس کے بعد اسی طرح خودکشی کیا کرے گی یا دو صفوں میں بٹ کر ایک صف کو سمندر میں دھکیل دیا کرے گی۔''

''آکا، جھوٹ مت بولو۔'' ٹھاکر سنگھ نے گھبرا کر کہا، ''اس دنیا پر تو ابھی بہت جگہ ہے دیکھو یہ سارا جنگل پہاڑ، گھاٹی، رکھ، ڈھوک، دریا کا کنارہ سب خالی کا خالی پڑا ہے۔''

''جب آریہ اس ملک میں وارد ہوئے تو سارا پنجاب اور یوپی جنگل ہی جنگل تھا۔ جب مغل آئے تو ان میں سے پچاس فیصدی جنگل ختم ہو چکے تھے جب

Scanned with CamScanner

انگریز آئے تو جنگل اور بھی ختم ہو گئے۔ اب ایک جنگل کو ڈھونڈنے نکلو تو شہروں، قصبوں اور بستیوں سے کوئی سو میل دور جانا پڑتا ہے۔ بہت جلد جنگل معدوم ہو جائیں گے، انسان کھا ڈالے گا۔ میں ابھی سے ان چوہوں کو دوڑتے ہوئے سن رہا ہوں..... کیا تم نہیں سن سکتے ہو؟''

ٹھاکر سنگھ نے آنکھیں بند کر کے کہا..... ''جھرنے کی آواز..... پتوں کا شور..... کھٹ بڑھئی اخروٹ کے تنے کو اپنی چونچ سے چھیلتا ہوا..... کھٹ ..... کھٹ..... مجھے شہر سے بڑا ڈر لگتا ہے.....؟''

''کیوں لگتا ہے؟''

''معلوم نہیں۔'' ٹھاکر سنگھ سوچ سوچ کر بولا: ''بس لگتا ہے اتنے سارے آدمیوں کو اکھٹے دیکھ کر دل ڈرتا ہے۔''

Scanned with CamScanner

''حالانکہ اسی ڈر کو دور کرنے کے لیے شہر تعمیر کیے گئے تھے۔''

رات کو گورگانی نے دیپالی کوسلا کے پھر سے اسی بحث کا آغاز کیا، اپنی بھٹی کی تازہ شراب کے کئی جام اس کے اندر جا چکے تھے اور وہ اس وقت اپنے مخصوص جھکی موڈ میں تھا۔

''جب چاروں طرف جنگل تھے اور جنگلوں کے نیچے تل جھاڑی تھی اور تل جھاڑی میں سانپ اور بھیڑیے، بھالو اور شیر، گینڈے اور ہاتھی، چیتے اور خوفناک سینگوں والے بیل، تو انسان نے جنگل کو غیر محفوظ سمجھ کر پہلے گاؤں پھر قصبے پھر شہر آباد کیے۔ شہروں کے گرد اونچی فصیل تعمیر کی تاکہ باہر کا ڈر اندر نہ آسکے۔ اندر گلیوں میں اور سڑکوں پر روشنی کی تاکہ اندر کا ڈر بھی مٹ جائے۔ شہر انسان کی بڑی خوبصورت ایجاد ہیں۔

شہر نے انسان کو فطرت کی تسخیر میں بڑی مدد بہم پہنچائی ہے مگر دھیرے

Scanned with CamScanner

دھیرے شہر بڑے ہوتے گئے۔ پہلے چند ہزار کی آبادی والے شہر تھے پھر شہروں کی آبادی لاکھ سے اوپر گئی۔ آج کل شہر دیوزاد ہیں۔ اکثر ایک پورے صوبے کی آبادی ایک ہی شہر میں سمٹ آتی ہے۔ جدھر دیکھو گلیاں ہی گلیاں، سڑکیں ہی سڑکیں، لوگ ہی لوگ دوکانیں ہی دوکانیں، گھر ہی گھر، ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ جڑے ہوئے میلوں تک چلے جاتے ہیں کہیں گھاس نہیں، پتی نہیں، پودا نہیں۔ مسلسل شہروں میں رہنے سے انسان کا رشتہ فطرت سے کٹ سا گیا ہے اور یہ بری بات ہے بڑے شہروں کا ہونا کوئی بری بات نہیں ہے۔ بری بات یہ ہے کہ شہر بے ترتیب، بے ڈھنگے اور بے روک ٹوک بنتے چلے جارہے ہیں۔ شاید مستقبل میں اگر آدمی نے اپنی بڑھتی ہوئی آبادی پر قابو پالیا اور اگر وہ اپنی بقا چاہتا ہے تو اسے ایک دن جلد یا بہ دیر اور غالباً بہت جلد اس امر کا فیصلہ کرنا پڑے گا کہ اس کرۂ ارض پر کتنے انسان اس کرۂ ہوائی میں آکسیجن کی مقدار کو دیکھتے ہوئے زندہ رہ سکتے ہیں۔ زندہ رہنے کا مطلب محض جینا نہیں ہے محض سانس لینا نہیں ہے۔ ایک بھرپور زندگی گزارنے کے لیے انسان کو صرف انسانوں کی ضرورت نہیں ہے۔ بجلی، ریفریجریٹر، ائیرکنڈیشنر سڑک، مائک، پلیٹ فارم، اخبار، ریڈیو، ٹیلی فون، سینما، دیواریں اشتہار، ڈاکٹر، مدرس، ادیب، کپڑے، کھمبے، فلسفے، دھوبی، نائی، نیتا، کھیت، چھتیں، باڑھیں، حماقتیں، مخاصمتیں، نکلے، انسیت چاہت عشق ہی کی ضرورت نہیں اسے ہرے پتوں کے درمیان رہنے کی بھی ضرورت ہے۔''

''ایں، کیا سمجھے؟'' گورگانی نے اپنے مئے کے پیالے سے سر اٹھا کر

ٹھاکر سنگھ سے پوچھا:

مگر ٹھاکر سنگھ میز پر اپنی ٹھوڑی ٹکائے ٹکائے سو گیا تھا۔

گورگانی لڑکھڑاتا ہوا میز سے اٹھا، باہر کا دروازہ اس نے اندر سے بند کیا۔ پھر اپنے کمرے کی طرف چلا، دروازہ کھول کر دیر تک دیپالی کو دیکھتا رہا جو اس کے بستر پر ٹانگیں سکوڑے سو رہی تھی۔ اس کا منہ تھوڑا سا کھلا تھا اس طرح سوتے میں دیپالی، گورگانی کو بڑی بھولی اور پیاری معلوم ہوئی، اس نے جھک کر آہستہ سے اس کا ماتھا چوما پھر اس کے قریب لیٹ گیا۔ ننھی دیپالی نے اس کے جسم کی قربت پا کر نیند ہی میں اپنے چھوٹے چھوٹے، پتلے پتلے بازو اس کی گردن میں ڈال دیئے اور غنودگی میں بد بدائی، ''آ کا'' پھر وہ اطمینان سے اس کے سینے سے لگ کے سو گئی۔

Scanned with CamScanner

چار سال بعد ایک دن اچانک علی الصبح وہ اس کے سینے سے الگ ہو کے اٹھ بیٹھی اور بھاگ کر سامنے کی دیوار سے جا لگی اور پھٹی پھٹی نگاہوں سے گورگانی کو دیکھنے لگی۔ گورگانی کو کچھ معلوم نہ ہوا کیوں کہ وہ گہری نیند سو رہا تھا۔ دیوار سے لگی دیپالی نے آہستہ سے گورگانی کو آواز دی، ''آکا''

مگر آکا سویا رہا۔

پھر وہ ذرا بلند آواز میں چلائی، ''آکا''

کوئی جواب نہ ملا۔

یکا یک وہ زور سے چیخی۔

''آکا''

گورگانی ہڑ بڑا کے جاگا اس نے دیکھا کہ دیپالی دیوار سے لگی کھڑی ہے۔ اس کے دونوں پھیلے ہوئے ہاتھ لکڑی کی دیوار پر ہیں اور وہ متوحش نگاہوں

Scanned with CamScanner

سے اسے دیکھ رہی ہے۔

''کیا ہے؟'' گورگانی گھبرا کر بولا۔ ''چلا کیوں رہی ہے؟''

یکا یک دیپالی کی آواز کانپنے لگی۔ وہ آہستہ آہستہ بولی: ''مجھے تم سے ڈر لگتا ہے۔''

''مجھ سے.....؟'' گورگانی حیرت زدہ ہو کر بولا: مجھ سے.....؟''

دیپالی نے کچھ کہا نہیں۔ آہستہ سے سر ہلا دیا۔

چند لمحے تو گورگانی حیرت زدہ اس کی طرف دیکھتا رہا پھر یکا یک اس کے چہرے سے سوچ کا غبار چھٹ گیا اور وہ زور زور سے ہنسنے لگا اتنے زور سے ہنسا کہ ٹھاکر سنگھ بھی جاگ کر اس کے کمرے میں چلا آیا۔

''کیا بات ہے آکا؟'' ٹھاکر سنگھ نے پوچھا، ''اتنے زور سے کیوں ہنس رہے ہو؟''

گورگانی نے اپنی ران پر زور سے ہاتھ مار کر کہا: ''احمق''

''کون احمق؟'' ٹھاکر سنگھ نے خفا ہو کر پوچھا۔

''Idiot''

گورگانی اپنے ماتھے پر ہاتھ مار کر بولا۔

''کون Idiot؟''

''جاہل''

''کون جاہل۔''

Scanned with CamScanner

ٹھاکر سنگھ کا غصہ بڑھنے لگا۔

''میں اور کون؟'' گورگانی گرج کر بولا، ''اور تم بھی.....ہاں.....''

''ہوا کیا آخر؟''

ٹھاکر سنگھ کچھ نہ سمجھ کر پوچھنے لگا۔

''لڑکی سیانی ہو رہی ہے اور کیا ہو رہا ہے؟'' احمق! کل سے میں تمہارے کمرے میں سوؤں گا اور یہ میرے کمرے میں سوئے گی، جب تک اس کے لیے نیا کمرہ تیار نہیں ہو جاتا۔ برف باری سے پہلے اس گھر میں ایک کمرہ اور بڑھانا ہو گا۔

ٹھاکر سنگھ نے غور سے دیپالی کی طرف دیکھ کر کہا: ''مجھے تو کوئی سیانی نہیں لگتی، ویسی کی ویسی بھتنی لگتی ہے۔''

''تم مجھ سے بڑے احمق ہو۔'' گورگانی بلند آواز میں چلایا ''آج سے کچن کا انتظام دیپالی کے ہاتھ ہو گا گھر کی چابیاں بھی یہی سنبھالے گی اور کوئی اس کی اجازت کے بغیر اس کے کمرے میں نہیں جائے گا سمجھے؟ تھوڑی دیر میں ہم جنگل جائیں گے اور چیڑھ کا ایک بڑا سا درخت کاٹ کر گھر لائیں گے اس گھر میں ایک نیا کمرہ بنے گا سمجھے؟''

''اس کے لیے الگ سے کمرہ؟'' ''کون سے دیس کی مہارانی ہے۔''

ٹھاکر سنگھ نے دانت پیس کر کہا۔

دیپالی نے نے اپنی زبان نکال کر ٹھاکر سنگھ کا منہ چڑا دیا ٹھاکر سنگھ اسے

Scanned with CamScanner

مارنے کو آگے بڑھا۔ گورگانی نے اپنا ہاتھ آگے سرکا کے اس کو روک دیا بولا:

''آج سے اگر تم نے کبھی اسے مارا یا اس کے جسم کو ہاتھ بھی لگایا تو اچھا نہیں ہوگا۔''

گورگانی نے دھمکی آمیز لہجے میں گہری سنجیدگی سے کہا۔

ٹھاکر سنگھ اس کے لہجے میں گہری سنجیدگی محسوس کر کے پیچھے ہٹ گیا، مگر معاملہ اس کی سمجھ میں اب بھی نہیں آیا تھا وہ حیرت زدہ ہو کر کبھی گورگانی کبھی دیپالی کو دیکھ لیتا تھا۔

گورگانی نے مسکرا کر دیپالی سے کہا:

''اور آج سے تم رائفل چلانا بھی سیکھو گی۔''

دیپالی اپنا خوف ڈر سب بھول کر خوشی سے ناچنے لگی۔ کب سے وہ رائفل چلانے کی ترکیب جاننے کے لیے کبھی آکا، کبھی ججا کی منتیں کر رہی تھی مگر وہ دونوں اسے بڑی سختی سے ڈانٹ دیتے تھے اور اس کو کبھی رائفلوں کو ہاتھ لگانے نہیں دیتے تھے۔ آج یکا یک اس کی امید بر آئی تھی مسرت کی ایک چیخ مار کر وہ دیوار پر ٹنگی ایک رائفل کی طرف لپکی۔

Scanned with CamScanner

تین مہینے میں دیپالی کا نیا کمرہ تیار ہو گیا۔ بڑے کمرے کا پچھلا حصہ کھول کر اس میں ایک نیا دروازہ لگایا گیا جو دیپالی کے کمرے کو جاتا تھا۔ دیپالی کے کمرے سے ملحق گورگانی کا کمرہ تھا۔ دونوں کمروں کے دروازے بڑے کمرے میں کھلتے تھے جہاں ٹھاکر سنگھ سوتا تھا۔ لگے ہاتھ ایک چھوٹا سا اسٹور روم بھی بنالیا گیا دیپالی کے کہنے پر۔

اب یہ گھر گویا ان تینوں کے رہنے کے لائق ہو گیا۔

دیپالی نے اپنے کمرے کو بڑے اہتمام سے سجایا تھا۔ فرش پر لیپرڈ کی خوبصورت ترین کھالیں اور دیواروں پر بھی اسی طرح کی عمدہ کھالیں اور ایک چھوٹا سا پلنگ..... اور گورگانی اس کے لیے اپنے کمرے جیسا ایک دودھیا کانچ کا گلوب نکال کر لے آیا تھا جس کی روشنی میں دیپالی رات کو پڑھا کرتی تھی اس کی اسٹڈی برابر جاری تھی، مگر ٹھاکر سنگھ نے شروع کے چند مہینوں کے بعد سے لکھنا پڑھنا چھوڑ

Scanned with CamScanner

دیا تھا۔ اسے یہی حیرت تھی کہ وہ کس طرح ٹیڑھے میڑھے حروف میں دستخط کرنا سیکھ گیا۔ اپنے دستخط کرتے وقت اس کے ہاتھ کی انگلیاں کسی طرح اس کے قابو میں نہیں آتی تھیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے بغاوت کرتی ہوئی ہتھیلی سے باہر نکلی جا رہی ہوں، اس کے ماتھے پر پسینہ آجاتا تھا۔ ٹائیگر کے شکار میں بھی اسے اتنی دقت محسوس نہ ہوتی تھی جتنی دستخط کرتے وقت۔ گورگانی نے بھی چند ماہ کے بعد اس کی اذیت دیکھ کر صبر کر لیا تھا۔ اپنی ساری توجہ دیپالی کو پڑھانے میں صرف کر دی تھی۔ اتنے عرصہ میں دیپالی کے پاس کتابوں کا کافی اسٹاک جمع ہو گیا تھا۔ اب وہ ایسے ایسے موضوعات پر گورگانی سے بحث کرتی تھی جو کسی طرح ٹھاکر سنگھ کی سمجھ میں نہیں آتے تھے اور یہ بات اسے پسند نہیں تھی۔

جوں جوں گورگانی کی انسیت دیپالی سے بڑھتی جاتی تھی، ٹھاکر سنگھ کے دل میں دیپالی کے لیے غصے اور نفرت کے جذبات بڑھتے جاتے تھے۔ گھر پر دیپالی کا اقتدار بڑھتا جا رہا تھا اور ٹھاکر سنگھ سمجھتا تھا کہ وہ پیچھے کو دھکیلا جا رہا ہے۔ جس گھر میں اس کی پوزیشن نمبر دو تھی، اب وہاں وہ نمبر تین کی پوزیشن گزارنے پر مجبور تھا۔ ہر وقت اس کے دل میں غم اور غصے کا طوفان بپا رہتا، وہ اپنے آپ کو روکنے کی بہت کوشش کرتا۔ اس کا جی چاہتا وہ دیپالی کے تئیں اپنے خیالات بدل ڈالے۔ اپنے دل کو صاف کر ڈالے مگر دیپالی اسے چڑانے میں کبھی پہلو تہی نہیں کرتی تھی اور وہ غصے سے باؤلا ہو کر دل ہی دل میں دیپالی کو جان سے مار ڈالنے کی اسکیمیں بناتا یا اس کے مرنے کی دعائیں مانگتا۔ خواب میں وہ دیکھتا کہ دیپالی

Scanned with CamScanner

ایک گہری کھڈ میں گر کر زخمی ہو گئی ہے اور مدد کے لیے چلا رہی ہے۔ گورگانی ٹیکری سے رسد لانے گیا ہوا ہے اور ٹھاکر سنگھ کے سوا یہاں اب کوئی اور دیپالی کی مدد کو نہیں آسکتا۔ دیپالی مدد کے لیے چلا رہی ہے مگر وہ اس کھڈ سے دور بہت دور واپس اپنے گھر کو جا رہا ہے اور دیپالی کی چیخیں معدوم ہوتی جا رہی ہیں۔ دیپالی پر کسی شیر نے حملہ کیا ہے اور دہشت زدہ دیپالی کے ہاتھ سے رائفل گر گئی ہے اور وہ خوفزدہ ہو کر ٹھاکر سنگھ کی طرف خاموش ملتجیانہ نگاہوں سے دیکھ رہی ہے۔ مگر ٹھاکر اپنی رائفل نہیں اٹھاتا اور ٹائیگر اپنے پنجے دیپالی کے جسم میں گاڑے اسے اٹھا کر لے جاتا ہے اور جنگل میں غائب ہو جاتا ہے۔

اس قسم کے تصورات سے ٹھاکر سنگھ کے ذہن کو بڑا سکون ملتا تھا لیکن جب دوسری صبح زندہ بالکل صحیح سلامت وہ اس لڑکی کو اپنے کمرے میں سے نکلتے دیکھتا تو دانت پیس کر رہ جاتا۔ دیپالی گورگانی کی بھتیجی تھی اور وہ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔

Scanned with CamScanner

دیپالی اب ٹارزن کی بیٹی کی طرح کھالیں پہننے پر اعتراض کرنے لگی، جس میں وہ گھٹنوں تک ننگی دکھائی دیتی تھی۔ گورگانی ٹیکری سے اس کے لیے قمیص شلوار دوپٹے لانے لگا۔ وہ ٹیکری سے آگے مدن پور کے شہر میں جا کر اس کے لیے پینٹ باکس بھی لے آیا تھا کیوں کہ دیپالی کو تصویریں بنانے کا شوق چرایا تھا۔ وہ دیپالی کے لیے اس کی گیارھویں سال گرہ پر ایک فونو گراف بھی لایا تھا جس کے ریکارڈ دیپالی دن بھر بجاتی رہتی تھی اور گاتی رہتی تھی۔ اس کی آواز گورگانی کو بہت بھلی معلوم ہوتی تھی۔ مگر ٹھاکر سنگھ کو بہت باریک اور پتلی لگتی تھی اور کسی قدر چبھتی ہوئی بھی، جیسے بنج کی کسی شاخ سے چھال اتار دی جائے۔ ایسی تو دیپالی کے گلے سے آواز آتی ہے اور گورگانی کو یہ آواز بھلی معلوم ہوتی ہے یقیناً گورگانی سٹھیا چلا ہے۔

ایک رات جب دیپالی سونے سے پہلے اپنے کمرے میں ریکارڈ بجا رہی تھی، گورگانی بڑے کمرے میں ٹھاکر سنگھ کے سامنے میز پر بیٹھا پیالا پی رہا تھا۔ کچھ دنوں سے وہ زیادہ ہی پی رہا تھا اور دیپالی اور ٹھاکر سنگھ کے منع کرنے پر بھی

Scanned with CamScanner

باز نہیں آتا تھا۔

دیپالی کے کمرے سے کسی محزوں گیت کی آواز آرہی تھی بہت دھیرے دھیرے کیوں کہ سونے سے پہلے وہ بہت دھیرے دھیرے ریکارڈ بجاتی تھی اور سے محزوں گیت پسند بھی بہت تھے۔

آج گورگانی کچھ عجیب سے موڈ میں تھا وہ ہولے ہولے پیالا پیتا رہا اور گیت سنتا رہا اور اس کے سامنے بیٹھا ہوا ٹھاکر سنگھ اس کی صورت تکتا رہا۔ آج گورگانی کا چہرہ عجب سا لگ رہا تھا آنکھوں سے گہرا کرب نمایاں تھا جب گیت ختم ہو گئے اور دیپالی اپنے کمرے کا لیمپ بجھا کر سو گئی تو سارے گھر میں ایک عجیب سا سناٹا چھا گیا۔

گورگانی نے شاید چھٹی بار پیالے میں شراب انڈیل کر کہا:

''تمہیں دیپالی سے اس قدر سختی سے پیش نہیں آنا چاہیے''

''غوں'' ٹھاکر سنگھ غصے سے غرایا یہ تو روز کا سبق ہے۔

''تمہارے سوا اس کا کون ہے؟''

گورگانی نے پوچھا۔

''میں۔؟ ٹھاکر خفا ہو کر بولا، تم جو ہو۔''

''میں..... میرا کیا ہے'' گورگانی اپنے پیالے کو غور سے دیکھتے ہوئے بولا۔ ''میں ایک بوڑھا آدمی ہوں..... تم میری گنتی نہ کرو۔''

ٹھاکر سنگھ چپ رہا۔

Scanned with CamScanner

باہر برف گر رہی تھی، دور کہیں نیچے جنگل میں بھیڑیے چلا رہے تھے۔ قریب کہیں انگڑ کے نالے میں برف کے تودوں کے گرنے کی آواز سنائی دیتی تھی، جو چوٹی سے کھسک کر نالے میں لڑھک رہے تھے۔ ان کی گرج سے سارا گھر کانپتا ہوا معلوم ہوتا تھا۔

''میں نے غلطی کی جو عظیمہ کو مار دیا، بیوفائی کرنے کا حق ہر انسان کو حاصل ہے۔'' گورگانی ایک لمبا گھونٹ لے کر بولا: ''میں کون تھا انصاف کرنے والا، بہت مشکل ہے کسی کے دل کو جاننا۔ وہ ایک سو ایک جذبے، حسیات، خیالات، تصورات، آڑی ترچھی خواہشیں جو ہر لحظہ انسان کے دل میں اپنی پرچھائیاں ڈالتی رہتی ہیں۔ وفا کی طرح بیوفائی بھی ایک پیچیدہ چیز ہے اور کچھ بھی وہ ہو اس کی سزا موت تو نہیں ہو سکتی۔''

ٹھاکر سنگھ چپ رہا۔

Scanned with CamScanner

''وہ دونوں اپنی زندگی کے بہترین سالوں میں تھے عظیمہ اور سرجان، انہیں سالوں میں انسان اپنی بہترین غلطیاں کر سکتا ہے یہ شباب کا حق ہے۔ مرتے وقت یہی سنہری پرچھائیاں انسان کے ساتھ جاتی ہیں، میں نے ان سے غلطی کرنے کا حق چھین لیا، میں کون تھا؟ کسی کی مقدس زندگی چھیننے والا کون کہہ سکتا ہے؟ شاید میں چند سالوں کے بعد عظیمہ کو معاف کر دیتا اور میرے اور اس کے بچے ہوتے۔ بہار ڈھلنے کے بعد خزاں کے سنہری پتوں میں ہم دونوں جوانی کی غلطیاں یاد کر کے ہنس دیتے اور اس ایک غلطی سے ہماری محبت اور مستحکم ہو جاتی۔ وہ سرجان بھی ایک دن اپنے گھر چلا جاتا ڈیون شائر کے کسی گھر میں پنشن لے کے رہتا اپنی بیوی بچوں کے ساتھ۔ میں نے سب کچھ چھین لیا ان سے، ایک بچے کو ایک باپ کی بھی اتنی ضرورت ہوتی ہے جتنی ایک ماں کی۔ کیا سوچتے ہوں گے وہ اپنے باپ کے قاتل کے لیے، کیسے ہیں ان بچوں کے چہرے، اب تو وہ بڑے ہو گئے ہوں گے، اب بھی میں اس کے بچوں کے چہرے دیکھ سکتا ہوں حالانکہ کبھی نہیں دیکھا ہے میں نے ان کو، مگر وہ سب اس وقت میرے گرد اس میز پر جمع ہیں اور خاموشی سے مجھے تک رہے ہیں۔''

گورگانی بہت دیر تک چپ رہا پھر یکا یک اس نے پیالہ دیوار پر کھینچ مارا، پھر اپنے چہرے کو اپنے دونوں بازوؤں میں چھپا کر میز پر جھک گیا۔

اب چاروں طرف سناٹا تھا بھیڑیوں نے چلانا بند کر دیا تھا۔ برف کے تودوں کے گرنے کی آوازیں بھی نہیں آ رہی تھیں۔ ہوا جنگل میں دم سادھے کھڑی

Scanned with CamScanner

تھی۔ یکا یک مغرب کی جانب سے ایک گولی کے چلنے کی آواز آئی زور کا ایک تڑاخا پھر خاموشی۔

گورگانی نے یکا یک میز سے سر اٹھایا اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھیگی ہوئی تھیں۔

''یہ کیا تھا؟'' اس نے ٹھاکر سنگھ سے پوچھا۔

''گولی کی آواز۔''

ٹھاکر سنگھ کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

گولی کی آواز..... اس جنگل میں..... اتنی رات گئے گولی..... گولی کا کیا مطلب ہے؟ یعنی کوئی انسان..... یعنی ان کے علاوہ کوئی غیر آدمی ان کے علاقے میں گھس آیا تھا۔

''گولی ہی تھی کیا؟'' گورگانی نے چونک کر پوچھا۔

ٹھاکر سنگھ نے کچھ نہیں کہا اس کا سارا جسم کان بن کر باہر کی آواز سننے میں لگا ہوا تھا..... گورگانی بھی سانس روکے باہر کی آواز سننے کی کوشش کرنے لگا مگر باہر جنگل میں مکمل خاموشی تھی کوئی پتا تک نہیں کھڑکتا تھا۔

''شاید واہمہ تھا تمہارے کان بجتے ہوں گے۔''

گورگانی نے اپنے دل کو تسلی دیتے ہوئے کہا، ''اتنے برس ہو گئے آج تک تمہارے سوا کسی متنفس کی ہمت نہیں پڑی ادھر آنے کی''

''شاید میرے کان بجتے ہوں گے۔'' ٹھاکر سنگھ بھی گورگانی کی بات کا

Scanned with CamScanner

یقین کرنا چاہتا تھا، ''شاید ہم دونوں نے کوئی آواز ہی نہیں سنی تھی۔''

شاید نالے میں کوئی اوپر کا پتھر نیچے کی چٹان پر گرا ہوگا، نالا تو ادھر ہے، ٹھاکر سنگھ نے اپنے بائیں بازو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، ''اور آواز ادھر سے آئی ہے۔'' اس نے دائیں طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

پھر وہ دونوں چپ ہو گئے۔ بہت دیر تک چپ چاپ خاموشی سے ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ایک دوسرے کو تاکتے رہے مگر ہر لحظہ ان کے کان باہر کی خفیف سے خفیف آواز کو سننے کے لیے ذکی الحس ہوتے گئے۔

اسی طرح بیٹھے بیٹھے ایک گھنٹہ گزر گیا، شاید دو گھنٹے گزر گئے تھے، جب پھر کوئی آواز نہ آئی تو گورگانی نے ٹھاکر سنگھ کو اطمینان دلاتے ہوئے کہا:

''ضرور کوئی پتھر لڑھکا ہوگا۔''

ٹھاکر سنگھ نے کوئی جواب نہیں دیا۔

''چلیں اب چل کے سو جائیں.....'' گورگانی ایک جمائی لیتے ہوئے بولا ''شب بخیر'' کہہ کر وہ اپنے کمرے میں سونے کے لیے چلا گیا اور کپڑے بدل کر بستر پر دراز ہو گیا۔ کچھ عرصہ تک اسے نیند نہیں آئی، پھر نیند اس کی آنکھوں میں سرمئی غبار بھرنے لگی اور جس وقت اسے محسوس ہوا کہ وہ گہری نیند میں کھو جانے کو ہے اسے اپنے گھر کے دروازے پر ایک ہلکی سی دستک محسوس ہوئی۔

ایک دم اس کے سارے حواس بیدار ہو گئے وہ اپنے بستر پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سانس روک کر باہر کی آواز سننے لگا پھر ایک دستک ہوئی۔

Scanned with CamScanner

پہلے سے زیادہ بلند۔

بے آواز قدموں سے اپنے کمرے سے نکل کر وہ بڑے کمرے میں گیا تو اس نے دیکھا کہ ٹھاکر سنگھ بھی جاگ رہا ہے اور اپنے ہاتھ میں رائفل لیے چپ چاپ باہر کے دروازے کو تک رہا ہے۔ اسے دیکھ کر گورگانی نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھی اور اسے خبردار ہونے کا اشارہ کر کے خود دروازے کے قریب گیا۔

''اب تیسری دستک! پہلے سے بھی بلند.....''

گورگانی آہستہ سے دروازہ کھول کر پیچھے ہٹ گیا۔

ایک طرف سے ٹھاکر سنگھ نے دروازے کو اپنی رائفل کی زد میں لیا اور دوسری طرف سے گورگانی نے۔

دروازے کے باہر پہلے چند لمحوں کا ناقابلِ برداشت سکوت پھر لانگ بوٹ پہنے ہوئے ایک بھاری بھرکم پاؤں اندر آیا، پھر دوسرا پاؤں۔

اب کمرے میں ان کے سامنے ایک ساڑھے چھ فٹ کا انگریز کھڑا تھا پیٹھ پر ایک رک سیک باندھے اور ایک ہاتھ میں رائفل لیے۔ اس کے چہرے پر گھنی بھوری ڈاڑھی تھی۔ ایک نظر ڈال کر اس انگریز نے چاروں طرف دیکھا گورگانی کی طرف، ٹھاکر سنگھ کی طرف اور دیپالی کی طرف جو اپنے کمرے کے دروازے میں لیمپ لیے کھڑی تھی۔

پھر وہ چکرا کر فرش پر بیٹھ گیا۔

دیپالی لیمپ لیے آگے بڑھی۔

Scanned with CamScanner

گورگانی بے ہوش انگریز پر جھک گیا اس نے ٹھاکر سنگھ سے کہا، ''جلدی سے میرے کمرے سے برانڈی لاؤ۔''

ٹھاکر سنگھ گورگانی کے کمرے میں گیا، دیپالی لیمپ لیے سر پر کھڑی تھی۔ لیمپ کی روشنی میں گورگانی بے ہوش انگریز کے خدوخال دیکھنے لگا، معاً چونک کر اس نے زور سے سانس اندر کی طرف کھینچا اور پھر ساکت رہ گیا!

یہ وکی مارکھم تھا سرجان مارکھم کا بھائی۔

Scanned with CamScanner

دوسرے دن ناشتے کے بعد گورگانی اور وکی مارکھم دونوں شاہ بلوط کے پیڑ کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ ٹھاکر سنگھ گھر کی دہلیز پر بیٹھا اپنی رائفل صاف کرتا جاتا اور بیچ میں انہیں غور سے دیکھتا جاتا تھا۔ دیپالی کچن میں تھی مگر کام کرتے کرتے رک کر باہر جھانک لیتی تھی۔ کبھی کبھی دیپالی اور ٹھاکر سنگھ دونوں سوالیہ نگاہوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ لیتے، مگر کسی کو کچھ معلوم نہیں تھا کیا ہونے والا ہے؟ فضا میں اک عجب تناؤ اور کھچاؤ سا تھا۔

وکی نے گورگانی کی طرف دیکھے بغیر کہا: ''تم نے میرے بھائی کے ساتھ انصاف نہیں کیا، اسے اپنے بچاؤ کے لیے ایک موقعہ تو دینا چاہیے تھا۔''

گورگانی نے بھی اس کی طرف دیکھے بغیر کہا:

''اب تو میں بھی یہ محسوس کرتا ہوں۔''

''مگر اب بہت دیر ہو چکی ہے،'' وکی بولا۔

Scanned with CamScanner

''ہاں! واقعی اب بہت دیر ہو چکی ہے۔''

''میرے بھائی کو اس کی زندگی واپس نہیں مل سکتی۔''

''نہیں''

''مگر میں اس کا انتقام تو لے سکتا ہوں۔''

''ضرور۔''

گورگانی کے لبوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ آئی۔

وکٹر مارکھم چند لمحوں تک بالکل چپ رہا پھر اوپر شاخوں کی طرف زمین سے ایک چھوٹا سا پتھر اٹھا کے پھینکتے ہوئے بولا:

''ہم مارکھم خاندان کے افراد بدلہ لینا کبھی نہیں بھولتے،'' اس نے پتھر کو واپس اپنے ہاتھوں میں کیچ کرتے ہوئے کہا۔

''بہت ضد ہے ہمارے مزاج میں، چاہے کئی سال لگ جائیں چاہے ساری زندگی چلی جائے، ہم لوگ انتہائی صبر وسکون سے بدلہ لینے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔''

گورگانی کچھ نہیں بولا۔

مارکھم نے پتھر پھر اوپر پھینکا اور بولا:

جب سرجان کے قتل کی خبر مجھے ملی میں جنوبی امریکہ میں تھا چلی میں۔ وہاں میری دو کانیں تھیں، ان دونوں کو بیچ کے میں انگلستان پہنچا۔ اخباروں کے علاوہ اور بھی جو تفصیلات مجھے مل سکیں سرکاری یا پرائیویٹ ذرائع سے انہیں حاصل

Scanned with CamScanner

کر کے میں ہندوستان پہنچا، مگر جب تک بہت دیر ہو چکی تھی۔ تم اپنے سارے سراغ مٹا چکے تھے۔ دو سال کے بعد واپس چلا گیا، کیونکہ مجھے کسی نے بتایا کہ تم کانگو میں جا کے روپوش ہو چکے ہو۔ کئی سال تمہیں افریقہ میں ڈھونڈتا رہا۔ اس دوران میں میری محبوبہ نے مجھے چھوڑ دیا اور کسی دوسرے سے شادی کر لی کیونکہ وہ زیادہ دیر تک انتظار نہیں کر سکتی تھی۔ ایک طرح سے اچھا ہی ہوا کیونکہ اب میں مکمل یکسوئی سے تمہاری تلاش میں گھوم سکتا تھا۔ پھر انڈونیشیا میں مجھے تمہارا سراغ ملا۔ مگر نہیں یہ سراغ بھی غلط نکلا۔ پھر میں واپس انگلستان چلا گیا۔ چند ماہ وہاں رہنے کے بعد اور مختلف خاندانی معاملات طے کرنے کے بعد ہندوستان آ گیا، اور پھر سے تمہاری تلاش شروع کی، پہلے پہل کوئی سراغ نہیں ملا۔ پھر دھیرے دھیرے چھوٹے چھوٹے سراغ ملنے لگے، خفیف سے نشان، تقریباً معدوم ہوتے ہوئے سے، انہیں نشان نہ بھی کہیے سمت کے اندازے کہیے، ہلکے ہلکے سے رجحان، ان سب کو ملا کر میں آگے بڑھتا رہا تمہیں کھوجتا رہا۔ اب اس دنیا میں میری اور کوئی دلچسپی نہیں تھی، سوائے اس کے کہ تمہیں ڈھونڈ لوں اور اپنی گولی کا نشانہ بنا دوں۔ کل ادھر آتے آتے مجھے برف کے ایک طوفان نے گھیر لیا اور تین چار بھیڑیئے میرے تعاقب میں ہو لیے میں نے سب کو ختم کر دیا۔ آخری بھیڑیے کو تو میں نے تمہارے گھر کے بہت قریب جنگل میں گولی کا نشانہ بنا دیا۔

''ہاں میں نے گولی کی آواز سنی تھی،'' گورگانی کی ٹھنڈی مضبوط آواز ہر قسم کے جذبے سے عاری تھی۔

Scanned with CamScanner

''اس لیے.....'' وکی بولتے بولتے رک گیا۔

''اس لیے.....'' گورگانی نے دہرایا۔

''ہم مارکھم خاندان کے افراد جس کا پیچھا کرتے ہیں اسے کبھی زندہ نہیں چھوڑتے یہ ہماری پرانی عادت ہے،'' وکی مسکرایا، کسی زمانے میں ہم لوگ بحری قزاق تھے۔''

''بہت خوب'' گورگانی بولا، ''میرے آباؤاجداد میں بھی چند بزرگ ڈاکو بن گئے تھے، ہم دونوں کی خاندانی صفات ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں۔''

''اس لیے جلد فیصلہ ہو جانا چاہیے۔'' مارکھم بولا:

''مگر ہو کیسے سکتا ہے؟'' گورگانی بولا، ''رات کو تم جس حالت میں میرے یہاں پہنچے میں اسی وقت تمہیں ختم کر سکتا تھا کیوں کہ میں نے تمہیں فوراً پہچان لیا تھا۔ تم سرجان کے ہمراہ اس علاقے میں دوبار مارخور کے شکار کے لیے آئے تھے، میں بھی ساتھ تھا۔''

"That was my hunch. That is how I found you."

مارکھم نے دادطلب نگاہوں سے گورگانی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

گورگانی نے اس کی بات کا جواب نہ دے کر اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا۔

''تم اس وقت بالکل میری مٹھی میں ہو، تمہاری رائفل میرے قبضے میں ہے۔ ٹھاکر سنگھ سامنے دروازے پر بیٹھا ہے، میری آنکھ کے ایک اشارے پر وہ

Scanned with CamScanner

تمہیں اپنی گولی کا نشانہ بنا سکتا ہے اور اس کا نشانہ ہمیشہ بے خطا ہوتا ہے، اس کا وار کبھی خالی نہیں جاتا۔"

"ہم پانچ بھائی تھے۔ سرجان ہم میں سب سے بڑا تھا، اس کے بعد سموئیل جو اب ہمارے خاندان کا سربراہ ہے اور سرجان کی جگہ سر ہے۔ اس کے بعد میں میرے بعد ٹونی گریگوری اور ہیپری..... میں باقاعدہ اپنی کھوج کی تفصیلات سے انہیں آگاہ کرتا رہتا ہوں، آخری خط میں نے ٹیکری سے بھجوایا تھا۔ فرض کرلو میں مرجاتا ہوں۔ میری جگہ میرا کوئی دوسرا بھائی لے لے گا اور اس کی جگہ تیسرا حتی کہ..... مارکھم نے گورگانی کی طرف دیکھ کر پھر دہرایا..... حتی کہ" اور پھر فقرے کو ناتمام چھوڑ کر خاموش ہو گیا۔

اب گورگانی نے بھی گہری نگاہوں سے وکی کو دیکھا، "میں سمجھا..... مگر میں تمہارے بھائیوں کو تکلیف نہ دوں گا..... میرا خیال ہے ہم دونوں مل کر فیصلہ کر لیں گے۔"

"اب تم سمجھداری کی بات کر رہے ہو،" وکٹر مارکھم نے بڑے کڑے لہجے میں گورگانی سے کہا، "اس کا مطلب یہ نہیں کہ رات کے واقعہ کے لیے میں تمہارا شکر گزار نہیں ہوں۔ جس طرح سے تم نے میری جان بچائی، میری مہمانداری کی، مجھے ایک گرم بستر پر رات بھر سلایا، مگر یہ سب باتیں میرے بھائی کے خون کو نہیں دھو سکتیں، خود میری زندگی بھی نہیں دھو سکتی، اسے تمہاری موت ہی دھو سکتی ہے۔"

Scanned with CamScanner

''میں مرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔''

گورگانی نے مکمل یقین کے ساتھ کہا۔

''میں اپنی کوشش کے لیے ''Fair Chance'' چاہتا ہوں وہ چانس جو تم نے میرے بھائی کو نہیں دیا، وکی بولا، اور اب کے جو اس نے اپنی نظریں گورگانی پر گاڑ دیں تو پھر اس وقت تک نہیں ہٹائیں جب تک اسے اپنے سوال کا جواب نہیں مل گیا۔

گورگانی نے بھی اپنی نظریں مارکھم کے چہرے سے نہیں ہٹائیں بہت دیر تک دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے آخر گورگانی بولا:

رات بہت عرصہ تک میں اس بارے میں سوچتا رہا، کچھ لمحے ایسے بھی تھے جب میں نے تم پر ہاتھ اٹھانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ پھر میں نے اس فیصلے کو بدل دیا اور میں نے فیصلہ کیا کہ میں سرجان کے بھائی کو ایک "Fair Chance" دوں گا، تمہیں اپنے بھائی کی موت کا بدلہ لینے کا موقع ملے گا..... ایک منصفانہ موقع۔''

گورگانی اتنا کہہ کر چپ ہو گیا۔

مارکھم نے گورگانی کی آنکھوں میں دیکھا، ان آنکھوں میں کسی طرح کی بے یقینی دھوکا یا چالاکی نہیں تھی۔

وہ آنکھیں رُکی اور ٹھہری ہوئی کسی برفیلی جھیل کی سطح کی طرح مضبوط اور منجمد تھیں، مکمل اعتماد اور بھروسے والی آنکھیں۔ مارکھم نے آہستہ سے اپنا مضبوط

Scanned with CamScanner

اور بھاری بھرکم ہاتھ گورگانی کے بڑے پنجے سے ملایا اور کہا:

''تھینکس۔''

دونوں میں ایک مضبوط مصافحہ ہوا۔

گورگانی نے مارکھم سے کہا:

''ہم لوگ لنچ کے بعد یہاں سے ایک جنگل میں چلیں گے پھر وہاں سے ایک ہی آدمی شام کو اس گھر میں واپس آئے گا۔''

''بہت بہتر!'' مارکھم خوش ہو کر بولا، اس کی آنکھیں چمکنے لگیں تھیں جیسے ان نیلی پتلیوں کی سطح کو بہار کے کسی جھونکے نے چھولیا ہو۔

لنچ ان لوگوں نے نہایت خاموشی سے کھایا۔ دیپالی کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا اور ٹھاکر سنگھ بھی ہراساں تھا۔ وہ محسوس کر رہا تھا جیسے ان دونوں کے درمیان کوئی بہت اہم بات ہو چکی ہے یا ہونے والی ہے۔ وہ اور دیپالی اس فیصلے سے دور رکھے جا رہے ہیں اور اس فیصلے کے راز دار بھی نہیں بنائے جا رہے ہیں۔ اس اندیشے سے ٹھاکر سنگھ کے دل میں ایک عجیب سی جھنجلاہٹ پیدا ہونے لگی کون ہے یہ انگریز؟ کہاں سے آیا ہے؟ کیا چاہتا ہے؟ کیوں کہ جب وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں تو لگتا ہے جیسے تلواریں آپس میں ٹکراتی ہیں..... اگر یہ انگریز ہمارا دشمن ہے تو کیوں آکا نے اسے رات ہی میں ختم نہیں کر دیا اور اگر دوست ہے تو ایسی سرد مہری کی گفتگو کیوں ہے؟

ٹھاکر سنگھ جوں جوں سوچتا اس کا غصہ بڑھتا جاتا۔ آکا رات سے اس

Scanned with CamScanner

قدر چپ کیوں ہے، اسے کچھ بتاتا کیوں نہیں؟ کیا وہ اسے غیر سمجھتا ہے کیا وہ اس پر بھروسہ نہیں کرتا، آکا کو کیا ہو گیا ہے؟

لنچ کے بعد گورگانی نے ٹھاکر سنگھ سے کہا:

''صاحب کی رائفل صاحب کو دو..... اور ان کا تھیلا اور دوسرا سامان بھی۔''

جب ٹھاکر سنگھ نے انگریز کو اس کا سامان لا کے دے دیا تو گورگانی نے اپنے لیے 275 کی رائفل منگائی، رائفل کندھے سے لٹکا کر بولا:

''ہم لوگ مارخوروں کی ٹوہ میں جاتے ہیں شام ڈھلتے لوٹیں گے۔''

''میں بھی چلوں گی۔'' دیپالی جلدی سے بولی اور ٹھنکتی ہوئی آکا کے پاس آ گئی۔

گورگانی نے مسکرا کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرا، اس کے ماتھے کو چوما۔ دیپالی کو معلوم ہوا جیسے آج آکا کا ہاتھ بہت نرم ہے اور بوسہ لیتے وقت اس کے ہونٹ کچھ زیادہ دیر کے لیے اس کی پیشانی پر رکے ہیں۔ مگر ان باتوں سے اس کے دل میں خوشی نہیں ابھری بلکہ اک عجب طرح کی سنسنی سی پھیلتی محسوس ہوئی،

گورگانی نے اس کا ماتھا چوم کر بڑے پیار سے کہا:

''تو رات کو ہمارے مہمان کو کھانا کون کھلائے گا؟''

دیپالی لاجواب ہو گئی تو ٹھاکر سنگھ بولا، میں تو چل سکتا ہوں؟

''نہیں.....!'' گورگانی نے فیصلہ کن لہجے میں سر ہلایا۔

Scanned with CamScanner

''تمہیں مارخوروں کے جنگل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے تمہیں نچلے مغربی جنگل میں جانا ہوگا صاحب کو ایک بھیڑیے کا بچہ چاہیے مگر زندہ..... کسی طرح سے پکڑ لاؤ، مگر شام سے پہلے پہلے گھر واپس آجاؤ۔''

''اگر نہ ملا تو؟'' ٹھاکر سنگھ نے پوچھا۔

''تو کل تینوں چلیں گے اور ڈھونڈ کے لائیں گے۔''

''ٹھیک ہے۔'' ٹھاکر سنگھ نے سر ہلا کے کہا۔

اب اسے اطمینان ہو گیا تھا۔

گورگانی نے ایک بھرپور نگاہ گھر، دیپالی، ٹھاکر سنگھ، شاہ بلوط، تنگ کے پیڑ اور آس پاس کے منظر پر ڈالی، عجیب طریقے سے سر ہلا کے اور مسکرا کے اور ہاتھ اٹھا کے اس نے جیسے سب کو سلام کیا اور پھر گھوم کر مارکھم کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا موڑ پر سے غائب ہو گیا۔

Scanned with CamScanner

جب وہ دونوں چلے گئے تو دیپالی نے مڑ کر ٹھاکر سنگھ کی طرف دیکھا اور بولی:

''کیا ماجرا ہے۔''

''کہاں ماجرا ہے؟'' ٹھاکر سنگھ نے پلٹ کر پوچھا۔

''یہ دونوں کہاں گئے ہیں؟''

''تم نے سنا نہیں مارخور کا شکار کرنے۔''

''وہ انگریز کون تھا؟ آکا نے ہمیں اس کا نام تک نہیں بتایا۔''

''آکا کا کوئی پرانا جاننے والا ہوگا۔''

''نہیں ججا، مجھے تو یہ معاملہ کچھ عجیب دکھائی دیتا ہے۔''

''عورتوں کو ہر معاملہ عجیب دکھائی دیتا ہے۔''

''میری دائیں آنکھ پھڑک رہی ہے۔''

Scanned with CamScanner

''کبھی دائیں، کبھی بائیں، ایک نہ ایک آنکھ عورتوں کی ہمیشہ پھڑکتی رہتی ہے۔''

''میرا دل ڈوبا جا رہا ہے۔''

''عورتوں کا دل ہمیشہ ڈوبتا رہتا ہے۔''

''ججا!'' دیپالی غصے سے جھنجھلا کر بولی۔

''ہاں۔''

''چلو ان کا تعاقب کریں..... دیکھیں کہاں جاتے ہیں؟''

''ناں'' ٹھاکر سنگھ صاف انکار کرتے ہوئے بولا: ''آکا نے مجھے بھیڑیے کا بچہ زندہ پکڑنے کو کہا ہے میں تو نچلے جنگل کو جاتا ہوں۔''

تھوڑی دیر بعد ٹھاکر سنگھ اپنا شکار کا سامان لے کر چلا گیا۔ دیپالی تو غصے میں بھری ہوئی تھی اس نے پھر ٹھاکر سنگھ سے کوئی بات نہیں کی، جب ٹھاکر سنگھ چلا گیا تو اس کے بعد چند منٹ تک وہ کچن میں کام کرتی رہی مگر کسی کام میں اس کا جی نہیں لگا۔ اس نے جلدی سے گھر بند کیا کچن بند کیا اور ایک رائفل اٹھا کر سیدھے اس موڑ کی طرف نکل گئی، جدھر گورگانی اور مارکھم غائب ہوئے تھے۔

گورگانی اور مارکھم دونوں اس گہری دراڑ کے قریب پہنچ گئے، جہاں چیڑھ کے تنے کا پل تھا۔ گورگانی اس مقام پر پہنچ کر چند لمحوں کے لیے رکا۔

پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر مارکھم سے کہا: ''پل کے اس پار ہمیں سب سے گھنا جنگل ملے گا اس جنگل میں پہنچ کر ہم اپنی قسمت کا فیصلہ کریں گے۔''

Scanned with CamScanner

''کہیے'' مارکھم نے پوچھا۔

گورگانی نے اپنی رائفل مارکھم کے حوالے کرتے ہوئے کہا، ''اس جنگل میں پہنچ کر میں ٹائیگر بنوں گا تم شکاری، میری رائفل بھی تمہارے پاس ہو گی۔ تم میرا اس طرح شکار کرنے کی کوشش کرو گے جس طرح جنگل میں کسی جنگلی جانور کا شکار کیا جاتا ہے۔ میں تم سے چھپنے اور بچنے کی کوشش کروں گا یا ٹائیگر کی طرح تم پر وار کرنے کی کوشش کروں گا کیوں کہ یہ بھی ٹائیگر کی فطرت میں شامل ہے۔ میں نے اس گھنے جنگل کا انتخاب اس لیے کیا ہے کہ یہاں چھپنے کی آسانیاں ہیں۔ دوسری طرف تم ایک عمدہ شکاری ہو اور تمہارے پاس دو رائفلیں ہیں۔ مجھے یہ علم ہے کہ میں اس جنگل کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ اس کے برعکس یہ بات بھی ہے کہ میں اس جنگل میں نہتا ہوں گا ہتھیار تمہارے پاس ہوں گے۔ عمدہ کھیل رہے گا ہو سکتا ہے تم مجھے مار ڈالنے میں کامیاب ہو جاؤ۔ ہو سکتا ہے میں تمہیں ختم کر دوں۔ ٹائیگر اور شکاری کے مقابلے میں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ بولو منظور ہے؟''

''منظور ہے۔'' وکی نے کامل اطمینان سے جواب دیا۔

''میں تمہیں Fair Chance دے رہا ہوں؟''

گورگانی نے پوچھا۔

''مجھے کوئی شکایت نہیں ہے۔'' مارکھم نے جواب دیا۔

''دو شرطیں اور بھی ہیں۔''

''کیا؟''

Scanned with CamScanner

''ہم میں سے کوئی شخص درخت پر چڑھ کر چھپنے یا دیکھنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ ٹائیگر درخت پر نہیں چڑھ سکتا۔ مگر شکاری درخت پر چڑھ کر موقع دیکھ سکتا ہے مگر میں چونکہ ایسا ٹائیگر ہوں جس کے پاس عمدہ پنجے نہیں ہیں اس لیے یہ ہینڈی کیپ میں تمہیں دینا چاہتا ہوں۔''

''منظور''

گورگانی بولا: ''تو آؤ، اس پل کے پار چلیں دوسری شرط میں تمہیں وہاں جا کے بتاؤں گا۔''

پل پر چلتے چلتے گورگانی عین بیچ میں کھڑا ہو گیا، نیچے غور سے دیکھنے لگا جہاں ہزاروں فٹ نیچے جا کر روشنی بھی ختم ہو جاتی تھی، دراڑ کی تہ میں اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔

گورگانی مسکراتے ہوئے بولا:

''کائنات اس اندھیری دراڑ کی طرح ہے جس پر زندگی ایک ہلتے ہوئے پل کی طرح کھڑی ہے۔''

مارکھم کے بدن میں ایک جھرجھری سی آئی، ''بہت بھیانک جگہ ہے آگے چلو۔''

گورگانی آگے چلنے گا۔

پل عبور کر کے مارکھم نے پوچھا، ''اگر تمہیں دوسری رائفل کی ضرورت نہیں تھی تو اسے ساتھ کیوں لائے؟''

Scanned with CamScanner

''دیپالی اور ٹھاکر سنگھ کو دھوکہ دینے کے لیے۔'' گورگانی نے آہستہ سے کہا۔ ''یہ معاملہ صرف میرے اور تمہارے درمیان ہے میں ان کو راز دار نہیں بنانا چاہتا تھا۔ اسی لیے میں نے ٹھاکر سنگھ کو ایک فرضی کام پر لگا دیا کہ اسے کسی طرح کا شبہ نہ ہو ورنہ مجھے بھیڑیے کے زندہ بچے کی کیا ضرورت تھی؟''

مارکھم نے سر ہلا کر خاموشی سے اس پر صاد کیا۔

ایک ایسے مقام پر پہنچ کر جہاں جنگل انتہائی گھنا تھا۔ گورگانی رک گیا۔

''یہاں سے میں جنگل میں روپوش ہوتا ہوں مگر تم یہیں کھڑے رہو گے مجھے گھڑی دیکھ کر آدھے گھنٹے کا اسٹارٹ دو گے۔ آدھے گھنٹے کا اسٹارٹ میرے لیے کافی ہے، آدھے گھنٹے کے بعد تم میرے تعاقب میں آسکتے ہو۔ میں چونکہ پیدل چلوں گا اس لیے تل جھاڑی میں تمہیں میرے قدموں کے نشان اسی طرح ملیں گے جس طرح ایک ٹائیگر کے، ٹھیک ہے۔''

''او کے!'' کہہ کر مارکھم اپنی کلائی پر بندھی گھڑی دیکھنے لگا۔ گورگانی جنگل میں روپوش ہو گیا، چند شاخیں ہلیں، چند خشک ٹہنیاں پھر چاروں طرف سناٹا چھا گیا۔

Scanned with CamScanner

دیپالی رائفل ہاتھ میں لیے جنگل میں اکیلی جا رہی تھی، رہ رہ کر ایک عجیب نامعلوم سی وحشت اس کے دل کو پکڑ لیتی تھی۔ آج اسے جنگلی جانوروں کا اتنا خوف نہیں تھا جتنا وہ اس نامعلوم دہشت سے ڈر رہی تھی۔ وہ بار بار دل ہی دل میں ٹھاکر سنگھ کو کوستی، اگر وہ ساتھ آجاتا تو تعاقب کرنا کتنا آسان ہوتا۔

ٹھاکر سنگھ اور گورگانی نے اسے شکار کرنے کے بہت سے گُر سکھا دیے تھے لیکن یہ گُر زیادہ تر اس کی اپنی حفاظت کے سلسلے میں تھے، بالآخر وہ لڑکی تھی۔ بلاشبہ اس کا نشانہ دن بدن اچھا ہوتا جا رہا تھا اور اس نے ٹھاکر سنگھ اور گورگانی کے ساتھ چھوٹے چھوٹے شکاروں میں حصہ لیا تھا۔ وہ جنگل ہی میں پلی اور بڑھی تھی اور یہاں کے ماحول سے خوب واقف تھی۔ مگر وہ شکاری نہیں تھی اور نہ ہی اس کا دل اس قسم کے کاموں میں لگتا تھا۔ چلتے چلتے سوچتی اس نے غلطی کی جو اکیلے ادھر چلی آئی، واپس چلے جانے کا سوچتی، پھر دل کڑا کر کے آگے چل دیتی۔ گھر سے وہ

Scanned with CamScanner

اب اتنی دور نکل آئی تھی کہ پیچھے جانا اب اتنا ہی کٹھن تھا، جتنا آگے بڑھنا۔ یہی سوچ کر وہ قدم آگے بڑھا لیتی۔ کبھی تعاقب کرتے ہوئے نشان اور سراغ لگانے کی کوشش کرتی اور صحیح سراغ مل جانے پر پھر آگے چل دیتی، لیکن ہر بار صحیح سراغ مل جانے پر اسے یہی محسوس ہوتا کہ اس کے اور جن کا وہ تعاقب کر رہی ہے، ان دونوں کے درمیان فاصلہ کم ہونے کے بجائے بڑھتا جا رہا ہے اور وہ ان کے تعاقب میں پچھڑتی جا رہی ہے۔ چند گھنٹے اسی طرح سفر کرنے کے بعد وہ راستہ زیادہ سے زیادہ بھولنے لگی اور آکا کو پا لینے کی امید اس کے دل میں کم سے کم ہوتی گئی۔ ایک مقام پر پہنچ کر اس کی ہمت نے اسے بالکل جواب دے دیا، اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور وہ اس تلاش کو وقت کا ضیاع سمجھ کر پلٹنے کی فکر ہی میں تھی کہ یکا یک اس نے جنوبی سمت کے جنگل میں ایک گولی چلنے کی آواز سنی۔

یہ آواز سن کر چند لمحوں کے لیے وہ جامد و ساکت، حیران و پریشان وہیں کی وہیں کھڑی رہ گئی، پھر ایک دم اس آواز کی سمت دوڑ پڑی۔

Scanned with CamScanner

گولی کھا کر گورگانی مرا نہیں تھا صرف زخمی ہوا تھا۔ دوڑتے دوڑتے ہانپتے ہانپتے وہ ایک گہری تل جھاڑی میں رک گیا اور کاؤ کے ایک نوجوان پیڑ پر پھیلی ہوئی انگوروں کی بیل سے پتے توڑ توڑ کر اپنے زخم میں بھرنے لگا۔ زخم بائیں بازو پر آیا تھا، گولی اس کے بازو کی مچھلی میں سے نکل گئی تھی۔ کاؤ کے تنے سے لپٹا ہوا ایک گرگٹ اسے خوفزدہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا اور گورگانی کے تیز کان خاموش تعاقب کرنے والے کے قدموں کے سراغ پہچاننے میں مصروف تھے۔ چند لمحوں کے لیے موت کا ہراس اس کے رگ وریشے میں پھیل گیا تھا۔ بڑی مشکل سے اس نے اس ہراس پر قابو پا کر ادھر اُدھر دیکھا۔ وہ ایک انتہائی تنگ جگہ میں گھرا ہوا تھا۔ اس کے بائیں طرف کاؤ کا پیڑ تھا، دائیں طرف کی ڈھلان پر گہری تل جھاڑی۔ سامنے اس کے بالکل سامنے اونچے مگر گھنی جھاڑیوں اور درختوں سے بھرے ہوئے ٹیلوں کی ایک قطار چلی گئی تھی۔ اگر مارکھم کہیں سامنے کے ٹیلوں کی

Scanned with CamScanner

قطار پر آ گیا تو سیدھا اسے گولی کا نشانہ بنا دے گا، کیونکہ ٹیلوں کے نیچے کئی سو گز تک چھدری چھدری جھاڑیاں چٹانوں میں دبی ابھری چلی گئی تھیں اور وہ اور ان کے درمیان کی چھوٹی نشیبی گھاس اوپر سے صاف نظر آ سکتی تھی۔ وہ ایک تکونے نشیب کے بیچ میں تھا۔ بالکل گھرا ہوا۔ پیچھے وہ جا نہیں سکتا تھا۔ دائیں طرف کی گہری تل جھاڑی بہت سوکھی تھی اور دور تک سوکھی ہی چلی گئی تھی۔ اس تل جھاڑی میں چلنا گویا قدم قدم پر موت کو آواز دینا ہے۔ اب اس کے سامنے صرف ایک ہی راستہ تھا اگر وہ کسی طرح سامنے کے ٹیلوں کی قطار پر چڑھ جائے اور پھر دوسری طرف اتر جائے تو بچ سکتا ہے۔

یہ خیال آتے ہی وہ دھیرے دھیرے کوئی آواز نہ پیدا کرتا ہوا، بیریوں کی کانٹے دار جھاڑیوں اور تیز کے خوفناک کانٹے دار چھوٹے قد کے پیڑوں سے بچتا ہوا، گھاس میں لیٹ لیٹ کر ٹیلے کے اوپر چڑھنے لگا۔ ایک ایک انچ جگہ کا امتحان کرتے ہوئے اوپر سرکنے لگا، پھر بھی کئی جگہ پر کانٹے دار جھاڑیاں اس کے جسم کو زخمی کرتی گئیں اور بائیں بازو میں جیسے کسی نے پٹرول چھڑک کر آگ لگا دی تھی۔ درد کا شعلہ سا اس کے بازو میں سلگ رہا تھا اور گردن تک پہنچ رہا تھا اور ماتھے پر پسینے کے قطرے نمودار ہو رہے تھے۔ اس نے زور سے اپنے ہونٹ بھینچ لیے اور درد کو پی گیا اور ایک آخری چٹان کا سہارا لے کر بے آواز طریقے سے گھسٹ کر کوئی آدھے گھنٹے میں جو اس کو ایک صدی سے کم محسوس نہ ہوا ہوگا اوپر ٹیلے کی سطح پر آ گیا۔ جہاں تیز کے بہت سے کانٹے دار چھوٹے چھوٹے پیڑ ایک

Scanned with CamScanner

خوفناک جھنڈ کی صورت میں کھڑے تھے۔

اس جھنڈ کے قریب لیٹا لیٹا وہ دیر تک ہانپتا رہا، کافی خون اس کے بازو سے بہہ چکا تھا۔ اس نے پلٹ کر اس راستے کی طرف دیکھا جدھر سے وہ آیا تھا، جگہ جگہ پتوں اور گھاس پر اس نے خون کے نشان چھوڑے تھے، اب اسے فوراً اٹھ کر ٹیلوں کی قطار کے دوسری طرف چل دینا چاہیے۔

وہ گھٹنوں کے بل سرک کر جھنڈ کے دوسری طرف گیا، دوسری طرف بھی ایک ایسا ہی گہرا نشیب تھا جیسا وہ پیچھے چھوڑ آیا تھا، اس کے اندر گھس جانا ویسا ہی خطرناک ہوگا۔ اس لیے وہ ٹیلوں کی قطار کے اوپر ہی اوپر دونوں طرف کے نشیب سے بچتا ہوا جھاڑیوں اور درختوں کی اوٹ کا سہارا لیتا ہوا چلنے لگا کبھی کھڑا ہو کر، کبھی گھٹنوں کے بل سرک کر کبھی لیٹ کر۔

وہ جنگل کے ایک بالکل نئی طرف آنکلا تھا اور اس طرف وہ آج تک کبھی نہیں آیا تھا۔ جانے یہ ٹیلوں کی قطار کہاں تک جاتی ہے اور وہ مارکھم کہاں ہے؟ مگر بچاؤ کے لیے ٹیلوں کی یہ لمبی قطار بہت عمدہ تھی۔ کبھی کبھی بھاگتے بھاگتے بیچ میں چھوٹے چھوٹے نشیب آجاتے اور وہ دوڑ کر نشیب میں سے گزر کر دوسرے ٹیلے پر چڑھ جاتا۔ اگر کسی طرح دن ڈھل جائے اسی تعاقب میں اور رات آجائے تو وہ بچ جائے گا۔ راتوں رات وہ یہ جنگل عبور کر کے بیگان کے پہاڑ کی جانب نکل جائے گا مارکھم اس کی ہوا تک نہ پا سکے گا وہ مشرق کی طرف سے آیا تھا کہ یکا یک مغربی ٹیلے کے نشیب کی طرف جاتے وہ رک گیا۔

Scanned with CamScanner

نیچے نشیب میں مارخم موجود تھا ہاتھ میں رائفل لیے ہوئے اس کی پشت گورگانی کی طرف تھی۔

مارخم کی پشت دیکھتے ہی گورگانی ٹیلے کی جھاڑی کے پیچھے چھپ گیا اور غور سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔ خون اس کی شریانوں میں بجنے لگا اور کانوں میں اس کے اپنے ہی خون کے دھارے کا شور بہنے لگا۔ دل کی حرکت اک دم تیز ہوگئی اور رخسار غصے کے شعلے کی حدت سے آنچ دینے لگے۔ اس ایک لمحے میں گورگانی کو محسوس ہوا جیسے اس کی جانب پشت کیے ہوئے چوکنا ہو کر رائفل سنبھالے ہوئے نشیب میں مارخم کا بھائی نہیں خود سرجان مارخم اس کی بیوی کی عزت لوٹنے والا کھڑا ہے۔ کچھ ایسی مماثلت اسے اس وقت وکی مارخم کی پشت میں محسوس ہوئی کہ وہ سوچے سمجھے بغیر غرا کر اٹھا اور ایک ٹائیگر کی طرح نیچے مارخم پر جمپ کر گیا۔

حملہ اتنا اچانک اور تیز تھا کہ رائفل مارخم کے ہاتھ سے گر گئی اور وہ دونوں ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے، مارخم بھی کچھ کم وزنی اور مضبوط نہ تھا۔ بلکہ طاقت میں گورگانی کے ہم پلہ ہی تھا، وہ اپنی پوری کوشش گورگانی کے حملے سے بچ کر گری ہوئی رائفل کو گرفت میں لینے میں صرف کر رہا تھا۔ ایک دفعہ تو اس کا ہاتھ رائفل پر آچکا تھا مگر زور کی ایک لات مار کر گورگانی نے پھر رائفل کو نیچے لڑھکا دیا اور رائفل بہت دور جا گری۔ مارخم ایک غصیلے شیر کی طرح گورگانی پر جھپٹ پڑا اور دونوں لڑتے، گرتے، اٹھتے مکے مارتے لاتیں لگاتے ایک دوسرے کے خلاف بیلوں کی طرح زور کرتے ہوئے ٹیلے کی دوسری جانب چلے گئے۔ یہاں پر مارخم

Scanned with CamScanner

نے گورگانی کے جبڑے پر اتنے زور کا گھونسہ دیا کہ گورگانی چکرا کر گر پڑا اور دور تک نشیب میں لڑھکتا ہو چلا گیا۔ پیچھے پیچھے مارکھم بھی بھاگا۔ نشیب میں پہنچ کر گورگانی نے ایک بڑا پتھر اٹھا کر مارکھم کی طرف پھینکا، اگر مارکھم عین وقت پر زمین پر جھک نہ گیا ہوتا اور وار خالی نہ گیا ہوتا تو مارکھم کے سر کے دو ٹکڑے ہو گئے ہوتے، مارکھم کو سنبھلنے میں کئی لمحے لگ گئے اس لمحے میں گورگانی نشیب سے گزر کر دوسرے ٹیلے پر چڑھ چکا تھا۔

مارکھم غصے سے گرجتا ہوا اس کے تعاقب میں بھاگا اور اس نے ٹیلے کے موڑ پر گورگانی کو جالیا۔ مارکھم نے گورگانی سے کشتی کرتے ہوئے اس کے بائیں زخمی بازو کو پکڑ لیا اور اسے مروڑنے لگا۔ گورگانی نے غرا کر ایک جنگلی جانور کی طرح مارکھم کو شانے سے کاٹ کھایا تو مارکھم کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور گورگانی نے اپنا بازو چھڑا لیا۔ مارکھم کے دائیں اور پھر بائیں اور پھر گردن کے نیچے تین ایسے جاندار گھونسے رسید کیے کہ مارکھم چکرا کر گر گیا۔ مگر گرتے گرتے اس نے لات مار کر گورگانی کو اپنے اوپر گرا لیا اور پھر وہ اٹھتے پلٹتے ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہوتے ہوئے دور نیچے مغرب کی طرف گرتے گئے اور ایک چھوٹی سی آگے بڑھی ہوئی چٹان سطح مرتفع پر گر کر پتھر سے ٹکرا کر دونوں یک بارگی اٹھتے اور اٹھ کر پھر لڑنے لگتے۔ انہیں اسی حالت دیپالی نے لڑتے ہوئے دیکھا۔

دیپالی راستہ بھول گئی تھی اور دوڑتے دوڑتے اس گہری دراڑ کے قریب آنکلی تھی جو آتش فشاں پہاڑ کے پھٹنے سے پیدا ہوئی تھی، مگر یہ دراڑ کا کوئی اور ہی

Scanned with CamScanner

علاقہ تھا، یہاں پر دراڑ کے دونوں کنارے بہت پھیل گئے تھے اور ان دونوں کے درمیان کوئی پل نہ تھا بلکہ ایک قعرِ فنا موجود تھا۔

یکا یک دیپالی کو دراڑ کے دوسری جانب ٹیلے کے اوپر سے دو جسم ایک دوسرے سے گتھم گتھا نیچے لڑھکتے ہوئے دکھائی دیئے اور پھر نیچے کی ایک چٹانی سطح مرتفع پر آ کے رک گئے۔ یہاں سے دیپالی دیکھ سکتی تھی کہ یہ چٹانی سطح مرتفع ایک ہتھیلی کی طرح دراڑ کے اوپر بڑھی ہوئی تھی جس کے اوپر کھڑے ہوئے وہ دونوں نیچے کے خطرے سے غافل ہو کر لڑ رہے تھے۔

دیپالی گھبرا کر زور سے چلّائی: ''آ کا! دراڑ.....!''

دیپالی کی آواز سن کر ایک لحظہ کے لیے گورگانی کی نگاہ دراڑ کے پار کھڑی ہوئی دیپالی پر گئی اور اسی ایک لمحہ کا فائدہ اٹھا کر مارکھم نے پھر گورگانی کو نیچے مار گرایا۔ اب گورگانی کا آدھا جسم دراڑ کے اندر لٹکا ہوا تھا اور اپنے آدھے جسم سے وہ دونوں بازوؤں کا زور لگا کر مارکھم کی ٹانگوں سے لپٹا ہوا تھا۔ مارکھم نے جھک کر گورگانی کے چہرے پر زور کا گھونسہ مارا اور گورگانی کا تین چوتھائی جسم دراڑ کے گہرے خلا میں جھولنے لگا۔ اسی تگ ودو میں اس کے زخمی بائیں بازو کی گرفت سے مارکھم کی ایک ٹانگ آزاد ہو گئی۔ اب گورگانی صرف ایک بانہہ کے سہارے اس قعرِ فنا میں جھوم رہا تھا۔ دیپالی کی سانس اس کے حلق میں آ کے رک گئی۔ اس نے مارے دہشت کے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا اور عین اسی ساعت میں اس نے دیکھا کہ انگریز نے اپنی ٹانگ کی حقارت آمیز جنبش سے اپنی دوسری ٹانگ کو بھی

Scanned with CamScanner

گورگانی سے آزاد کرلیا، گورگانی کا جسم خلا میں معلق ہوتا ہوا نیچے دراڑ میں گرنے لگا اور عین اسی وقت اوپر کی چٹان جس پر مارکھم کھڑا تھا نیچے لڑھکی اور مارکھم اور چٹان اور گورگانی تینوں ایک خوفناک گڑگڑاہٹ کے ساتھ ہزاروں فٹ نیچے گہری دراڑ کی مہیب تاریکی میں گم ہو گئے۔ چند ثانیوں تک پتھروں کے گرنے کی آوازیں سنائی دیتی رہیں پھر چاروں طرف مکمل سناٹا چھا گیا۔ جس میں صرف دیپالی کی سسکیاں سنائی دیتی تھیں جو گھٹنوں کے بل زمیں پر بیٹھ کر رو رہی تھی۔

Scanned with CamScanner

غم واندوہ سے نیم دیوانی ہوکر رات کے گہرے اندھیرے میں بھیانک جنگلوں سے گزرتی ہوئی دیپالی، کس طرح اپنے گھر پہنچی، اس کا اسے کچھ ٹھیک سے علم نہیں تھا۔ بس اسے اتنا احساس تھا کہ جب وہ اپنے گھر پہنچی تو اس نے گھر سے باہر شاہ بلوط کے پیڑ کے نیچے ٹھاکر سنگھ کو بے چینی کی حالت میں ٹہلتے دیکھا تو چلتے چلتے اس کے قدم رک گئے، اور اس کا سارا جسم کانپنے لگا اور کوئی آواز اس کے منہ سے نہیں نکلی اور جب ٹھاکر سنگھ اس کے بالکل قریب آ گیا تو وہ ایک چیخ مار کر اس کے سینے سے لپٹ گئی۔ اس کا سارا جسم پانی کی لہر کی طرح لرز رہا تھا اور ٹھاکر سنگھ اپنی طبعی سختی اور خشونت بھول کر ہولے ہولے اس کی پیٹھ تھپکنے لگا؛ اور پھر اس کے دبلے پتلے لرزتے ہوئے جسم کو اپنے بازوؤں میں اٹھا کر گھر کے اندر لے گیا۔ اس نے دیپالی کو اس کے کمرے میں بستر پر لٹا دیا اور خود کچن میں اس کے لیے گرم شوربہ تیار کرنے کے لیے چلا گیا۔ دیپالی اپنی آنکھیں بند کرتی تو بھی اسے

Scanned with CamScanner

دراڑ کا وہ خوفناک منظر دکھائی دیتا۔

گورگانی، مارکھم اور چٹان کا گرنا اور خوفناک آوازیں پیدا کرتے ہوئے نیچے اتھاہ کھڈ میں گر جانا یہ ایک ایسا منظر تھا جسے وہ کسی طرح بھلا نہیں سکتی تھی۔ حالانکہ اس نے اپنا پورا جسم سمور سے ڈھک لیا تھا پھر بھی اندر ہی اندر اس کا جسم بیر کی شاخ کی طرح کانپ رہا تھا اور یہ کپکپی گرم گرم شوربہ پینے سے بھی دور نہ ہوئی۔ خشک سسکیاں بار بار اس کے جسم کو جھنجھوڑ ڈالتیں اور وہ بہت دیر تک ٹھاکر سنگھ کی آستین پکڑے بیٹھی رہی اور اسے اپنے پلنگ سے اٹھنے نہیں دیتی تھی۔ آپ ہی آپ کسی طرح سے اس نے یہ سارا واقعہ ٹھاکر سنگھ کو کہہ سنایا۔ یہ بھی وہ ٹھیک طرح سے نہیں جانتی بس اتنا وہ جانتی ہے کہ اس نے یہ سارا واقعہ گہری سرگوشی کی سی آواز میں ٹوٹے پھوٹے جملوں کے ساتھ بڑی بے ربطی اور بے ترتیبی سے ٹھاکر سنگھ کو سنایا تھا اور ٹھاکر سنگھ اسے سن کر دھک سے رہ گیا تھا۔ بار بار وہ حیرت سے سر ہلاتا تھا اور کہتا تھا..... ''ہو نہیں سکتا..... آکا مر نہیں سکتے..... ہو نہیں سکتا..... آکا مر نہیں سکتے.....''

ٹھاکر سنگھ کو بالکل یقین نہیں آرہا تھا اور وہ بہت دیر تک اس رات جاگ جاگ کر گورگانی کا انتظار کرتا رہا تھا۔ دوسرے دن جب دیپالی اسے اپنے ساتھ لے کر جنگل میں گئی اور ان لوگوں کو تلاش کرتے کرتے مارکھم کا جھولا اور اس کی اور گورگانی کی رائفل مل گئی اور جب اس نے اپنی آنکھوں سے اس جگہ کو دیکھ لیا جہاں سے چٹان گری تھی اور جس کی مٹی ابھی تازہ تازہ تھی تو اسے یقین آیا کہ جو

Scanned with CamScanner

کچھ اس نے دیپالی سے سنا تھا وہ جھوٹ نہیں تھا بلکہ ایک خوفناک مگر نا قابل تردید حقیقت۔

مگر اس رات اس نے دیر تک گورگانی کا انتظار کیا اس کے جاگنے سے ایک طرح سے دیپالی کو آسرا تھا۔ کیونکہ جب کبھی وہ جھپکی لے کر سو جاتی اک دم جھٹکے سے اٹھ بیٹھتی یا خوف سے چیخ مار کر جاگ جاتی۔ وہی منظر اس کی آنکھوں کے سامنے تھا۔ پھر کمرے کی روشنی دیکھ کر اور ٹھاکر سنگھ کو جاگتے دیکھ کر اس کی ہمت بندھ جاتی، ٹھاکر سنگھ بڑے پیار سے اسے تھپکنے لگا، دیپالی نے اس کا ایک ہاتھ اپنے قبضے میں کر لیا تھا اور بڑی ملتجیانہ سرگوشی میں اس سے کہا:

''ججا، آج رات مجھے چھوڑ کر کہیں نہ جانا۔''

''اچھا نہیں جاؤں گا۔'' ٹھاکر سنگھ اسے تھپکتے ہوئے بولا۔

یکا یک ٹھاکر سنگھ کے کمرے سے ''کوں، کوں'' کی آواز سنائی دینے لگی، دیپالی گھبرا کر اٹھ بیٹھی۔

''کیا ہے؟''

ٹھاکر سنگھ کے سوکھے اداس ہونٹوں پر ایک ہلکا سا تبسم آیا وہ اٹھ کر دوسرے کمرے میں گیا اور جب واپس آیا تو اس کی گود میں بھیڑیے کا ایک چھوٹا سا بچہ تھا، کتے کے پلے کا سا، چھوٹا ننھا منا۔ گہرے رنگ کی کھال جو گردن کے نیچے سفید تھی اور پیٹ کے قریب پشت تک ہلکی ہلکی زرد، بھیڑیئے کا یہ چھوٹا سا پلا، ٹھاکر سنگھ کے ہاتھ میں ہولے ہولے بڑے دردناک لہجے میں کوں کوں کر رہا تھا۔

Scanned with CamScanner

شاید اپنی ماں کو پکار رہا تھا یا اسے سردی لگ رہی تھی یا بھوک لگ رہی تھی۔ وہ تھر تھر کانپ رہا تھا۔

ٹھاکر سنگھ نے اسے دیپالی کو دیتے ہوئے کہا:

''یہ بھیڑیے کا بچہ ہے جسے آکا نے لانے کو کہا تھا۔ مغربی جنگلوں میں بھیڑیے کے ایک بھٹ کے باہر ایک چٹان کے نیچے دبا مل گیا، سردی سے چلا رہا تھا۔ کچھ فاصلہ پر اس کی ماں کی لاش مجھے مل گئی جسے غالباً کسی چیتے نے پھاڑ ڈالا تھا۔ دوسرے پلے کہاں تھے؟ مجھے کچھ معلوم نہیں، میں اسے اٹھا کر لے آیا کیوں کہ آکا کا حکم تھا۔''

دیپالی اس کی نرم نرم سمور پر ہاتھ پھیرنے لگی، اس نے اس چھوٹے سے پلے کو اپنے سینے سے لگا لیا اور یکا یک آنسو ایک جھرنے کی طرح آنکھوں سے بہنے لگے اور آکا کی موت کا سارا غم مامتا کے جذبے میں ڈھل کر ایک لطیف صورت اختیار کر گیا۔ دیپالی روتی جاتی تھی اور اس پلے کو چومتی جاتی تھی، پھر اسے نیند آ گئی اور بھیڑیے کا بچہ بھی اس کی گود میں آرام پا کر سو گیا۔ دیپالی کی سانس آرام سے چلنے لگی آنسو اس کی پلکوں سے خشک ہو گئے اور بھیڑیے کا بچہ بھی سکون کے سانس لے رہا تھا۔ اس کا ایک زخمی ہاتھ جو چٹان کے نیچے دب گیا تھا۔ دیپالی کے ہاتھ کے اوپر آہستہ سے ٹکا تھا۔ ڈر اِن دونوں کے دل سے نکل گیا تھا۔ ہم سب اکیلے ہیں اور تنہا ہیں لیکن کوئی دوسرا ہی ہمارے ڈر اور تنہائی کو دُور کر سکتا ہے۔ ٹھاکر سنگھ کے بدن میں ایک ہلکی سی جھرجھری آئی، آکا چلا گیا ہے اور اب وہ بالکل اکیلا ہے

Scanned with CamScanner

اور ان دو ننھی جانوں کی رکھوالی کا بار اس کے سر پر ہے، ان چند لمحوں میں اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس نے اپنی زندگی کے پانچ سال اور طے کر لیے۔ کل وہ نیچے کسی گاؤں جائے گا اور اس پلے کو دودھ پلانے کے لیے دو بکریاں کہیں سے خرید کے لائے گا۔

اس نے اپنے اور دیپالی کے کمرے کے درمیان کا دروازہ بند نہیں کیا، اسے کھلا ہی رکھا۔ پھر وہ اپنے پلنگ پر گیا اور وہاں سے اپنا بستر گھسیٹ لایا اور اس نے اپنے بستر کو لکڑی کے فرش پر دیپالی کے کمرے کے دروازے کے بالکل باہر قدموں میں بچھا دیا اور ایک گہری اداس بوجھل سانس لے کر لیٹ گیا۔ لیٹتے ہی اسے لگا جیسے گورگانی اس کے سر پر کھڑا ہے۔ آنکھیں کھول کر اُس نے دیکھا کوئی نہ تھا۔ پھر اسے ایسا محسوس ہوا جیسے گورگانی گھر کے باہر کھڑا بے آواز طریقے سے اسے آواز دے رہا ہے اور وہ اٹھ کر دبے پاؤں باہر گیا، گھر کے باہر کوئی نہ تھا، ہوا شاہ بلوط کے پتوں سے لپٹ کر ہولے ہولے کراہ رہی تھی۔

Scanned with CamScanner

چند دنوں کے بعد بھیڑیے کے بچے کا زخم بھر گیا اور وہ چلنے پھرنے لگا، ہر روز رات کو وہ دیپالی کے بستر میں سوتا تھا۔ دیپالی سے وہ بہت مانوس ہو چلا تھا اور ٹھاکر سنگھ سے بھی ہولے ہولے پیار کرنے لگا تھا۔ گو ٹھاکر سنگھ سے مانوس ہونے میں اسے بہت دیر لگی۔ دیپالی کو اس بچے سے بڑی محبت ہو گئی تھی۔ دیپالی نے اس کا نام لالی رکھا تھا اور اس نام پر دیپالی اور ٹھاکر سنگھ کے درمیان خاصی بحث ہوئی تھی۔

''اس کا نام لالی نہیں ہوسکتا؟'' ٹھاکر سنگھ نے کہا تھا۔

''کیوں نہیں ہوسکتا؟'' دیپالی نے پوچھا تھا۔

ٹھاکر سنگھ بولا: ''ادھر ہم شکاریوں کو جو تنخواہ بانٹتا تھا، وہ ایک بہت ہی جھگڑالو بڈھا تھا، نام تو اس کا لال چند تھا مگر ہم سب اسے لالی کہتے تھے۔''

''تو اس سے کیا ہوتا ہے لالی بہت اچھا نام ہے۔''

Scanned with CamScanner

ٹھاکر سنگھ سر کھجا کر بولا: ''مگر میں کہتا ہوں اس کا نام لالی نہیں ہوسکتا۔''

''کیا بے وقوفوں سی باتیں کرتے ہو ججا۔''

دیپالی چمک کر بولی۔

ٹھاکر سنگھ نے پلے کو دو پنجوں سے پکڑ کر اوپر اٹھا لیا پلا اب اس کے ہاتھوں میں لٹک رہا تھا، ٹھاکر سنگھ نے پلے کے پیٹ کے زیریں حصے کو غور سے دیکھ کر کہا: ''یہ بھیڑیا نہیں ہے بھیڑن ہے اس لیے اس کا نام کسی مرد کے نام پر نہیں ہوسکتا۔''

دیپالی نے کچھ دیر توقف کیا پھر مضبوط لہجے میں بولی:

''ضروری نہیں ہے لالی کسی مرد ہی کا نام ہو، میں اس کا نام لالی چند نہیں رکھ رہی ہوں، لالی لالی.....لالی..... بالکل لڑکیوں سا نام ہے میں اسے لالی ہی کہوں گی، لالی دیپالی کی بہن۔''

اس دن سے دیپالی اور بھی لالی سے مانوس ہوتی گئی اور دن گزرتے گئے، سخت محنت اور جفاکشی کے دن۔ پانچ ماہ تک گہری برف میں محصور ہو کر رہ جانے کے دن، مختصر بہار اور خوشبوؤں سے بوجھل موسم گرما کے خوبصورت دن، پھر لال بھبھوکا چنار کے پتوں کے خزاں رسیدہ دن، پھر پہلی برف باری کے دن، پھر دوسری برف باری کے دن پھر تہ در تہ جمتی ہوئی برف کے اکھٹا ہو کر انگڑ کے گلیشئر میں تبدیل ہونے کے دن، اسی طرح تین سال گزر گئے اور لالی اک دم جوان ہو گئی تین فٹ اونچی اور ساڑھے پانچ فٹ لمبی دم سمیت۔ کھال سلیٹی رنگ کی چمکتی

Scanned with CamScanner

ہوئی اور سفید سفید جیسے برف اور پیٹ کے قریب سنہرا زرد رنگ۔ لالی بے حد حسین نکلی، وہ اپنی بھری ہوئی مضبوط مغرور گردن کو اٹھا کر بڑی ادا سے چلتی تھی اور اس کے جبڑے اتنے مضبوط تھے کہ وہ ان میں ایک بکری کو اٹھا کر چل سکتی تھی مگر اس کی نوبت نہیں آئی تھی۔ کیونکہ دیپالی نے اسے اس طرح مکمل طور پر سدھا لیا تھا کہ وہ ایک گھریلو السیشن کتیا کی طرح اس گھر میں رہتی تھی اور ٹھاکر سنگھ اور دیپالی کی اک نگاہ کا اشارہ تک سمجھتی تھی۔ دیپالی پر تو اس کی جان جاتی تھی، وہ ہر وقت اس کے پیچھے پیچھے لگی لگی پھرتی تھی۔ لالی شاید اپنے جنگل کی ساری خو بو بھول چکی تھی، البتہ اتنا فرق ضرور پڑا تھا کہ اپنی زندگی کے دوسرے سال میں جب اس کی کھال گھنے بالوں سے بھر گئی، اسے دیپالی کا بستر بہت گرم محسوس ہونے لگا۔ ایک رات وہ خود بخود اس کے بستر سے نیچے اتر آئی اور پلنگ کے نیچے فرش پر اطمینان سے پاؤں پسار کے سو گئی۔ اب سونے کا یہ دستور ہو گیا کہ دیپالی اپنے کمرے میں پلنگ پر سوتی تھی اور ٹھاکر سنگھ اس کے کمرے کے دروازے کے باہر فرش پر اور لالی ان دونوں کے درمیان دیپالی کے پلنگ کے قدموں میں۔

دیپالی نے ایک عقلمندی ضرور کی تھی اس نے لالی کو جنگل سے دور رکھا تھا۔ اگر کبھی اسے ٹھاکر سنگھ کے ساتھ شکار پر جانا ہوتا تو وہ اکیلے سارا سامان اُٹھا کر ٹھاکر سنگھ کے ساتھ جاتی تھی اور لالی کو گھر میں بند کر جاتی تھی۔

پہلے پہل تو لالی نے بہت احتجاج کیا تھا، پھر وہ ہولے ہولے اس کی عادی ہوتی گئی۔ اب تو وہ یہاں تک سیکھ گئی تھی کہ اگر گھر کے دروازے کھلے ہیں

Scanned with CamScanner

اور دیپالی نیچے نالے سے پانی لانے گئی ہے، ٹھاکر سنگھ جنگل سے لکڑیاں کاٹنے گیا ہے تو لالی اکیلے ہی اس کھلے گھر کی حفاظت کرتی تھی۔ اس کی موجودگی میں کوئی جنگلی جانور ان کے گھر کے قریب نہیں پھٹک سکتا تھا۔

لالی ایک بہت ہی سمجھدار السیشن کتے کی طرح برتاؤ کر رہی تھی۔ ان تین سالوں میں لالی نے انسانی تہذیب کے بہت سے آداب سیکھ لیے تھے۔ انسانوں میں بچپن سے رہتے سہتے اس کی اپنی اصلی فطرت کے بہت سے رنگ روپ اپنے آقاؤں کے مزاج میں ڈھل گئے۔ لیکن اس طرح سدھ جانے میں سب سے بڑا ہاتھ دیپالی کی محبت کا تھا جو اسے لالی سے تھی، لالی اس محبت کو سمجھتی تھی اور محبت کا جواب محبت میں دیتی تھی۔ ٹھاکر سنگھ حیران تھا کیونکہ اس نے نیچے بہت سے گاؤں کے لوگوں کو کہتے سنا تھا کہ بھیڑیے کو کوئی انسان سدھا نہیں سکتا۔ یہاں پر اس کے اپنے گھر میں لالی تھی اس بات کا ثبوت کہ وحشی سے وحشی جانور بھی محبت کا جواب محبت سے دیتے ہیں، انسانوں کے سوا، اور محبت صرف انسانی جذبہ ہی نہیں ہے یہ زندگی کا اصول ہے اور ہر جاندار کے اندر اس کی روح کے کسی لطیف ترین حصے پر لکھ دیا گیا ہے۔ یہ شاید اس بات کا ثبوت ہے کہ زندگی صرف اپنے آپ ہی کو نہیں چاہتی کسی دوسرے کو بھی چاہتی ہے اور اس دوسری چاہت کے بغیر اس کی اپنی خودغرض چاہت تک مکمل نہیں ہوسکتی۔

لالی کی عمر کے تیسرے سال میں ایک دن ٹھاکر سنگھ اکیلا جنگل سے لوٹ رہا تھا۔ وہ صبح سویرے جنگل کو نکل گیا تھا شہد کے چھتے تلاش کرنے، وسط گرما کے

دن تھے آسمان نیلا کہیں کہیں پر بادلوں کے سفید گالے روئی کی طرح دھنکے ہوئے، جنگل پرندوں کے شور اور شہد کی مکھیوں سے بھنبھنا تا سا ہوا۔ جنگلی بیلوں میں انگور کے ادوے خوشے لٹکتے ہوئے اور فضا میں ایک بوجھل سی خوشبو، ایک موہوم سا نغمہ لوبان کی طرح سلگتا ہوا۔ آج ٹھاکر سنگھ بہت خوش تھا، کئی دن سے دیپالی شہد کے چھتوں کے لیے ضد کر رہی تھی ''اس بھتنی کو شہد بہت پسند ہے۔''

کئی دن تک ٹھاکر سنگھ اسے ٹالتا رہا تھا۔ آج صبح سویرے اٹھ کر وہ جنگل میں چلا گیا تھا اور شہد کا ایک بھاری چھتا اٹھا لایا تھا جسے ایک ریچھ نے آدھا کھالیا تھا اور باقی آدھا دوسرے دن کھانے کے لیے چھوڑ گیا تھا۔ آج وہ بہت خوش قسمت تھا دیپالی کو اسے ٹالنا نہیں پڑے گا۔ کیسے چاؤ سے وہ بھتنی اس شہد کے چھتے کو دیکھ کر اور ایک چیخ مار کر اس سے چھین لے گی، شہد تو وہ بعد میں صاف کر کے مرتبان میں بھرے گی۔

سب سے پہلے تو وہ خود ہاتھ سے چھتے کو توڑ کر اس کا ایک مومی ٹکڑا منہ میں ڈال کر چوسے گی اور خوشی سے سانس اندر کھینچ کر کہے گی، ''ہوں'' اور اس کا منہ شہد سے بھر جائے گا اور وہ اس ایک ہوں کے آگے کچھ بول نہیں سکے گی۔ خیر جو کچھ بھی ہو، آج وہ بھتنی پیٹ بھر کر شہد کھا سکتی ہے۔

وہ اسی طرح سوچتا ہوا دل میں تصویریں بناتا ہوا، ڈھکی کے اوپر چڑھتا ہوا آرہا تھا شہد کو اٹھائے ہوئے، کہ یکا یک اس نے ڈھکی کی بلند چٹانوں کے پیچھے بہتے ہوئے پانی میں، ''شپ، شپ'' کی آواز سنی جیسے کوئی جنگلی جانور پانی پی

Scanned with CamScanner

رہا ہو۔ یکا یک ٹھاکر سنگھ بالکل چوکنا ہو گیا، اکڑوں ہو کر وہ زمین پر بیٹھ گیا۔ سب سے پہلے اس نے آہستہ سے شہد کے چھتے کو ایک چوڑے پتھر پر رکھا پھر کندھے سے رائفل کو نکال کے ٹھیک کیا، ایک نگاہ اٹھا کے اپنے گھر کی طرف دیکھا جو دوسری گھاٹی کے پیچھے چھپا ہوا تھا اور ابھی یہاں سے کوئی آدھے میل کی دوری پر تھا۔ پھر وہ جھک کر رائفل آگے تانے ہوئے آہستہ آہستہ بے آواز قدموں سے چٹانوں کے پیچھے پیچھے بڑھنے لگا، بالکل قریب جا کر وہ ایک اونچی چٹان کے پیچھے چھپ گیا۔ یہاں پر دو چٹانوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ تھا جہاں سے وہ ذرا آگے جھک کر چٹانوں کے دوسری طرف دیکھ سکتا تھا۔ وہ رائفل کی شست سیدھی کر کے چٹان کے قریب لیٹ گیا اور آگے سرک سرک کر ایسے مقام پر آ گیا جہاں وہ دونوں چٹانوں کے درمیان کی خالی جگہ سے دوسری طرف نیچے کو دیکھ سکتا تھا اور معلوم کر سکتا تھا کہ پانی میں کونسا جانور شڑپ شڑپ کر رہا ہے جس کی آواز اسے ادھر تک آ رہی ہے۔

سب سے پہلے اسے دوسری طرف کا اونچا کنارہ نظر آیا جس کے نیلے پتھروں پر لالی آرام سے لیٹی ہوئی دھوپ کھا رہی تھی۔ پھر جب وہ تھوڑا سا اور جھکا تو اسے دیپالی نظر آئی۔ نیچے نالے میں نہاتی ہوئی اس کے پہننے کے کپڑے بے ترتیبی کی حالت میں لالی کے قریب پڑے تھے جو ان کی اور دیپالی کی رکھوالی کر رہی تھی۔

دیپالی کو ننگے نہاتے دیکھ کر ٹھاکر سنگھ دھک سے رہ گیا۔ برسوں سے

Scanned with CamScanner

ساتھ رہتے اور کسی قدر نفرت اور حقارت سے اسے دیکھتے ہوئے وہ دیپالی کے جسم میں کسی قسم کی تبدیلی محسوس نہیں کر سکا تھا۔ اس کے ذہن میں دیپالی ابھی تک وہی بدصورت دبلی پتلی بھتنی تھی جسے وہ ایک دن نسوریا گاؤں سے اپنے کندھوں پر سوار کر کے لایا تھا۔ بس کسی قدر لمبی ہو گئی ہے، ورنہ کوئی فرق نہیں پڑا ہے، وہی بدمزاج، ضدی خودسر لڑکی ہے جسے وہ کبھی کبھی پیٹ بھی دیا کرتا ہے اور جسے وہ ہر بات میں اپنے سے کم تر سمجھتا ہے اب تک اس لمحے تک، ٹھاکر کے دماغ میں دیپالی کی یہی تصویر تھی۔ یکا یک اسے دھچکا سا لگا، کیا یہ وہی دیپالی ہے؟ دبلی پتلی بدصورت بھتنی۔ یہ بلور کا سا سانچے میں ڈھلا جسم اس کے پاس کہاں سے آ گیا؟ یہ سڈول پنڈلیاں، ساق سیمیں کی خطرناک مثلث جس پر نگاہ نہیں ٹھہرتی تھی، پتلی کمر کے نیچے سیمیں ناف اور پیٹ کا جوف اور ان سے اوپر ابھرا ہوا سینہ، اس کی سانس رکنے لگی۔ گھنے کالے بال اور کھلے اور پانی میں ایک جال کی طرح تیرتے ہوئے۔ وہ سڈول سنہری بانہیں کبھی پانی میں اٹھکھیلیاں کرتی ہوئیں، کبھی لالی کی طرف پانی کے چھینٹے اڑاتی ہوئیں۔ یکا یک دیپالی مگن ہو کر آہستہ سے ہنسی اور اس کے دانتوں کے موتیوں کی لڑیاں دھوپ میں چمک چمک گئیں۔ اس نے چھپاکے سے اپنے منہ پر ہاتھ پھیرا اور پھر تیرتی ہوئی نالے کے دوسرے کنارے ایک بڑی چٹان پر آ کے کھڑی ہو گئی دھوپ سینکنے کے لیے۔ اب اس کی پشت ٹھاکر کی طرف تھی اور ٹھاکر کی سانس تیز تیز چل رہی تھی، یہ کنارہ ٹھاکر کے قریب تھا، اس لیے وہ اس کی پشت قریب سے دیکھ رہا تھا۔ سر سے پاؤں تک پانی میں بھیگا ہوا بدن دھوپ میں

Scanned with CamScanner

دمک سے لو دے رہا تھا جیسے اس سلگتے ہوئے بدن میں الگ سے کوئی روشنی ہو، جو دھوپ سے الگ ہے، شفق سے الگ ہے، سحر سے الگ ہے، ماہتاب اور نجوم کی ضیاء سے الگ ہے۔

دیپالی نے بالوں کی لٹوں کو جوڑ کر دونوں ہاتھوں سے پانی نچوڑا اور پھر گردن جھٹک کے بال پشت پر پھیلا دیئے اور اس ایک گردن جھٹکنے کے انداز میں ٹھاکر سنگھ کو اس کے بدن کے خم نظر آ گئے، گول گول گدرائے ہوئے کولہے اور ان کے اوپر تنگ کمر کی محراب اور محراب کے بیچ میں کولہوں سے اوپر شانوں تک ایک آڑی گہری لکیر پوری پشت کو دو حصوں میں تقسیم کرتی ہوئی۔ پھر بالوں کا جال کمر سے نیچے تک پھیل گیا جیسے چاند کالی بدلیوں میں آ گیا، ہوا میں بادلوں کی سی گرج پیدا ہوئی اور ٹھاکر کے دل میں خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔ یہ تو وہ دیپالی نہیں، یہ تو وہ لڑکی نہیں، یہ تو عورت ہے، مکمل عورت..... اپنی فطرت کی ساری دلکش ادائیں اور رعنائیاں لیے ہوئے..... وہ کیسے ان کا مقابلہ کر سکے گا۔ یکا یک اس ایک لمحے میں ٹھاکر سنگھ نے اپنے آپ کو دیپالی کے سامنے بالکل حقیر اور بے بس پایا۔ کیسے وہ اس خوبصورت نازک کومل بدن کو پھولوں کی چھڑی سے بھی پیٹ سکتا؟ اسے افسوس سا ہونے لگا، یہ بدن تو پوجا کرنے کے لائق ہے۔

ایک کوا اوپر ہوا میں کائیں کائیں کرتا ہوا جا رہا تھا دیپالی نے ایڑی اٹھا کر اور سر اونچا کر کے اوپر دیکھا۔ پھر وہ اپنے دونوں ہاتھ اوپر لے گئی اور تالی بجا بجا کر کوے سے کہنے لگی، ''کو.....کو..... اور کوا فضا میں تیرتا ہوا کائیں کائیں

کرتا اوپر اڑ گیا۔

دیپالی ہنس پڑی پھر کچھ سوچ کر اک دم شرما گئی اسے ایسا لگا جیسے کوا اسے لالچی نگاہوں سے تک رہا ہے۔ وہ اک دم پتھر کی سل پر بیٹھ گئی، چہرہ اس نے دونوں ہاتھوں سے چھپالیا اور اس کا سارا جسم گرم اور سرخ ہوتا گیا۔ پھر اس نے جلدی سے پانی میں چھلانگ لگا دی اب وہ بڑے اطمینان سے تیر رہی تھی اسے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ عریاں نہیں ہے بلکہ پانی کا لحاف اوڑھے ہوئے ہے۔ اب وہ بڑے اطمینان سے بازو پھیلا کر تیر رہی تھی اور ٹھاکر نے سوچا، اس کی کلائیاں ایسی گول تو نہ تھیں انگلیاں اتنی لمبی تو نہ تھیں..... یہ ایک رات میں کیا ہو گیا؟

ٹھاکر سنگھ اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے سوچنے لگا،..... پھر اسے یکا یک خیال آیا کہ دیپالی تو پندرہ برس کی ہو گئی، پندرہ برس..... کوا تو کائیں کائیں کرتا ہوا مغربی جنگلوں کی طرف پرواز کر گیا، مگر ٹھاکر سنگھ دیر تک چٹانوں کے پیچھے چھپا رہا، حتی کہ دیپالی نے کپڑے پہن لیے اور لالی کو ساتھ لے کر واپس اپنے گھر کی طرف چلی گئی، پھر بھی وہ بہت دیر تک چٹانوں کے پیچھے چھپا رہا، مبادا دیپالی اسے دیکھ لے۔ جب دیپالی اوپر کی گھاٹی کے موڑ پر غائب ہو گئی اور جب ٹھاکر سنگھ کو اطمینان ہو گیا کہ وہ اوپر اپنے گھر پہنچ گئی ہو گی تو وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور گھر کے راستے پر ہو لیا، مگر آج اس کا دل بہت ڈر رہا تھا۔

دیپالی، پندرہ برس، وہ جب گھر پہنچا تو اس نے ڈر کے مارے نگاہیں

Scanned with CamScanner

نہیں اٹھائیں وہ شاہ بلوط کے نیچے بچھے ہوئے لکڑی کے میز کے سامنے رکھی ہوئی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ گورگانی کے وقت سے یہ اس گھر کا قاعدہ تھا کہ وہ لوگ دن میں ناشتہ اور پھر دوپہر کا کھانا اسی شاہ بلوط کے پیڑ کے نیچے بچھے ہوئے میز پر کھاتے تھے، کرسی پر بیٹھ کر اس نے شہد کا چھتا میز پر رکھ دیا۔ اتنے میں لالی دوڑی دوڑی آئی اس کے کندھوں پر چڑھ گئی اسے سونگھنے اور پیار کرنے لگی، ٹھاکر سنگھ نے اس کی لمبی گردن کو بار بار تھپتھپایا۔ اتنے میں دیپالی گھر کے اندر سے لال مرچیں سکھانے کے لیے باہر لائی اور ٹھاکر سنگھ کو دیکھ کر لال مرچیں وہیں گھاس پر چھوڑ کر بھاگتی ہوئی اس کے پاس آ گئی اور میز پر رکھے ہوئے شہد کے چھتے کو دیکھ کر خوشی سے مچل اُٹھی۔ اس نے بڑی ادا سے تین انگلیاں چھتے میں ڈالیں اور شہد بھری ایک موی قلم کو چھتے سے توڑ کر اپنے منہ میں ڈال لیا اور اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں راحت اور مسرت کی چمک آ گئی۔ ٹھاکر سنگھ اس کے ہاتھوں کی انگلیوں کو غور سے دیکھنے لگا پھر ان ہونٹوں کو جہاں تک وہ انگلیاں گئی تھیں پھر وہ اس کی آنکھوں میں کھو گیا مگر دیپالی کو کچھ معلوم نہ تھا اس کے دونوں ابروؤں کے درمیاں ماتھے پر ایک شکن سی نمودار ہوئی اور اس نے پوچھا:

''ججا، کیا بات ہے آج مجھے اس طرح گھور کے کیوں دیکھ رہے ہو؟''

اس پر وہ یکا یک گھبرا گیا، آنکھیں جھکا کر کسی قدر غصے سے بولا: ''غوں!''

دیپالی ہنس پڑی اور شہد بھرا موم تھوڑا سا اس کی زبان سے گر کر سامنے میز پر آ پڑا، شہد دیپالی کی زبان پر تھا اس کے ہونٹوں پر تھا اس کے سارے بدن

Scanned with CamScanner

میں تھا، وہ شاید ساری کی ساری شہد بھرے موم کی بنی ہوئی تھی۔ ٹھاکر سنگھ غور سے میز پر گرے ہوئے شہد بھرے موم کے اس ٹکڑے کو دیکھنے لگا جو دیپالی کی زبان سے گرا تھا، اس کے جی میں آیا کہ وہ اس ٹکڑے کو اٹھا کر اپنے منہ میں ڈال لے۔ اس کا جی چاہا کہ وہ دیپالی کو اپنی بانہوں میں بھینچ کر اس کے جسم کا سارا شہد نکال لے۔ دل ہی دل میں وہ اس دیوانی خواہش کے خلاف لڑنے لگا، سر جھکا کے آہستہ سے بولا: ''مجھے بھوک لگی ہے ناشتہ دو'' اسے اپنی آواز بڑی عجیب بڑی بھاری اور کسی دوسرے ہی جذبے کی دوسری بھوک سے معلوم ہوئی مگر دیپالی کو کچھ پتہ نہ چلا وہ ابھی لاتی ہوں کہہ کر کچن میں چلی گئی اور ٹھاکر اسے جاتا ہوا دیکھتا رہا۔ دیپالی کتنی دل کش ہے، آج تک اسے معلوم ہی نہ تھا۔ لالی بھی دیپالی کے پیچھے پیچھے کچن میں مل گئی۔ مڑ کر اس نے ایک دفعہ سرسری نگاہوں سے ٹھاکر سنگھ کی طرف دیکھا مگر ٹھاکر سنگھ کو ایسا محسوس ہوا جیسے لالی اس کے دل کا راز جان گئی تھی۔ یقیناً یہ ناممکن ہے محض اس کے دل کا واہمہ ہے مگر اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا وہ جلدی سے میز سے اٹھا اور گھر کے اندر چلا گیا۔ اس کے جذبات میں عجیب ہلچل سی مچ گئی تھی، اور اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب اسے کیا ہو رہا ہے اور آگے کیا ہوگا؟۔ وہ دیپالی سے آنکھیں ملاتے ہوئے بھی ڈرنے لگا۔

رات کو دیپالی کے کمرے کے سامنے سونے سے پہلے اس نے دیپالی سے کہا کہ وہ اپنے کمرے کا دروازہ بند کر لے۔

''کیوں بند کرلوں؟'' دیپالی نے حیرت سے پوچھا۔

Scanned with CamScanner

"تم رات کو دیر تک روشنی میں پڑھتی ہو مجھے نیند نہیں آتی ہے۔"

"واہ" دیپالی چمک کر بولی، "اتنے برسوں سے پڑھ رہی ہوں آج ہی کیوں نیند نہیں آرہی ہے؟ اتنے دن تمہیں کیسے..... آتی رہی؟"

ٹھاکر سنگھ کوئی جواب نہ دے سکا کروٹ بدل کے لیٹ گیا تا کہ دیپالی کو پڑھتے ہوئے نہ دیکھ سکے۔ جب تک روشنی رہی ٹھاکر سنگھ کو نیند نہیں آئی مگر وہ من مارے سوتا بنا لیٹا رہا پھر جب دیپالی نے لیمپ بجھایا اور گھر میں اندھیرا چھا گیا تو ٹھاکر سنگھ کی آنکھوں سے نیند بالکل غائب ہوگئی۔ رات بھر وہ کروٹ بدل بدل کر جاگتا رہا۔ وہ ایک بار لالی جو اس کے قریب دروازے کی دہلیز کے اندر سو رہی تھی، اس کی بے چینی محسوس کر کے اٹھی اور اس کے منہ کو سونگھ کر واپس چلی گئی، دیپالی بے خبر سو رہی تھی اور ٹھاکر سنگھ کے سینے میں طوفان ابلتا رہا، دوسرے دن جب وہ اٹھا تو اس کا سارا جسم بدن دکھ رہا تھا۔

آج وہ صبح ہی جنگل کو چلا گیا اور دیپالی کو بھی ساتھ نہیں لے گیا۔ دوپہر کے قریب وہ جنگل سے لوٹا لکڑیوں کا گٹھا سر پر رکھے، ایک ہاتھ میں رائفل اور دوسرے ہاتھ میں شکار کیے ہوئے دو جنگلی ککڑ جھلاتا ہوا۔ جنگل کے کھلے ماحول میں، لکڑیاں کاٹنے کی کڑی مشقت میں اور جنگلی ککڑوں کے شکار میں اس کے دل کو کچھ راحت سی ملی تھی اور دیپالی کے خیال کو اس نے بہت حد تک نیچے دبا دیا تھا۔ مگر گھر قریب آتے ہی اس کا دل پھر زور زور سے دھک دھک کرنے لگا، اسے ایسا محسوس ہوا جیسے دیپالی اور لالی، بلکہ ساری دنیا اس کی آواز سن رہی ہے۔ اتنے زور سے یہ

بے ایمان دل دھک دھک کر رہا ہے اس کا چہرہ فق ہو گیا۔ بڑی مشکل سے اس نے اپنے دل پر قابو پایا اور کچن کے آگے لکڑیوں کا گٹھا گراتے ہوے ایک بناوٹی غیر اہم لہجے میں اپنے سارے اہم جذبات کو پیچھے دھکیل کر بولا:

''جلدی سے کھانا دو بھتنی.....!''

کھانا کھا کے دیپالی نے اس کی گندی قمیص دھو ڈالی اور سوکھنے کے لیے گھاس پر بچھا دی۔ پھر وہ اندر سے بٹنگ کا ایک سچا سخت اور گیند کی طرح گول پھل نکال لائی اور لالی سے کھیلنے لگی۔ وہ بٹنگ کی گیند زور سے دور پھینکتی، لالی برق رفتاری سے بھاگتی ہوئی گیند کے پیچھے بھاگتی اور اسے اپنے منہ میں ڈال کر واپس لے آتی اور دیپالی کے قدموں میں اگل دیتی۔ پھر دیپالی دوڑ کر آگے جاتی اور بٹنگ کو پہلے سے بھی زیادہ دور پھینکنے کی کوشش کرتی۔ کمر تک ننگا ٹھاکر بڑے کمرے کے بادچے کے لیے نئے تختے بنا رہا تھا، اور رندہ چلا رہا تھا اور تختے کاٹ رہا تھا اور سب کچھ اس کے ذہن میں گڈمڈ ہوا جاتا تھا۔ رندہ، چیڑھ کی لکڑی کے تختے، بٹنگ کی گول گیند..... دیپالی کا جھک کر زمین سے گیند اٹھانا، زلفوں کا رُخسار پر اُتر آنا، ایک ہاتھ کے جھٹکے سے دیپالی کا رخسار سے زلف ہٹانا اور دوسرے ہاتھ سے گیند پھینکنا، کچھ دور دیپالی اور لالی کا ساتھ ساتھ دوڑنا، لالی کا آگے نکل جانا، ہانپتی ہوئی، ڈولتی ہوئی دیپالی کا واپس آجانا، ہونٹ تھوڑے سے کھلے ہوئے اور سرخ، آنکھیں خوابیدہ، رندہ، رندہ پھیرو زور سے ٹھاکر، ادھر مت دیکھو۔

تھوڑی دیر میں جب قمیص سوکھ گئی تو دیپالی اسے اٹھا کر ٹھاکر کے پاس

Scanned with CamScanner

لے آئی اور اس سے بولی: ''اے ننگے قمیص پہن لو۔''

ٹھاکر کی بانہوں کی بھاری مضبوط مچھلیاں حرکت میں آئیں اس نے قمیص پہن لی مگر اس کا سینہ کھلا تھا، کیوں کہ دھونے میں شاید دو بٹن ٹوٹ گئے تھے دیپالی نے غور سے دیکھ کر کہا:

''یہیں کھڑے رہو ابھی بٹن لگا دیتی ہوں۔''

پھر وہ گنگناتی ہوئی گھر کے اندر چلی گئی، سوئی دھاگا اور بٹن لے کر آئی اور پہنی ہوئی قمیص پر ٹھاکر کے بالکل قریب کھڑے ہو کر بٹن لگانے لگی، اس قدر قریب تھی وہ کہ ٹھاکر کا جی چاہا اسے اپنے بازوؤں میں لے کر جکڑ لے۔ وہ اس کی گرم گرم سانس اپنے سینے پر محسوس کر رہا تھا۔ دیپالی کی سڈول کلائی نیچے اوپر اٹھتی ہوئی، سوئی بٹن کے سوراخ سے نکلتی ہوئی، وہ سیپ کے سے نازک نازک نتھنے بار بار پھڑکتے ہوئے۔ ٹھاکر نے زور سے اپنے دونوں ہاتھ اپنی دونوں رانوں پر رکھ لیے اپنے آپ پر قابو پانے کے لیے اس نے اپنے ہاتھوں کے ناخن رانوں میں گڑا دیئے، یکا یک اس کے منہ سے سی کی آواز نکل گئی اور دیپالی نے دانتوں تلے کچ سے دھاگا توڑتے ہوئے کہا:

''سی کیوں کری؟ میں نے سوئی تو کہیں چبھوئی نہیں۔''

ٹھاکر سنگھ ہولے سے اپنی قمیص کے بٹن بند کرتا ہوا پیچھے ہٹ گیا اب وہ اس سے کیا کہے؟ کہاں کہاں اس نے سوئی چبھوئی ہے..... چپ رہ جانا ہی بہتر ہے۔

Scanned with CamScanner

رات کو پھر اس نے دیپالی سے دروازہ بند کرنے کو کہا، اور دیپالی نے پھر حیرت سے انکار کرتے ہوئے کہا: ''کیوں کروں؟''

''آج سردی زیادہ ہے دروازہ بند کرلو گی تو سردی نہیں لگے گی۔''

''مگر میں نے تو سردی کی شکایت نہیں کی۔'' دیپالی متعجب ہو کر بولی۔

''ہاں اگر تمہیں سردی زیادہ لگ رہی ہے تو تم دو تین کھالیں اور اوڑھ لو اور سو جاؤ۔''

ٹھاکر سنگھ چپ ہو گیا، لالی دہلیز کے اس پار لکڑی کے فرش پر نیچے لیٹی تھی اور اپنی لمبی تھوتھنی لٹکائے اپنی بے چین آنکھوں سے کبھی دیپالی کی طرف دیکھتی کبھی ٹھاکر سنگھ کی طرف۔ دو تین بار اس نے اپنے کان پھٹپھٹائے، جبڑے کھول کر خواب آلود لہجے میں ایک جمائی سی لی، پھر آنکھیں بند کر کے سو گئی اور تھوڑی دیر کے بعد لمبی لمبی سانسیں لینے لگی۔

ٹھاکر سنگھ بھی دیپالی کی طرف پیٹھ کر کے لیٹ گیا، دیپالی پڑھ رہی ہے یہ چسکا اسے گورگانی لگا گیا ہے۔ جانے کیا پڑھتی ہے؟ کیا سوچتی ہے؟ کیا سمجھتی ہے؟ پڑھتے وقت کسی اور ہی دنیا کی مخلوق معلوم ہوتی ہے۔ نرالی، الگ، عجیب اس سے بہت دور اور ناقابلِ حصول۔ مگر دیپالی کے بارے میں وہ اس قدر کیوں سوچنے لگا ہے یہ اچھا نہیں ہے ٹھیک نہیں ہے خطرناک ہے، دیپالی ایک زہر کی طرح اس کے رگ و پے میں سرایت کر رہی ہے۔ اسے اس زہر کا توڑ دریافت کرنا ہوگا ورنہ وہ گھٹ گھٹ کر مر جائے گا۔

Scanned with CamScanner

ٹھاکر سنگھ اسی طرح سوچتا سوچتا دیر تک جاگتا رہا۔ کبھی کروٹ بدل کر دیپالی کے حسین اور بھولے چہرے کو روشنی کے ہالے میں کتاب پڑھتے ہوئے دیکھتا پھر گھبرا کر کروٹ بدل لیتا، اسے دیکھنا نہیں چاہیے، نہیں چاہیے، چاہیے..... نہیں چاہیے، آنکھیں بند کر لینی چاہییں، سوجانا چاہیے، جلدی سوجانا چاہیے، کل بہت کام ہیں، بہت کام ہیں۔ وہ ان سارے کاموں کی فہرست بنانے لگا جو اسے کل کرنے تھے۔ اس فہرست میں اس نے بہت سے ایسے کام بھی جوڑ لیے جو اسے نہیں کرنے تھے یا اگلے دنوں میں کرنے تھے یا آنے والے مہینوں میں کرنے تھے تاکہ فہرست لمبی ہوتی جائے اور ان کاموں کے انبار میں دیپالی کا چہرہ دب جائے۔

مگر جب روشنی بجھ گئی اور دیپالی اطمینان کا ایک لمبا سانس لے کر اپنے پلنگ پر لیٹ گئی تو بھی اس کی آنکھوں میں نیند نہیں آئی۔ کل سے نیند نہ جانے کہاں چلی گئی ہے۔ ٹھاکر سنگھ نے سوچا دن رات ایسی محنت مشقت وہ کرتا ہے کہ اسے عموماً بستر پر لیٹتے ہی گہری نیند آجاتی ہے مگر کل سے نیند نہیں آرہی ہے، ایک بخار سا اس کے دماغ پر چڑھا ہے۔ بار بار وہ بدن پانی میں نہایا ہوا، بھیگا ہوا، سنہرا بدن آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے اور اس کے سارے جسم میں اینٹھن سی ہونے لگتی ہے۔ اسے خیال آتا کہ اس سے چند فٹ کے فاصلے پر وہ بدن لحاف میں لپٹا ہوا موجود ہے، شہد اور موم کا بنا ہوا، شہد..... موم..... بڑی بڑی حیران آنکھیں..... بھول جاؤ ٹھاکر..... گنتی کرو ٹھاکر..... آکا نے اسے گنتی سکھائی تھی وہ سو تک گن لیتا

Scanned with CamScanner

تھا۔ حالانکہ اس کا باپ صرف پچاس تک گن سکتا تھا اور اکثر پہاڑی صرف بیس تک گن سکتے تھے۔

ایک دو تین چار دیپالی..... پانچ چھ سات آٹھ نو دس دیپالی، گیارہ، بارہ، تیرہ، چودہ، پندرہ دیپالی، سولہ، سترہ، اٹھارہ دیپالی، انیس..... دیپالی..... اکیس دیپالی..... بائیس دیپالی..... دیپالی دیپالی..... دیپالی..... دیپالی.....

یکا یک وہ بالکل مجبور اور بے اختیار ہو کر چھلانگ مار کر دیپالی کے کمرے میں گھس گیا۔ اچانک چھلانگ لگاتے وقت اندھیرے میں اس کا پاؤں لالی کے اوپر پڑا اور لالی غصے سے غرا کر اٹھ کھڑی ہوئی اور اس پر حملہ آور ہو گئی۔ لالی کے دونوں پنجے ٹھاکر سنگھ کے سینے پر تھے اور وہ اس کی گردن چبا جانے کی فکر میں تھی، ہر بار دھکا دے کر ٹھاکر سنگھ اسے نیچے گرا دیتا اور ہر بار لالی اس پر حملہ آور ہو جاتی۔ ٹھاکر سنگھ لالی، لالی کہہ کر اس کا غصہ فرو کرنے کی کوشش کرتا، مگر لالی غصے میں ایسی بپھری ہوئی تھی کہ کسی طرح اسے دیپالی کے پلنگ کے قریب نہ پھٹکنے دیتی تھی، اتنے میں دیپالی بھی ہڑبڑا کے جاگ گئی اور جب اس نے لیمپ جلا کر ٹھاکر سنگھ پر لالی کو بار بار حملہ آور ہوتے ہوئے دیکھا تو فوراً پلنگ سے اٹھ کر نیچے آ گئی اور لالی کو پکڑ کر اور اسے دو دھپ جما کر بولی:

"کیا کرتی ہو لالی؟ بے شرم..... یہ ججا ہے اپنا ججا، اری بے وقوف، احمق، اپنے ججا کو نہیں پہچانتی؟"

دیپالی نے تھپک تھپک کر لالی کا غصہ ٹھنڈا کیا۔ لالی گو اب ٹھاکر سنگھ پر

Scanned with CamScanner

حملہ نہیں کر رہی تھی مگر بار بار ٹھاکر سنگھ کی طرف قہر بھری نظروں سے دیکھ کر دبے دبے انداز میں غرا دیتی تھی۔

''ہوا کیا؟'' دیپالی نے پوچھا۔

''کیا معلوم؟'' ٹھاکر سنگھ رُکتے رُکتے بولا: ''میں پانی پینے کے لیے اٹھا تھا نیند میں میرا پیر شاید لالی پر پڑ گیا؟''

لالی پھر زور سے غرائی جیسے کہہ رہی ہو، تم جھوٹ بولتے ہو۔

''ناں لالی'' دیپالی نے اسے پلنگ کے اوپر گھسیٹ لیا، ''سچ مچ تو پاگل ہوگئی ہے..... ٹھیک سے نہیں رہے گی تو واپس جنگل میں بھجوا دوں گی۔''

دیپالی نے لالی کو دونوں بازوؤں میں سمیٹتے ہوئے کہا، پھر ٹھاکر سنگھ کی طرف مخاطب ہو کر بولی:

''اب تم آرام سے سو جاؤ، اب تمہیں لالی کچھ نہیں کہے گی۔''

''سالی گولی مار دینے کے لائق ہے،'' ٹھاکر سنگھ غصے بھری آواز میں بولا، ''آخر ہے تو بھیڑیے کی اولاد..... بے رحم..... وحشی..... احسان فراموش.....''

اسی طرح بڑبڑاتے ہوئے اس نے کروٹ لے لی۔ تیسرے پہر تک وہ جاگتا رہا اور غصے میں جلتا بھنتا رہا۔ پھر اسے اک دم گہری نیند آ گئی، دوسرے دن وہ دھوپ نکلتے تک سوتا رہا۔ دیپالی نے بھی اسے نہیں جگایا، اسی طرح کی بے کلی، بیزاری اور بے چینی میں آٹھ دس اندھیری راتیں گزر گئیں اور پھر چاندنی راتیں آ گئیں۔

Scanned with CamScanner

اس سے پہلے ٹھاکر سنگھ نے کبھی چاندنی راتوں کے درد کو محسوس نہیں کیا تھا۔ اس سے پہلے چاندنی راتیں اس کے لیے محض چاندنی راتیں تھیں، بس چاندنی راتیں۔ اندھیری راتوں سے اس لیے اچھی کہ چاندنی راتوں میں دکھائی پڑتا ہے، گودن کی طرح صاف صاف دکھائی نہیں پڑتا مگر پھر بھی جنگل میں اندھیری راتوں سے چاندنی راتوں میں چلنا بہتر معلوم ہوتا ہے۔

یہ کہ چاندنی راتیں لطیف بھی ہوسکتی ہیں، خوشبو دار بھی ہوسکتی ہیں، بوجھل اور اداس بھی ہوسکتی ہیں، سمندر کی طرح ہیجانی ہوسکتی ہیں، برف کی پھوار کی طرح برس سکتی ہیں، جنگل جنگل، گھاٹی گھاٹی سمندر کی طرح لہریں لے سکتی ہیں، کبھی دیپالی کا چہرہ پھیل کر چاندنی بن جاتا ہے۔ ٹھاکر سنگھ کا جی چاہتا ہے کہ وہ آسمان سے چاند کی ٹکیا اتار کر اسے سیندور کی بندیا کی طرح دیپالی کے ماتھے پر سجا دے۔

Scanned with CamScanner

ٹھاکر سنگھ کو سردیوں کی برفیلی راتوں کی نیلگوں چاندنی بہت پسند آنے لگی۔ کھانا کھانے کے بعد وہ اکثر شاہ بلوط کے تلے سے لے کر تنگ کی گھاٹی کے چوڑے تلوں میں گھومتے رہتے ٹھاکر اور دیپالی اور لالی۔ ٹھاکر دزدیدہ نگاہوں سے دیپالی کی طرف دیکھتا جاتا، کبھی کبھی اسے ایسا لگتا کہ دیپالی شاید اس چاندنی کا عکس لطیف ہے اور شاید اگلے لمحے وہ اسی چاندنی میں تحلیل ہو جائے گی، کبھی کبھی دیپالی اپنا جُوڑا کھول دیتی۔ اپنی لانبی گردن کو اوپر کھینچ کر آسمان کی طرف ہونٹ کھول کر زور زور سے سانس لیتی، جیسے آج رات کی ساری چاندنی وہی پی جائے گی۔ اس کے بال اُڑ اُڑ کر اس کے چہرے پر چھا جاتے اور وہ برف کے تلوں میں گھومتے ہوئے عجب کیف و مستی کے عالم میں کسی انگریز شاعر کا گیت گنگناتی:

وہ جو سمے کے کھیل سے پیار کرتے ہیں
یا اسے گنوا دیتے ہیں۔
اسیرِ زلف ہو کر۔
تبسم میں گرفتار ہو کر
آنکھ کے شراب خانے میں۔
شاید پا جائیں ایک درد، تلخی
کوئی ایک خوشی
نامساعد حالات میں.....

Scanned with CamScanner

اپنے خدا کے ثبوت میں
مگر لاکھوں گھروں میں صرف آگ جلتی ہے
لاکھوں روحیں وہی سوچتی ہیں
پیار کرنا، مکر جانا
بعد نفرت منا لینا
ڈھونڈنا، چھپا لینا
وہی جذبات کی دھنک
زندگی واپس نہیں آتی.....موت سمجھی نہیں جاتی

ٹھاکر سنگھ کی سمجھ میں بھی نہیں آتا تھا کہ وہ کیا کہہ رہی ہے؟ مگر جو کچھ وہ کہتی تھی اس میں کسی جذبے کی دھنک کھیلتی نظر آتی تھی اور حالانکہ لفظ انگریزی میں بولے جا رہے تھے مگر چاندنی کے سروں کے بنے معلوم ہوتے تھے۔

لالی بھی ان چاندنی راتوں میں مضطرب ہو جاتی، کبھی کبھی سر اُٹھا کر آسمان کی طرف منہ کر کے عجب درد انگیز لہجے میں چیختی تھی۔ کبھی کبھی دور جنگل سے بھی کوئی جواب آتا تھا۔ احساس کی ڈوری پر کھینچی ہوئی اک کرب انگیز ہاؤل! آکا نے دیپالی کو بتایا تھا کہ چاندنی راتوں میں بھیڑیے اکثر اسی طرح بولتے ہیں، آکا ان کے بولنے کو ہاؤل کہتا تھا۔ Wolfs Howl سبھی بھیڑیے ہاؤل کرتے ہیں۔ مگر لالی چونکہ مہذب تھی اس لیے بہت کم ہاؤل کرتی تھی، اسے جنگل سے

Scanned with CamScanner

بہت دور رکھا گیا تھا، پھر بھی چاندنی راتوں میں مضطرب سی ہو جاتی۔ جانے جنگل کی ہوائیں اس کے لیے کیا کیا پر اسرار پیغام لے کر آتی ہیں، وہ ہوائیں سونگھتے سونگھتے بے چین ہو جاتی، ایسی حالت میں دیپالی اس پر کڑی نگاہ رکھتی تھی اور اسے جنگل کی طرف بالکل نہیں جانے دیتی تھی۔

ایک چاندنی رات میں وہ اسی طرح برفیلے تلوں میں گھوم رہے تھے کہ اچانک انہیں نچلے تلے میں ایک اونچی چٹان پر ایک بھیڑیا نظر آیا۔ لالی کی گردن کے سارے بال کھڑے ہو گئے، اس کے نتھنے بار بار بڑے مضطرب انداز میں ہلنے لگے، شاید لالی کے بدن کی خوشبو اڑ کر گئی تھی اس بھیڑیے کے پاس، اور وہی ہوا اس بھیڑیے کے بدن کی کسی جبلی لہر کو واپس لالی تک لائی تھی، اس لہر نے لالی کے سارے بدن میں تھرتھری پیدا کر دی تھی۔

بھیڑیا اونچی چٹان پر کھڑا ہوا لالی کی طرف دیر تک تکتا رہا۔ اس فطری خواہش کی خوشبو میں اور اجنبی جسموں کی خوشبو بھی شامل تھی۔ دیپالی اور ٹھاکر سنگھ کے اجنبی جسموں کی خوشبو جو بھیڑیے کے نتھنوں کو پریشان کر رہی تھی اور جب وہ کوئی فیصلہ نہ کر سکا تو سر اونچا کر کے آسمان کی طرف دیکھ کے چلانے لگا۔

لالی نے پہلے دو تین قدم جھجک کر اٹھائے، پھر سرپٹ بھاگتی ہوئی چٹان پر بھیڑیے کے پاس چلی گئی، دونوں ایک دوسرے کا بدن سونگھنے لگے۔

''لالی.....'' دیپالی سے زور سے چلائی۔

لالی نے مڑ کر دیپالی کی طرف دیکھا۔

Scanned with CamScanner

''لالی..... واپس آؤ۔'' دیپالی پاؤں پٹک کر اک دم غصے سے بولی۔

لالی نے دو تین بار اس اجنبی بھیڑیے کو سونگھا پھر دیپالی کی للکار پر ہولے ہولے قدم بڑھاتی ہوئی اپنی مالکن کے پاس آ گئی۔ بیچ راستے میں اس نے ایک بار مڑ کر بھیڑیے کی طرف دیکھا، مگر دیپالی کے اندازِ تحکم سے مجبور ہو کر وہ واپس چلی آئی۔

لالی کو قریب آتے دیکھ کر ٹھاکر سنگھ نے اسے گردن سے پکڑ لیا، دیپالی نے اس کی تھوتھنی پر ایک ہلکا سا چانٹا مار کر کہا:

''کیوں گئی تھی اس جنگلی کے پاس؟''

لالی کسی تکلیف دہ احساس سے متاثر ہو کر بار بار اپنی تھوتھنی دیپالی کی ٹانگوں سے رگڑنے لگی۔ اس کے حلق سے ہلکی ہلکی چیخیں نکل رہی تھیں۔ ٹھاکر سنگھ اسے تقریباً دھکیل کے گھر کے اندر لے گیا، اندر جاتے ہی اس نے دروازہ بند کر لیا اور لالی کو تھپتھپا کر دیپالی کے کمرے میں بھیج دیا۔

دیپالی، لالی اور ٹھاکر سنگھ نے کھانا کھایا، اب لالی کا سارا اندرونی اضطراب اور جوش و خروش ختم ہو چکا تھا، ایک لمبی جمائی لے کر وہ دیپالی کے پلنگ کے نیچے لیٹ گئی تھی۔ دیپالی نے لیمپ جلا لیا تھا اور اب پڑھنے کی تیاریوں میں تھی۔ بڑے کمرے میں ٹھاکر سنگھ سوچ رہا تھا کہ اب پھر وہی تکلیف دہ رات آ گئی، اتنے بڑے کمرے میں بھی اسے اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہوتا تھا۔ اس نے کھڑکی کھول دی تھی اور کھڑکی میں سے برفیلی رات کی نیلگوں چاندنی بے آواز قدموں سے اندر

Scanned with CamScanner

آ گئی۔ بڑی دیر تک ٹھاکر سنگھ کھڑکی میں کھڑا رہا۔ باہر چاندنی کی نیلگوں پھوار نے سارے منظر کو دھندلا دیا تھا۔ یہاں تک کہ نیچے گرتی ہوئی گھاٹیاں اور برف سے ڈھکی چوٹیاں، ڈھوکیں، تلے، قطعے، جھاڑیاں، اشجار، زمین سے آسمان تک اس نیلگوں چاندنی میں دھیرے دھیرے بہتے ہوئے معلوم ہوتے تھے، چاندنی نے پورے منظر کو کسی آبی تصویر کی طرح سیال بنا دیا تھا۔

''یہ کس طرح کی چاندنی ہے؟ کوئی چیز صاف نظر نہیں آتی۔''

دیپالی کی آواز آئی۔

ٹھاکر سنگھ نے چونک کر دیکھا، دیپالی بالکل اس کے قریب کھڑی تھی اس کے کھلے بالوں کی ایک لٹ ہوا سے اڑ کر ٹھاکر سنگھ کے رخسار کو مس کر گئی اور ٹھاکر سنگھ کو ایسا محسوس ہوا جیسے بجلی کے کرنٹ نے اسے چھو لیا ہو۔

اس نے کھڑکی سے پیچھے ہٹ کر کہا:

''یہ دوسری برف باری سے پہلے کی چاندنی ہے۔''

''مگر برف تو ابھی گر کے تھم چکی ہے، آسمان صاف ہے۔''

''مگر کیسا دھندلا دھندلا سا ہے؟ چاندنی بھی نکھری نکھری سی نہیں ہے، یہ نہیں دیکھتی ہو؟۔''

ٹھاکر سنگھ نے پوچھا۔

''ہاں ہر اک شے ایک نیلگوں دھند میں لپٹی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔''

''دوسری برف باری سے پہلے کی چاندنی ہمیشہ ایسی ہی ہوتی ہے۔''

Scanned with CamScanner

''ایسی چاندنی میں دم گھٹتا ہے۔'' دیپالی آہستہ سے بولی۔

''مجھ سے پڑھا بھی نہیں جاتا۔''

''تو سو جاؤ۔''

''سونے کی کوشش کی مگر سویا بھی نہیں جاتا۔''

دیپالی ایک گہری سانس لے کر بولی، جو سانس سے زیادہ ایک آہ معلوم ہوتی تھی۔

''لالی سو گئی کیا؟'' ٹھاکر سنگھ نے پوچھا۔

''ہاں'' دیپالی کی آواز ٹھاکر سنگھ کو بڑی پر اسرار معلوم ہوئی!

خیریت یہ ہوئی کہ اب وہ دیپالی کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا جان بوجھ کے نہیں دیکھ رہا تھا، اگر دیکھتا تو اسے یقین تھا کہ اس کی نگاہ دیپالی کے چہرے پر ایک بلٹ کی طرح لگ جائے گی اس لیے نہ دیکھنا ہی بہتر ہے۔

دیپالی کا سارا بدن چاندنی میں کانپا، اس نے آہستہ سے کہا:

''ججا کھڑکی بند کر دو تو شاید نیند آ جائے۔''

جب ٹھاکر سنگھ کھڑکی بند کر رہا تھا تو اچانک باہر سے گھر کے بالکل قریب کہیں سے اس نے بھیڑیے کی ہاؤل سنی۔

پہلے آہستہ، پھر اونچی، پھر اس سے بھی اونچی۔

لالی جاگ گئی۔

ٹھاکر سنگھ اور دیپالی دونوں لالی کو غور سے دیکھ رہے تھے بھیڑیا چیخ چیخ

Scanned with CamScanner

کر لالی کو بلا رہا تھا۔

لالی کی گردن کے سلیٹی اور زرد رنگ کے بال چاروں طرف سے کھڑے ہو کر لرزش بھی کر رہے تھے، لیمپ کی روشنی میں اس کی آنکھیں انگارا سی دہکنے لگیں۔

وہ چھلانگ مار کر دیپالی کے کمرے سے نکل آئی۔

''جاؤ لالی، واپس اپنے گھر میں جاؤ۔'' دیپالی غصے سے بولی۔

لالی مضطرب ہو کر کمرے میں ٹہلنے لگی۔

باہر بھیڑیے کی ہاؤل اور بھی اونچی ہو گئی تھی ایک بہت ہی طویل لمبی چیخ، ایک درد ناک بلاوا، رات، چاندنی، برف اور بدن کے مختلف سروں کو ایک لے میں سموتا ہوا۔

یکا یک لالی کے چکر بڑے کمرے میں تیز سے تیز ہوتے گئے۔

''لالی..... لالی'' دیپالی نے پاؤں پٹک کر لالی کو دھمکایا۔

مگر سب بے سود..... اب لالی ایک بھوکی وحشی بھیڑن کی طرح اس کونے سے اس کونے تک دوڑ رہی تھی۔ اس کی نگاہ میں ان دونوں انسانوں کے لیے مکمل اجنبی پن تھا۔ وہ باہر کی اس آواز کی ڈور پر کمرے کے گرد چکر لگا رہی تھی۔ بھیڑیا گھر کے باہر جیسے جیسے چکر لگا کر چلاتا تھا، اسی طرح لالی کمرے کے اندر چکر لگاتی ہوئی دھیرے دھیرے غرا رہی تھی۔

مگر کھڑکی بند تھی اور دروازہ بھی اندر سے مضبوطی سے بند تھا۔ بھیڑیے کی

Scanned with CamScanner

چیخیں بڑھتی گئیں، لالی کے چکر تیز ہوتے گئے، وہ اب کوئی دوسری ہی لالی تھی، جو دیپالی یا ٹھاکر سنگھ کی کسی آواز پر دھیان نہیں دے رہی تھی۔ دو تین بار وہ کھڑکی کی طرف کود گئی، مگر کھڑکی بند تھی، پھر وہ دروازے پر کود گئی، مگر دروازہ بھی بند تھا..... پھر وہ زور زور سے چیختی ہوئی اندھا دھند ایک گھرے ہوئے وحشی جانور کی طرح گھر کی دیواروں سے ٹکریں مارنے لگی۔

ٹھاکر سنگھ دروازے کی طرف بڑھا۔

''مت کھولنا.....مت کھولنا۔''

دیپالی زور سے چلائی۔

مگر لالی کی اذیت اب ٹھاکر سنگھ سے دیکھی نہیں جاتی تھی، اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول ہی دیا۔

دروازہ کھولتے ہی لالی، دیپالی اور ٹھاکر سنگھ دونوں کے بیچ میں سے تیر کی طرح نکل کر گھر سے باہر چلی گئی، اس کے پیچھے پیچھے دیپالی اور ٹھاکر سنگھ دونوں بھاگے۔

''لالی.....لالی۔''

دیپالی غمزدہ آواز میں چلائی۔

لالی دوڑتی دوڑتی بھاگتی اس اجنبی بھیڑیے کے پاس پہنچ گئی، دونوں کی گردنیں ایک دوسرے سے لپٹی جا رہی تھیں، دونوں سامنے کے پنجے اٹھا اٹھا کر اچھل اچھل کر ایک دوسرے پر گرتے لوٹتے، کھیلتے اور کلیلیں کرتے جا رہے تھے۔

Scanned with CamScanner

"لالی۔"

اب وہ دونوں اچھلتے کودتے گھر سے بہت دور چلے گئے تھے، یکا یک وہ دونوں ایک چٹان پر چاندنی سے ترشے ہوئے دو لمحوں کی طرح منجمد نظر آئے پھر ہوا میں ان کے بدن کان کی طرح کھنچے ہوئے نظر آئے۔

یوں آخری بار دیپالی کی نگاہوں نے لالی کو دیکھا، پھر چاروں طرف جنگل چھا گیا۔

ٹھاکر سنگھ کچھ نہیں بولا۔

کچھ دیر تک دیپالی بھی سکتے کے عالم میں کھڑی اس چٹان کو دیکھتی رہی، جہاں سے لالی چھلانگ لگا کر جنگل میں غائب ہوئی تھی، پھر آہستہ سے گھر کی طرف مڑی، چونک کر اس نے خائف انداز میں ٹھاکر سنگھ کی طرف دیکھا پھر دوڑتی ہوئی گھر کے اندر چلی گئی۔ اپنے کمرے کے اندر چلی گئی، اندر سے اس نے دروازہ دھڑ سے بند کر دیا اور جیسے ٹوٹ کر بستر پر گر گئی اور دھیرے دھیرے سے سسکیاں لینے لگی۔

Scanned with CamScanner

ٹھاکر سنگھ آہستہ سے چل کر گھر تک آیا، گھر کے اندر پہنچ کر اس نے بڑی احتیاط سے دروازہ بند کیا، پھر اس نے دیپالی کے بند کمرے کی طرف دیکھا۔

بند کمرے کو دیکھ کر اسے ایسا اطمینان ہوا جیسا اسے آج تک دیپالی کے کھلے کمرے کو دیکھ کر نہ ہوا تھا، کچھ دیر وہ بڑے کمرے میں ٹہلتا رہا۔

اور ٹہلتے ٹہلتے یکا یک اسے محسوس ہونے لگا جیسے وہ بھی ایک بھیڑیا ہے اور اوپر آسمان کی طرف منہ کر کے چلانا چاہتا ہے۔

اس طرح چلانے کی خواہش اس کے دل میں اتنے زور سے پیدا ہونے لگی کہ اس نے گھبرا کر یکا یک اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔

یکا یک اس کا پورا جسم تپنے لگا اور دیپالی کے کمرے کے بند دروازے پر جھپٹ کر ٹکریں مارنے کے لیے بے تاب ہونے لگا۔

اپنے احساس کی وحشت سے اس کی آنکھیں حیرت زدہ ہو گئیں اور وہ

Scanned with CamScanner

اپنے ہاتھوں کی بند ہوتی اور کھلتی ہوئی مٹھیوں کو غور سے دیکھنے لگا۔

پھر جلدی سے اس نے بڑے کمرے سے اپنا بستر اٹھایا اور آکا کے کمرے میں جا کر اس نے اپنا بستر آکا کے پلنگ پر پٹخ دیا۔ دروازہ اچھی طرح اندر سے بند کر لیا اور تکیے میں سر دے کر زور زور سے اپنی کنپٹیوں کو دبانے لگا۔

پھر اسے نیند آ گئی۔ خواب میں بھیڑیا گھر کے باہر چلا رہا تھا، لالی کمرے کے اندر چکر کاٹ رہی تھی، فضا میں نیلگوں چاندنی بہہ رہی تھی۔ کوئی گھر کے دروازے، کھڑکیاں، دیواریں ٹکر مار مار کر توڑے دے رہا تھا، سارا گھر طوفان اور بھونچال سے ہل رہا تھا۔

یکا یک وہ ہڑبڑا کر جاگ گیا۔

Scanned with CamScanner

دروازے کے باہر زور زور سے دستک ہو رہی تھی، کوئی اس کا دروازہ زور سے پیٹ رہا تھا۔

''کون ہے؟''

جواب میں کوئی نہیں بولا۔

دروازے پر مکوں اور گھونسوں کی بارش ہو رہی تھی، ایک ہاتھ میں رائفل لے کر اس نے دوسرے ہاتھ سے دروازہ کھولا۔

دروازے پر دیپالی کھڑی تھی۔

''دیپالی؟'' وہ خوشی اور مسرت سے چیخا۔

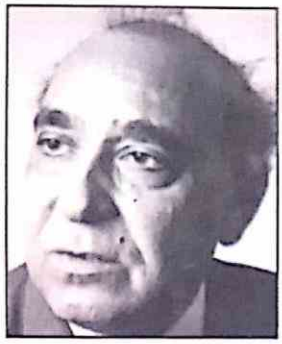
دیپالی نے کوئی جواب نہیں دیا وہ آنکھیں جھپکاتے اس کے دروازے پر کھڑی تھی۔

دیپالی، وہ دوبارہ کہنا چاہتا تھا مگر آواز اس کے گلے میں دب گئی۔ رائفل اس کے ہاتھ سے گر گئی، عین اسی وقت باہر بادل زور سے گرجا..... کڑکا..... چمکا..... اور طوفان کے بڑھتے ہوئے ریلوں میں دوسری برف باری شروع ہو گئی۔



Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner



''دوسری برف باری سے پہلے'' اُردو کے لاکھوں شائقین کی طرح میرا بھی پسندیدہ ناول ہے۔ یہ جہاں پست انسانی جذبات، حرص، ہوس، لالچ، جاہ پسندی اور انتقام کی داستان ہے وہاں اعلیٰ ترین انسانی اوصاف انس، پیار، محبت، ہمدردی اور انسان دوستی کا مرقع بھی ہے۔ انسانی فطرت کے انتہائی قریب جس میں ایک ایک لفظ سچائی کی زبان میں پیش کیا گیا ہے۔ ناول میں مختلف طبقاتی پس منظر سے تعلق رکھنے والی دو عورتوں کا کردار بیان کیا گیا ہے جو ایک جیسی جاہ پسندی، لالچ اور حرص و ہوس کا شکار ہیں۔ ہر قیمت پر آگے بڑھنے کی ہوس کے لیے وہ اپنی عصمتوں کو بھینٹ چڑھانے سے بھی دریغ نہیں کرتیں۔ یہ ناول اسی جذباتی کشمکش، ذہنی کرب اور مناظر فطرت کی تصویر کشی ہے جس کو بڑی فنی مہارت اور کمال دسترس کے ساتھ کرشن چندر نے صفحۂ قرطاس پر منتقل کیا ہے۔ کرشن چندر کا حقیقت پسندانہ بے باک قلم کیا کیا کرشمے دکھاتا ہے۔ معاشرے کے کون کون سے چھپے گوشے عریاں کر کے پڑھنے والوں کے روبرو پیش کرتا ہے۔ یہ ایک ناول ہی نہیں لاکھوں محروم انسانوں کا نوحہ بھی ہے۔ معاشرے کے کچلے ہوئے انسانوں کی سسکتی ہوئی چیخ و پکار بھی ہے۔ میرا یہ دعویٰ ہے کہ زندگی کے وسیع کینوس پر ایسی انوکھی تحریر آپ نے اس سے قبل نہ پڑھی ہوگی۔ دلی جذبات، وکیفیات کے تانے بانے سے بُنے گئے کرشن چندر کے اس ناول کو آپ شروع کر کے ایک ہی نشست میں ختم کیے بغیر نہ رہ سکیں گے۔ آزمائش شرط ہے!!

شاہد حمید

WWW.
BOOK CORNER
.COM.PK
Pakistan's Biggest Bookstore

NOVEL / FICTION
ISBN: 978-969-662-294-9
Rs.500.00

BookCornerJlm
bookcornershowroom
bookcorner
bookcornerjhelum
0314-4440882
Jhelum (Pakistan)

Scanned with CamScanner